

شیعہ مذہب
اللمعروف

عقائد و عرفیہ

جلد چہارم

محقق سلام شین حدیث علم
محمد صدیق حلی علیہ

وکتبہ نور الحسنیہ شیراز، جامعہ سہیل شیراز، جامعہ اسلامیہ شیراز، جامعہ اسلامیہ شیراز، جامعہ اسلامیہ شیراز

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالُوا وَمَنْ أَشَعْنَى (اجتمعوا على طرد رسول الله ﷺ) فَمَا الْمُسْكُونُ بِمَا كَسَبَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَآلُ مُحَمَّدٍ
 حضرت علیؑ نے فرمایا اے نبیؐ
 میں جو ان لوگوں کے رسول کے طریقے سے تمک
 کرتے ہیں اور اہل جماعت میں سے متبعین میں سے
 حضرت علیؑ انہیں طرد کرتے ہیں۔

عقائدِ حنفیہ

(جلد چہارم)

باب اول	تقیہ کی دلائل قاطعہ سے تردید
باب دوم	جنار و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تحقیقی بحث
باب سوم	بارہ آئمہ اہل بیت کے منقب از کتب اہل سنت

نسخہ مطبوعہ دارالحدیث عظیم
 بمجلد علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ سولہ شیرازیہ
 بلال حسنہ لاہور پاکستان فون: 7227228

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ————— عقائد جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف ————— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی مدظلہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ————— راجہ محمد صدیق کیلیا نوالہ شریف ٹو جرانوالہ

بدیہ

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہمارے ہر مضمون پر اپنے دعوئی کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔

مکتبہ نورِ حسینہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال کنج لاہور، پاکستان فون 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین حجة الاسلامین
پیری دمرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیدیا ذوالہ شریف اور نگدہ ناموس اصحاب رسول
محبت اولاد بتول سپر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیدیا ذوالہ شریف
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی مغل اللہ عنہ

الْاَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجتہ الکاملین، میرزا بان
مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
ساکن مدینہ منورہ، غلت الرشید شیخ العرب العجم حضرت
قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفن جنت البقیع
(مدینہ یلمیہ) خلیفۃ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس
کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

۵۔ اگر قبول افتہ نسبہ عز و شرف

مُحَمَّد عَلٰی عَدَدِ

تقریر

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الہی بخش لاہور

استاذ العلماء مناظر اسلام شیعہ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم علی جامدہ سولیشہ سوزیہ

لال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے ملت کی ایک علی

پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آ سکتا

تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے منقعات

اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد اہل کر

ایک تاریخی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا

محیر العقول کارنامہ سر انجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد اہل کرموں

مک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اہل کرام صدیوں تک زندہ و مبدور رہتا ہے

عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز

ویسے سے ویسے تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دمار سے ہمیشہ

بہتے بہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شہد مذہب

انہما۔۔۔ سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شہد مذہب کا بانی کون تھا اس کے

عقائد و نظریات کیلئے۔ اور بھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب

اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کی طرف سے

عقائد تھے ان کے اندر ان کی جہالت و نقصان کی کتابوں سے ہی دیئے جاسکتے تھے۔ اس عظیم کام کے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوفتؒ پر نہایت متعیناً نازل فرمایا۔
 سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا اس درجہ صفت انسان نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر
 کتابوں کی دنیا میں سفرِ شوق کیا عقل و خرد کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی
 تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی
 عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ
 گرا تے چلے گئے ہیں۔ کاشیہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو
 انہیں فاضلِ مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی
 نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ --- عقائد جعفریہ کی
 چھ --- اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں --- ہزاروں کتابوں کے
 مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل سچا ہے۔ کلاس سے پہلے بھی
 ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ذاتہ النفاذ
 اور تحفہ اشاعریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں
 کوئی باک نہیں ہے۔ کہ یہ خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب
 ردِّ روافض میں نہیں لکھی گئی اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
 اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زمرہ ہوتے تو یقیناً فاضلِ مصنف کو دعا اور
 مبارکباد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب
 کو طرزِ قرآن کے ان کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب
 کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندہ خادم الہی بخش قادری

تقریظ

شیخ الحدیث مفتی جامع العقول والمنقول اتاوی المکرم حضرت مولانا
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہ وصحبہ معین !
امام احمد :

میں نے شیعہ مذہب (متحدہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بطور مطالعہ کیا۔ فاضل
مخافت نے سنت شافعی سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ
افراط و تفریط نہیں کی۔ اشاعہ شریعہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت ملکوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اذیل سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اشتعال شریعہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں
مولیٰ کریم مخافت کو احسن جزا ہے کہ انہوں نے نہایت ہی عبقریہ سے
بہت و جماعت کی اہم مذہب کو پورا کیا اور عام پر نفیس احسان فرمایا۔ آمین

ندم رسول رضوی

marfat.com

Marfat.com

تقریر

مفسر قرآن علامۃ العصر شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد دہلوی مدظلہ
(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رو میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر ایسی نے اس وقت بنایا جب
سنی کا فلسفہ ٹوبہ ٹیک سنگھ (دار السلام) کی ایک نئی مجلس میں قرآن اسلام والملت مذمت
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فوجتے ٹکڑاؤں کوئی مرد میدان ہوتا جو شیعہ
مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قطعی کھوت اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب
در سالی اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر انہوں نے کہ فقیر اپنے پروگرام میں کمی
پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رو میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی
علق نہیں رہا جب نہ علی حبیب شیعہ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم
کو ”تہذیب غدیہ“ کی تصنیف میں منہک پایا، اس میں لکھتا ہوں کہ علامہ مصوف نے
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ
علامہ مصوف نے تحقیقی اور مفصل کتب علمی سب کے جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رو میں
درجہ شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں، الحمد للہ حضرت علامہ
نے اپنے ہر جہی کا اثبات قرآن اور حدیث کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں ہنست کی ایک نئی
نہایت کو پروان چڑھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفقت کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے آمین!

محمد فیض احمد دہلوی مدظلہ (بہاولپور) ۱۰ شعبان ۱۴۳۸ھ

تقریر

مفتی ابن مفتی، شارح بخاری مسرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاخوان گنج بخش روڈ لاہور



بامعز مولیٰ شبیر ازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل
درس نظامی ہیں۔ درس دہریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا شغل ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف متحہ جعفریہ ایک نہایت قیمتی
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور خلفاء
شودہ میم الحرمۃ والرضوان کے درمیان فرسنگار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈال
ہے جسے چمک کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و ہرچیز کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع المدخل
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور حوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و عظمت کا سبب بنے۔



سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاخوان
گنج بخش روڈ لاہور۔ ۱۴۔ اگست ۱۹۸۷ء

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالنواب صدیقی جمہوری

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیخ اسلام کی جڑیں کاٹنے کے ورپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ ہب و ہند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے کوہِ غریب کا بیابان بچھایا ہے اور عروج و مرجح کے چھوٹے دلائل سے نعمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود جس نے تاخیر وری تقدیر شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا حوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک بگڑے بین کنڈیک مالیت فرمادیں جن کی جلدی مجموعی طور سے ۱۲ مددیں۔ یقیناً یہ کتاب میرے لیے اس سے بڑے کوثرِ علم کے ایک نعمت ثابت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

دعوتِ اللہ علی حبیب محمد و آلہ صحابہ

محمد عبدالنواب صدیقی

خادمِ آستانہ عالیہ مناظرِ اعظم لاہور

تاثرات علیؑ

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت
قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (گوہرا نوالہ)

اس خادم اہل بیت و صحابہ و ائمہ المعروف سید محمد باقر علیؑ کی درویشی تمام کی جھولے
مجاہدان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک شخص اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے
اس مقصد کے لیے میں نے چند بار ملاو کی بیشنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی
نہ ہوئی۔ اپنا ملک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس
طرح متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد حضرت
نفع جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر ۱۶ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی
شک نہیں کرے گا۔ یہ تحقیق کا اصول خزانہ ہی۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق
اس قدر تشکر آمیز نہیں کہ سنوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب
ارادہ مندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنہگار کش ہے وہ یہ کتابیں
خریدے جو تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی منت قبول
فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت فرمائے۔ آمین شہین
سید محمد باقر علیؑ سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت کیدیا نوالہ شریف (صنع گوہرا نوالہ)



بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي جعل في سبيل إخراج هذه المجموعة الكثير السلف ربه
والحق يقال - إنها دائرة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المتواليه
والتي جعلها سهله المتناول - لكل من يسير له الله لمعرفة ربه الخفي
وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد ألبرت في شخصه الجليل
محمد النجم العليمه - والإخلاص العميق - عما تليده من سحر من أجل
وعنى عظيم في تحق مشروعه الذي هو الله في من نوعه بهذه السنيه
الجميعه - وما توبه ورشقه في كل كتاب منها من أصول وأصول - ربما
تتبع من آيات قرآنيه كريمه - أدرجه في عبارة لطيفه مستنبطه من
ألم العارف في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
ومدح في حقهم من تحسني الإعتقاد - ولزوم سبيل السداد -
وتوابع القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
والله أعلم برأيته - فقد سررت من الإعجاز - ومن ذلك هم فسوف
هو عن شمس سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سار منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فذلك
الذي به الله عز وجل فضاهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم لم
والله أعلم أن أصل الفضائل - على الله عز وجل - على الله عز وجل
والله أعلم بالله عليه وسلم - وحسن عبادته - على الله عز وجل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 هَذَا كِتَابٌ فِي تَرْغِيبِ النَّاسِ إِلَى طَاعَةِ اللَّهِ
 وَتَرْهيبِهِمْ مِنْ عِقَابِهِ

فَمِنْهَا حُصِّلَ لِحَامِدِهِمَا مِنْ مَدْحٍ أَوْ تَنْقِصٍ - لِأَنَّهُ أَنْ تَعْدَى عَلَى الْآخِرِ
 فَاحِذْهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ فَرَّقَ بُولَادَ بَعْضِهِمْ - وَفَحَارَاتِ الْبَعْضِ
 فَإِنْ عَادَى أَحَدَهُمَا لَمْ يَنْفَعْهُ وَلَا دُخْلُ الْآخِرِ وَكَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ
 وَرَسُولِهِ - وَأَعُوذُ فَأَقُولُ لَقَدْ خَلَقْتَ مُؤَلَّفَاتٍ فَضِيلَتُهُ -
 مِنْ تَسْيِيقِ جَمِيلٍ - وَفَتْ بَدِيعٍ - عَلَاوَقَ عَلَى مَا حُطِّي بِهِ
 مِنْ تَقَارُطِ رُجْهَانِ دُخْلِ الْعَالَمِ وَالْدِينِ - وَتَقْدِيرِ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ
 الْعَامِلِينَ وَقَدَرِ فَضِيلَةِ الْمُؤَلَّفِ مَا وَرَدَ مِنَ الدَّلِيلِ الْوَاضِحِ
 أَنَّ خَيْرَ هَذِهِ الدَّلِيلَةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَارٍ الصَّدِيقُ ثُمَّ عُمَرُ الْفَارُوقُ
 ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ ثُمَّ أَسَدُ اللَّهِ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ
 الثَّلَاثَةِ أَصْحَابُ الشُّوَرِ الْخَمْسَةِ رَضَوْنَ اللَّهَ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ
 فَهَذَا مَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِي وَجَرَى بِهِ لِسَانِي - حُورَرَتْهُ وَقْتُ الشُّحْرِ
 وَأَنَا مُسَرٌّ بِمَا أَمَّا زَيْدٌ عَلَيْهِ مِنَ السَّلَامَةِ إِلَى السَّبِيَةِ الْأَمِيرِ
 الْإِمَامِ - وَهَذَا مَا كَوَّنَ الْعَظَمَ وَالْعَمَلُ بِإِنْجَادِ رُجْهِ الشُّوَرِ وَرَازَهُ
 أَسَاءَ اللَّهُ إِلَيْهِمْ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يُبَارَكَ فِي أَمْرِهِ - وَ
 أَنْ يَزِيلَ الْخُتُوبَةَ - عَمَّا خُصَّ فَضِيلَتُهُ وَكِرَمُهُ وَقَدْ خَلَقَ ابْنُ رُبَيْعٍ الدُّعَاءَ
 وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى
 وَمَا الرَّحْمَنُ مِنْ فَضِيلَةِ الرَّحِيمِ
 صَلَواتُ اللَّهِ عَلَى آلِهِ
 فَضِيلَةُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 عَفْوُ سَائِرِ ذُنُوبِي

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عُمدة الاتقياء مہربان مہمانانِ مصطفیٰ علیہ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ
علامہ محمد فیض الرحمن مدظلہ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن
مدینہ شریف، زادہا اللہ شرفاً

خضر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو
ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے
کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)۔
تمام ترخمریاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے امت محمدیہ کو باعمل علماء کے
ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر
گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظی کرکھڑے ہوئے
اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھڑے کھوٹنے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں
سونپی۔

اور۔ بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور
عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا و حبیب

اور شفا عمت فرمائے واسے یک جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا ہے اور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

”ویشک یمن تم میں دو بیماری اور گراں قدر چیزیں، پہلوڑست جابرہ ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں“

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربت معنی رشتہ داری کو تمام قرآنوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے ہیں، نہیں بلکہ روشن سورتی ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں جہتہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، مشرہ و مشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازاں میں فاضل کبیر، استاد منظم، قزوہ الساکین، زبدۃ المتعینین والحمد للہ جناب مولانا محمد علی صاحب الراشدان کی حفاظت فرمائے، اکاشگرہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم المعروف کو اپنی تالیف کردہ کتاب میں بطور ہدیہ عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ میرے قارئین سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دونوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد متبیین کی نہج کئی کی گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور عظیم محبہ کی ایلو۔ اور مکمل پر کی گئی ان تھک محنت لائق سید شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہ

فہرست مضامین

عقائد جعفریہ جلد چہارم

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۹	ایک ضروری وضاحت -	۱
۴۰	شیعہ کا ایک ہیئت بڑا طعن -	۲
۴۲	مذکورہ طعن کے تین ارکان -	۳
۴۲	جواب رکن اول -	۴
۴۳	سنت کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے -	۵
۴۷	لفظ "سنت" کی غلط تفسیر اہل شیعہ میں -	۶
۴۹	جواب رکن دوم -	۷
۵۱	یہود و نصاریٰ فسر عونیوں اور جہنیوں کو بھی قرآن میں شیعہ کہا گیا ہے -	۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۵	ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی شان دیکھ کر شیعہ بننے کی دعا کی۔	۸
۶۰	جواب رکن سوہ:	۹
۶۸	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سنی تھے۔	۱۰
۷۰	حضرت ائمہ اہل بیت کے ہاں شیعوں کا مقام و مرتبہ۔	۱۱
۷۴	حضرات ائمہ اہل بیت نے شیعوں پر لعنت بھیجی اور دوری کی دعا مانگی۔	۱۲
۷۸	باب تقیہ	۱۳
۸۰	فصل اول	۱۴
۸۰	تقیہ کے متعلق فریقین (شیعہ، سنی) کے نظریات و عقائد عقیدہ اہل تشیع۔	۱۵
۸۲	فصل دوم	۱۶
۸۲	اثبات تقیہ پر شیعہ لوگوں کے دلائل اور اُن کے جوابات	۱۷
۸۲	دلیل اول:	۱۸
	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت سائرہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ کہا۔	۱۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۸۲	جواب:	۱۷
۸۵	تقیہ اور تورے میں فرق۔	۱۸
۸۶	دلیل دوم:	۱۹
۸۶	حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور تقیہ اپنے بھائی کی بری میں پیانے کو چھپا دیا۔	
۸۷	جواب اول:	۲۰
۸۸	جواب دوم اور	۲۱
۸۸	جواب سوم:	
۹۳	دلیل سوم:	۲۲
۹۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیمار کہا۔	
۹۴	جواب	۲۳
۱۰۱	دلیل چہارم:	۲۴
۱۰۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تقیہ بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی۔	
۱۰۲	جواب:	۲۵
۱۰۵	دلیل پنجم:	۲۶
۱۰۵	اصیاب کفن نے بطور تقیہ اپنے گلوں میں زنا رٹا لے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۰۷	جواب:	۷۷
۱۱۲	دلیل ششم:	۷۸
۱۱۳	لفظ تقیۃ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔	
۱۱۳	جواب:	۷۹
۱۱۷	فصل سوم — فضائل تقیۃ	۳۰
۱۱۸	روایت ۱: دین کے نوجھے تقیۃ میں ہیں۔	۳۱
۱۱۹	روایت ۲: "تقیۃ" سنی شیعہ کے درمیان امتیاز کی علامت ہے۔	۳۲
۱۲۰	روایت ۳: ترک تقیۃ ناقابل معافی گناہ ہے۔	۳۳
۱۲۱	روایت ۴: تقیۃ کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ اہم ہے۔ اور خلعت ائمہ ہے۔	۳۴
۱۲۲	روایت ۵: تقیۃ نماز پڑھنے سے کئی نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔	۳۵
۱۲۳	روایت ۶: صحت اول میں تقیۃ نماز پڑھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔	۳۶
۱۲۴	روایت ۷: اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے گویا ائمہ اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی۔	۳۷
۱۲۵	روایت ۸: امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے ہماری بات ظاہر کر دی۔ اس نے گویا ہمیں عذاب قتل کیا	۳۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۲۷	روایت ۹: بطور تقيتہ نماز پڑھنے والے پر فرشتے	۳۹
	درود و سلام بھیجتے ہیں ساری نماز کا ثواب سات سو نمازوں	۴۰
	کے برابر ہوتا ہے۔	
۱۲۹	روایت ۱۰: امام قائم کے ظہور تک شیعوں کے لیے جھوٹ	۴۱
	بولنا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ سے خارج ہو جائیں گے۔	
۱۳۱	روایت ۱۱: جو تقيتہ نہ کرے بے دین ہے۔	۴۲
۱۳۲	روایت ۱۲: تقيتہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے جیسا نماز	۴۳
	چھوڑنے والا۔	
۱۳۳	روایت ۱۳: تقيتہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔	۴۴
۱۳۴	روایت ۱۴: تقيتہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں	۴۵
	کے درمیان نور ہو گا۔ جس سے وہاں روشنی حاصل کی جائے	
	گی۔	
۱۳۶	روایت نمبر ۱۵: شیعوں مذہب میں مرنے تک اپنا اصلی مذہب	۴۶
	چھپانا جائز ہے۔ اور بخدی درجات کا حامل ہے۔	
۱۳۸	روایت ۱۶: جس نے تقيتہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر)	۴۷
۱۴۸	روایت ۱۷: تمام اعمال سے تقيتہ افضل ہے۔ اور شیعوں	۴۸
	کے اعمال کی جان ہے۔	
۱۴۹	روایت ۱۸: تقيتہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	۴۹
	کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۱	فصل چہارم	۴۹
۱۴۱	دست تقیہ اور اس میں شیعوں کی خود غرضی۔	
۱۴۱	روایت ۷۱:	
۱۴۵	روایت ۷۲:	۵۰
۱۴۷	روایت ۷۳:	۵۱
۱۴۹	روایت ۷۴:	۵۲
۱۵۱	روایت ۷۵:	۵۳
۱۵۳	روایت ۷۶:	۵۴
۱۵۵	فصل پنجم	۵۵
۱۵۵	تقیہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔	
۱۵۵	دلیل اول:	
۱۵۹	دلیل دوم:	۵۶
۱۶۱	دلیل سوم:	۵۷
۱۶۷	دلیل چہارم:	۵۸
۱۶۸	دلیل پنجم:	۵۹
۱۷۰	دلیل ششم:	۶۰
۱۷۱	دلیل ہفتم:	۶۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۲	دلیل ہشتم:	۶۲
۱۴۳	دلیل نهم:	۶۳
۱۴۵	دلیل دهم:	۶۴
۱۴۶	دلیل یازدہم:	۶۵
۱۴۷	دلیل دوازدہم:	۶۶
۱۴۹	دلیل سیزدہم:	۶۷
۱۸۰	دلیل چہار دہم:	۶۸
۱۸۲	فصل ششم	۶۹
۱۸۲	بخشش اور دعا کے وقت تبرع اور لعنت۔	۷۰
۱۸۶	سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس کے لیے لعنت،	۷۱
۱۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر عارضی کے وقت شیعوں کی پسندیدہ دعا۔	۷۲
۱۹۳	امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی پسندیدہ دعا۔	۷۳
۱۹۶	فصل ہفتم	۷۴
۱۹۶	اٹھ اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے۔	۷۵
۲۰۱	فصل ششم	۷۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۰۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے شوارش سے سچی دوستی رکباد	۷۷
	تقیہ کی علت ہے	
۲۰۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا۔	۷۸
۲۰۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا۔	۷۹
۲۰۵	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح	۸۰
۲۲۰	ابن علی علیہ السلام مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی مدنی کا بیان	۸۱
۲۲۱	باب دوم	
۲۲۲	بحث جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۸۲
۲۲۲	طعن اول	۸۳
۲۲۲	صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (معاذ اللہ)	۸۴
۲۲۳	صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی۔	۸۵
۲۲۴	جواب طعن ۱	۸۶
۲۲۴	تمام صحابہ کرام کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔	۸۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۲۶	روایات شیعہ سے مذکورہ طعن کی تردید۔	۸۸
۲۳۸	چیلنج: دس ہزار روپیہ نعام	۸۹
۲۴۱	برادیت فرغ کافی۔	۹۰
۲۴۱	عسل رسول کے وقت شیخین مسجد میں موجود تھے۔	۹۱
۲۴۲	وفات رسول علیہ السلام پر فاروق و دیگر صحابہ شدت غم سے حواس کھو بیٹھے۔	۹۲
۲۵۰	شبہ اول:	۹۳
۲۵۰	اگر صحابہ محبت رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل سقیفہ میں طلب خلافت کے درپے کیوں ہو گئے۔	۹۴
۲۵۰	ازالہ شبہ:	۹۵
۲۵۱	ثانی اثین الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت صدیقی پر متفق ہو گئے۔	۹۶
۲۵۶	شبہ دوم:	۹۷
۲۵۶	صحابہ کی عدم موجودگی کے سبب جنازہ رسولی دون تک مؤخر رہا	۹۸
۲۵۶	جواب:	۹۹
۲۵۶	حقیقت کا انکشاف	۱۰۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۸	حضرت علی کی نماز جنازہ کی بکثرت، رشیعوں کے نزدیک حضرت علی کی شان اور مرتبہ رسول خدا سے زیادہ ہے۔	۱۰۱
۲۶۰	علی المرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہیں ہوا۔	۱۰۲
۲۶۱	خلافت علی میں کوفہ میں بیسنے والے کون تھے۔	۱۰۳
۲۶۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوفی شیعوں کے کڑوت۔	۱۰۴
۲۶۳	چیلنج :	۱۰۵
۲۶۵	جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں۔ (از کتب شیعہ)	۱۰۶
۲۶۸	نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا	۱۰۷
۲۶۴	طعن دوم	۱۰۸
۲۶۳	ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے۔	۱۰۹
۲۶۵	جواب اول	۱۱۰
۲۶۵	طعن اول کی عبارت کی سند پر جرح	۱۱۱
۲۶۹	جواب دوم	۱۱۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۲	جواب سوم:	۱۱۳
۲۸۶	پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان	۱۱۴
۲۹۳	باب سوم:	۱۱۵
۲۹۳	مناقب اہل بیت	۱۱۶
۲۹۵	مناقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۱۱۷
۲۹۵	فصل اول:	۱۱۸
۲۹۶	آپ کی کنیت، حیدر اور آپ کے اسم گرامی کا بیان	۱۱۹
۲۹۹	فصل دوم:	۱۲۰
۲۹۹	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا بیان	۱۲۱
۳۰۳	فصل سوم:	۱۲۲
۳۰۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ و مقام۔	۱۲۳
۳۰۵	ایک مغالطہ اور اس کا جواب۔	۱۲۴
۳۱۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات کی رعایت	۱۲۵

صفحہ	مضمون	نمبر
۳۲۳	فصل چہارم:	۱۲۷
۳۲۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم مبارک کے بیان میں علم و حکمت کے دس حصوں میں ساڑھے نو حصے آپ کو عطا ہوئے۔	۱۲۷
۳۲۵	علم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے سے پہلے حضرات سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔	۱۲۸
۳۲۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی موت یا خیر تھے۔	۱۲۹
۳۲۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرح علم پیا۔	۱۳۰
۳۲۹	حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت اور مضبوطی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا۔	۱۳۱
۳۳۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا شان نزول جانتے تھے۔	۱۳۲
۳۳۱	حضرت علی المرتضیٰ کا امام اعلان تھا کہ جو چاہو پوچھو۔	۱۳۳
۳۳۲	ایک مشکل ترین سوال کا فی البدیہہ جواب۔	۱۳۴
۳۳۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک بیچیدار مسئلہ کا حل۔	۱۳۵
۳۳۵	حضرت علی المرتضیٰ کی قضاہت کی ایک نادر جھلک۔	۱۳۶
۳۳۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حساب کے بھی امام تھے۔	۱۳۷
۳۳۸	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ظلم نبوت کا خزانہ نہ سمجھتے تھے۔	۱۳۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۴۹	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب حضرت علی المرتضیٰ کو دین کا بہت بڑا عالم سمجھتی تھیں۔	۱۳۹
۳۵۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے سب زیادہ حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔	۱۴۰
۳۵۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ علمائے کابین میں سے سمجھتے تھے۔	۱۴۱
۳۵۳	فصل پنجم:	۱۴۲
۳۵۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی جان نثار کر دینا۔	۱۴۳
۳۵۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۴۴
۳۵۶	سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔	۱۴۵
۳۵۷	حضرت علی المرتضیٰ سید العرب ہیں۔	۱۴۶
۳۵۸	حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی۔	۱۴۷
۳۵۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کرکل جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔	۱۴۸
۳۶۱	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے۔	۱۴۹
۳۶۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے اللہ تعالیٰ اللہ اور اس کے رسول کے محبوب تھے۔	۱۵۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۴۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ڈوبا سوچ بھی آپس کیا گیا۔	۱۵۱
۳۴۵	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔	۱۵۲
۳۴۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔	۱۵۳
۳۴۹	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیر خدا سے عقیدت	۱۵۴
۳۵۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ضرار مدائنی کا اہم روایت رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان۔	۱۵۵
۳۵۴	قیامت کے دن جہنم حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ ہوگا۔	۱۵۶
۳۵۴	حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جنت کے باغات۔	۱۵۷
۳۵۷	فصل ششم:	۱۵۸
۳۵۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ	
۳۵۷	۱۵۹	۱۵۹
۳۵۸	۱۶۰	۱۶۰
۳۵۹	۱۶۱	۱۶۱
۳۵۹	۱۶۲	۱۶۲
۳۵۹	۱۶۳	۱۶۳
۳۵۹	۱۶۴	۱۶۴
۳۵۹	۱۶۵	۱۶۵
۳۵۹	۱۶۶	۱۶۶
۳۵۹	۱۶۷	۱۶۷
۳۵۹	۱۶۸	۱۶۸
۳۵۹	۱۶۹	۱۶۹
۳۵۹	۱۷۰	۱۷۰
۳۵۹	۱۷۱	۱۷۱
۳۵۹	۱۷۲	۱۷۲
۳۵۹	۱۷۳	۱۷۳
۳۵۹	۱۷۴	۱۷۴
۳۵۹	۱۷۵	۱۷۵
۳۵۹	۱۷۶	۱۷۶
۳۵۹	۱۷۷	۱۷۷
۳۵۹	۱۷۸	۱۷۸
۳۵۹	۱۷۹	۱۷۹
۳۵۹	۱۸۰	۱۸۰
۳۵۹	۱۸۱	۱۸۱
۳۵۹	۱۸۲	۱۸۲
۳۵۹	۱۸۳	۱۸۳
۳۵۹	۱۸۴	۱۸۴
۳۵۹	۱۸۵	۱۸۵
۳۵۹	۱۸۶	۱۸۶
۳۵۹	۱۸۷	۱۸۷
۳۵۹	۱۸۸	۱۸۸
۳۵۹	۱۸۹	۱۸۹
۳۵۹	۱۹۰	۱۹۰
۳۵۹	۱۹۱	۱۹۱
۳۵۹	۱۹۲	۱۹۲
۳۵۹	۱۹۳	۱۹۳
۳۵۹	۱۹۴	۱۹۴
۳۵۹	۱۹۵	۱۹۵
۳۵۹	۱۹۶	۱۹۶
۳۵۹	۱۹۷	۱۹۷
۳۵۹	۱۹۸	۱۹۸
۳۵۹	۱۹۹	۱۹۹
۳۵۹	۲۰۰	۲۰۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸۶	فصل ہشتم:	۱۴۳
۳۸۹	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت اور غلبہ خداوندی	۱۴۴
۳۹۰	فصل نہم:	۱۴۵
۳۹۰	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں	۱۴۶
۳۹۵	فصل دہم:	۱۴۷
۳۹۵	شیخین کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا فیصلہ۔	۱۴۸
۳۹۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کر دینے کی دھمکی سنائی۔ جس نے آپ کو ابو بکر سے افضل کہا۔	۱۴۹
۳۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے کو مقتدری کی حد لگانے کی وعید (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	۱۵۰
۴۰۰	کسی کے سینہ میں میری محبت اور شیخین سے بغض جمع نہیں ہو سکتے۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	۱۵۱
۴۰۵	شیخین کی فضیلت کو نہ بکھنے والا جاہل ہے۔ (امام باقر کا قول)	۱۵۲
۴۰۷	حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے۔ (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)	۱۵۳

صفحہ	مضمون	شمار
۴۰۷	آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیعہ کہلانے کے باوجود شیخین کو بُرا جانیں گے۔ وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۴
۴۱۰	شیخین ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۵
۴۱۱	شیخین امت میں افضل ترین ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۶
۴۱۲	شیخین سے محبت علامتِ ایمان اور ان سے دشمنی بدعتی کا نشان ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۷
۴۱۴	شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں ہے۔ وہ دونوں جنتی ہوڑھوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۸
۴۱۵	شیخین مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۹
۴۱۶	ناروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اُن کا نامہ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۸۰
۴۱۸	حضرت ابو الدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین سے آگے چلنے سے منع فرمایا۔	۱۸۱
۴۲۰	فصل یازدہم	۱۸۲
۴۲۰	امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب۔	۱۸۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۲۰	ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا جو دنیا میں عدل ہی عدل قائم کر دے گا۔	۱۸۴
۴۲۱	ان کا لعاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گرتا رہا۔	۱۸۵
۴۲۱	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کی زبان چوستے تھے۔	۱۸۶
۴۲۱	ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ کی نالت پر بوسہ دیا۔	۱۸۷
۴۲۲	امام حسن رضی اللہ عنہ سے پیار سے رکھنے والے کو اللہ پیارا سمجھتا ہے۔	۱۸۸
۴۲۲	اُن کی پیاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لعابِ حن سے بجھائی۔	۱۸۹
۴۲۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو فرمایا "میرے سے ہے"	۱۹۰
۴۲۴	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھوں کی سواری انہیں میسر ہوئی	۱۹۱
۴۲۵	ان کی شکل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھی۔	۱۹۲
۴۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ذریعہ دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی	۱۹۳
۴۲۷	فصل دوازدهم:	۱۹۴
۴۲۷	فضائل امام حسین رضی اللہ عنہ۔	
۴۲۷	حضرت عمر بن الخطاب کے نزدیک احترام حسین رضی اللہ عنہ	۱۹۵
۴۲۸	ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو دیئے	۱۹۶
۴۳۰	ان کا شکم پیغمبر پر بول کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں وہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا۔	۱۹۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳۱	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا تھا کہ انہیں رونے مت دیا کرو	۱۹۸
۴۳۳	گردن سے ٹخنوں تک ان کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشابہت تھی	۱۹۹
۴۳۴	حضور علیہ السلام کا ارشاد و گرامی کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔	۲۰۰
	فصل سیزدہم:	۲۰۱
۴۳۴	امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشترک فضائل۔	
۴۳۴	دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت انور پر سوار ہونا۔	۲۰۲
۴۳۵	ان دونوں کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔	۲۰۲
۴۳۵	حالت نماز میں اپنی پشت انور سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گونے دیا۔	۲۰۳
۴۳۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو پشت انور پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے۔	۲۰۵
۴۴۰	ان کے جنتیوں کے سردار ہونے کی خبر پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔	۲۰۷
۴۴۰	ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو گئے۔	۲۰۷
۴۴۲	یہ دونوں جنت کے زور پڑیں۔	۲۰۸
۴۴۳	دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے۔	۲۰۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۴	ان کی نسی بڑائی خود حضور علیہ السلام نے بیان فرمائی۔	۲۱۰
۲۴۵	حسین کریمین کا فیض و تاقیامت جاری رہے گا۔	۲۱۱
۲۴۶	فصل چہارم:	۲۱۲
۲۴۶	فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔	۲۱۳
۲۴۶	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سرار ہیں۔	۲۱۴
۲۴۷	خاتون جنت کو اپنی موت کا پہلے سے علم تھا۔	۲۱۵
۲۴۹	گھر کی تمام عورتوں سے حضور علیہ السلام کو خاتون جنت رضی اللہ عنہا زیادہ محبوب تھیں۔	۲۱۶
۲۴۹	خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے میدان حشر سے گزرتے وقت اہل حشر نگاہیں جھکا لیں گے	۲۱۷
۲۵۰	عزت حضرت علی المرتضیٰ کی لیکن محبت سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی۔	۲۱۸
۲۵۱	سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بہت سے اوصاف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل تھیں۔	۲۱۹
۲۵۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ کے حق میں مخصوص دعا۔	۲۲۰
۲۵۴	فصل پانزدہم:	۲۲۱
۲۵۴	فضائل سیدہ ام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔	۲۲۲
۲۵۴	تعارف امام موسوی - marfat.com	۲۲۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۵۵	ان کی چند کرامات	۲۲۳
۴۶۲	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ	۲۲۵
۴۶۳	فصل شش دھرم	۲۲۶
۴۶۳	فضائل امام باقر رضی اللہ عنہ	۲۲۷
۴۶۵	ان کی کرامات	۲۲۸
۴۷۴	آپ کی وفات حسرت آیات	۲۲۹
۴۷۵	فصل سیزدھم	۲۳۰
۴۷۵	فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۲۳۱
۴۷۵	آپ کا تعارف	۲۳۲
۴۷۷	آپ کی چند کرامات	۲۳۳
۴۸۳	آپ کی وفات	۲۳۴
۴۸۵	فصل ہشدهم	۲۳۵
۴۸۵	فضائل امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	۲۳۶
۴۸۶	آپ کا تعارف	۲۳۷
۴۸۶	آپ کی علمی وسعت	۲۳۸
۴۸۷	آپ کی کرامات	۲۳۹
۴۹۲	آپ کی شب روز کی عبادت	۲۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۹۳	آپ کی سخاوت۔	۲۴۱
۴۹۶	فصل نو دھم:	۲۴۲
۴۹۶	فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ	۲۴۳
۴۹۶	آپ کا تعارف:	۲۴۴
۴۹۷	آپ کی بعض کرامات	۲۴۵
۵۰۵	آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک	۲۴۶
۵۰۸	فصل دسٹم:	۲۴۷
۵۰۸	فضائل امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی رضی اللہ عنہ	۲۴۸
۵۰۸	آپ کا تعارف۔	۲۴۹
۵۰۹	ان کے بچپن کا ایک عظیم واقعہ۔	۲۵۰
۵۱۰	آپ کی کچھ کرامات	۲۵۱
۵۱۴	فصل یکم ربست:	۲۵۲
۵۱۴	فضائل امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی	۲۵۳
۵۱۴	آپ کی بعض کرامات	۲۵۴
۵۱۸	آپ کا ایثار	۲۵۵
۵۲۰	فصل دوم ربست:	۲۵۶
۵۲۰	امام حسن بن علی المعروف باوی اور حسن عسکری کے فضائل۔	۲۵۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۲۱	آپ کی کرامات کا تذکرہ۔	۲۵۸
۵۲۸	فصل سوم رست:	۲۵۹
۵۲۸	امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔ تعارف	۲۶۰
۵۲۹	ان کے مختصر فضائل و مناقب۔	۲۶۱
۵۳۱	آپ کی شان میں چند عادیات۔	۲۶۲
۵۲۹	فصل چہارم رست:	۲۶۳
۵۲۹	فضائل اہل بیت علیہ السلام۔	۲۶۴
۵۲۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہے	۲۶۵
۵۴۱	اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو بروز حشر شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوگی۔	۲۶۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد

ایک ضروری وضاحت

اس جگہ میں تین باب ہیں۔ جن میں شیعہ لوگوں کے ان اعتراضات کے
 مائل جوابات دیے گئے ہیں جن سے شیعہ لوگ اثبات کرتے ہیں
 زمینوں نے ائمہ اہل بیت کی مقبولہ اور پسندیدہ سنت ”تقیۃ کی مخالفت
 کرتے ہوئے دین کو ضائع کیا۔ اسی طرح سنیوں کے پیشواؤں نے جنازہ
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا۔ اور یہ کہ سنیوں کو اہل بیت کی محبت نہیں ہے شیعہ
 اس پر مزید تبصرہ کرتے ہیں کہ سنیوں کے یہ عقائد ہیں ان کا لفظ ”سنی“
 تک قرآن مجید میں نہیں ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں لفظ شیعہ قرآن مجید
 میں موجود ہے۔ بلکہ جہانیا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ تھے چونکہ یہ سنیوں
 پر شیعوں کی طرف سے کیا گیا ایک بہت بڑا طعن ہے۔ اس لیے میں نے
 یہ ضروری سمجھا کہ ان تینوں ابواب کے شروع کرنے سے پہلے لفظ سنی شیعہ
 کی تفصیلات پر بحث کروں تاکہ دوسرے تمام ابواب میں سنیوں کو مطمئن
 کرنے کے جن اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا لازمی جواب واضح
 ہو جائے۔

شیعوں

کا ایک بہت بڑا طعن

اشیعہ کا لفظ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

لیکن ”سُنی“ کا لفظ نہیں ہے

اہل تشیع بڑی شد و مد کے ساتھ مجھنے لگے بھاڑے اہل سنت کو درغلانے کے لیے ایک جال پھیلاتے ہیں کہ دیکھو تم اہل سنت! ہمیں بُرا بھلا کہتے ہو اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو۔ ایسا نہیں۔ بلکہ سارا لٹا ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں ”اشیعہ“ کا لفظ موجود ہے۔ یعنی ”کا لفظ نہیں“۔ اگر اشیعہ بقول تمہارے اللہ اور اس کے رسول کے منکرو اور ان کے مخالف ہوتے۔ تو قرآن کریم میں بار بار ان کا نام نہ آتا۔ اس لیے شیعہ لوگوں کو ایک ہودی کے پیر و کار بتلانا لفظاً درست نہیں۔ دیکھئے قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس لفظ کو استعمال فرمایا۔ ان مژ شیعۃ لا یزعمون اللہ تعالیٰ کے ”اشیعہ“ ہیں۔ سے ایکسا۔ ابراہیم بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہب اشیعہ کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کا ہے۔ صحیحی تو

اُس بھی اسی کے ایک۔ فرد کھلائے۔ جدا لایا علیہ السلام کا جو فریب تھا۔ وہ آج بھی مقبول و محبوب ہے۔

لہذا شیعوں کو بھی چاہیئے کہ اپنے سُنسُن کھلانے کی بجائے شیعہ کہلایا کریں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر خود اہل سنت کی کتب میں بھی موجود ہے۔ کہ فضی لوہ یا فرقہ صرف "شیعہ" ہی ہے۔ نو پھر کیوں اس سے آشنا بغض و حسد کیا جاتا ہے۔

صواعق مرقہ:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "قُلْتُ:
هَذِهِ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَئِكَ هُمُ نَحِيُّوْنَ الْبَرِّيَّةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
هُوَ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِيَيْنَ
مَرْضِيَيْنَ"

(الصواعق المرقہ ص ۱۶۱ فصل اول)

فی الآیات الواردة فیہم

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت
کریمہ نازل ہوئی۔ ان الذین آمنوا الخ۔ بے شک جو لوگ ایمان
لائے اور نیک کاموں کے پابند رہے۔ وہ بہترین مخلوق ہیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
اور ان کے شیعوں کے لیے اتری ہے۔ وہ بروز حشر راضی رہیں گے
اور اللہ تعالیٰ ان کو راضی کر دے گا۔

یہ طس المی تیشیع کے منظر اور مبلغ اعظم مولوی اسماعیل سید نے فتوحات شیعہ

ص ۷۰ پر بعنوان شیعہ کے حق میں پیشین گوئی، اور ص ۱۵۳ پر بعنوان مذہب شیعہ قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

مذکورہ طعن کے تین ارکان

۱۔ قرآن کریم میں شیعہ کا نام تو ہے لیکن سُنی کا لفظ موجود نہیں

۲۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام شیعہ تھے۔

۳۔ شیعوں کا جنتی ہونا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے۔

ان تین باتوں سے ثابت ہوا کہ مذہب شیعہ ہی حق ہے اور اس کے پیروکار ہی جنتی ہیں۔ اور مذہب سُنی کوئی اصل نہیں رکھتا اس لیے جنت کے خواہش مندوں کو شیعہ کہلاتا پایا بیٹے۔

جواب رکن اول:

طعن مذکور کے رکن اول میں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ شیعہ کا لفظ تو قرآن مجید میں موجود نہ دسٹی، کا لفظ نہیں۔ یہ قرآن کریم سے تلاوت ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور حقیقت میں مترجم اور اس کے ساتھی قرآن کریم کا علم رکھتے ہی نہیں۔ اس کی وضاحت ہم دو تحریکات قرآن، کے ضمن میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ دسٹی، اُسنی کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ چند مقامات پیش خدمت ہیں۔

”سنت“ کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے چند

آیات بطور حوالہ درج ذیل ہیں

آیت نمبر (۱)

سنة الله في الذين خضعوا من قبل وكان امر الله
قدرا مقدورا۔

(سپ۔ ۲۲۔ ۲۷)

ترجمہ:

خدا کا طریقہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔ ایک ہی چلا آتا ہے۔ اور خدا کا
حکم ایک حد پر اندازہ کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر (۲)

يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي فِيكُمْ
فَيُطَهِّرَكُمْ وَيُثَبِّتَ عَلَيْكُمْ۔

(سپ۔ ۲۷۔ ۶۷)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تمہارے لیے پہلے لوگوں کے طریقے
بیان فرما دے۔ اور ان کی طرف راہنمائی کر دے۔ اور تم پر رجوع
فرمائے۔

آیت نمبر (۱۳)

سُنَّةٌ مِّن قَدَرٍ سَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لُسُنَيْنَا
فَخَوِيلًا

(پ ۱۵ ع ۱۸)

ترجمہ:

طریقہ ان رسولوں کا جو آپ سے قبل اہم سنبھیلے تھے۔ اور تم ہمارے
طریقہ کی ہیر پھیر نہ پاؤ گے۔

آیت نمبر (۱۴)

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَلَكِن تَحِدِ لِمَن تَبْدِيلُهَا

(پ ۲۶ ع ۱۱)

ترجمہ:

اللہ کے طریقہ کے مطابق جو پہلے سے ہوتا چلا آیا اور تم اللہ کے طریقہ
کو ہرگز تبدیل نہ کر پاؤ گے۔

آیت نمبر (۱۵)

قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ

(پ ۱۷ ع ۱۱)

ترجمہ:

پہلے کے طریقہ پہلے سے ہیں۔

آیت نمبر (۶)

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي سُنَّةٍ الْكَوَلِينَ-

(پ ۱۵ ع ۱۹)

ترجمہ:-

مگر یہ کہ آگیا ان کے پاس طریقہ کر رہے لوگوں کا

آیت نمبر (۷)

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَيْرَ هُنَا لِكَ
الْكُفْرُونَ

(پ ۲۲ ع ۱۲)

ترجمہ:-

اللہ کا طریقہ جو اس کے بندوں میں ہو گزرا۔ اور کافروں کو اس سے میں
بڑے۔

آیت نمبر (۸)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ
وَإِنْ يَعُودُوا أَفَنَنْدِمُهُمْ سُنَّةُ الْكَوَلِينَ-

(پ ۹ ع آخری)

ترجمہ:-

کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہ معاف

کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر وہ پھر سے لوٹ کر گزریں اُگلے۔ تو پھر پہلے
سے گزرے لوگوں کا طریقہ ان کے ساتھ بھی برتا جائے گا۔

آیت نمبر (۹)

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

(پٹ-۱۵۷)

ترجمہ:

اللہ کا طریقہ گزرے لوگوں کے بارے میں۔ اور تم اللہ کے طریقے میں
تبدیلی دپاؤ گے۔

مذکورہ آیات کو ہمیں اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کے طریقہ اور اسے
کو ”سنت“ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ خصوصاً بعد الانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے
طریقہ مبارک کو ”سنت“ کہا گیا۔ اور اس بات کو اہل قریش کے مجتہدین و مفسرین بھی تسلیم
کرتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین:

رَبِّهِ يُدْأِ اللَّهُ مُمِي خَاطِرُهُ (بُيُوتِ نَكْمُ) مَا بِيَانِ كُنْ رَأْسُ شَمَا ...
رَوَيْتُ يَحْكُمُ) دَرَاهِ نَمَا يَحْكُمُ شَمَا رَأْسُ كُنْ الْكُذِبُ رَأْسُ كُنْ أَمَّا كُذِبُ
(وَيْتُ كُنْ يَحْكُمُ) بِسِيشِ اَزْ شَمَا لَعْنِي وَرَيْنِ اَزْ رَأْسِ مِ دَاسْمِ اَسْمَاعِلِ .

آل تفسیر منہج الصادقین جلد سوم ص ۷۸

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ ۱۵

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تاکہ تمہارے لیے بیان کرے اور تمہیں لاسے

دکھائے اُن لوگوں کی راہوں کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے یعنی حضرت
ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین کی طرف۔

قرآن کریم میں لفظ "سنت" کے ذکر جو نے سکے بارے میں ہم نے آیات
درج کی ہیں۔ آپ اُن میں خود فرمائیں۔ تو دو چیزیں سامنے آئیں گی۔ اول یہ کہ بعض مقامات
میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف مضاف کیا۔ یعنی سنت اللہ (اور بعض آیات میں
میں اس لفظ کی اضافت اس کے نیک بندوں یعنی حضرات اہل بیت کے کرام کی طرف کی
گئی ہے۔ اہل سنت کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش بختی ہے کہ انہوں نے
اپنے طریقہ کے امتیاز کے لیے وہی لفظ استعمال کرنا پسند کیا جس کی اضافت
اللہ اور اس کے رسولوں کی طرف ہے۔ لفظ "سنت" کا ایسا امتیازی استعمال کتب
شیعہ میں بھی اس کی تصدیق و تائید موجود ہے۔

لفظِ سنت کی عظمت کتب اہل تشیع میں فروع کافی:

فَمِنْ رَّغَبٍ عَنْ سُنَّتِي فَلَئِنْ مِثِّيْ

دو سائل الشیخ جلالہ صوفی کتاب النکاح باب کراہۃ العزوبہ مطبوعہ تہران جامعہ

ترجمہ:

جو بھی میری سنت سے منہ پھیرے گا۔ وہ میرا نہیں ہے۔

جلال العیون:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے منہ منور
کی طرف ردائے کی دوران ایک عظیم نغمہ و بیخ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں یہ الفاظ

بھی تھے۔

جلاد العیون؛

”وہیبت می فرمود ایشال را کہ دست از سنت و امر نیکہ او بردارد“

(جلاد العیون جلد اول صفحہ نمبر ۵۹)

فعل جہارم در بیان وصیت مطہرہ

آہران جدید

ترجمہ:

آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب فرمایا کہ ان کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو وصیت فرمائی۔ کہ میری سنت اور میرے طریقے سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ یعنی اس کی پابندی کر۔ تھے رہنا۔

معافی الاخبار؛

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُسْتَمَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا وَجَدْتُكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَاتِعَةً
لَكُمْ بِهِ لَا عُدْرَ لَكُمْ فِي تَرْكِهِ وَمَا لَمْ يَكُنْ
فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا نَتَّهِهِ سُنَّةً
وَبِحَقِّ قَلَّ عُدْرَ لَكُمْ فِي تَرْكِ سُنَّتِي۔

(معافی الاخبار تصنیف ابن بابویہ قمی)

ص ۱۵۶ باب معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

معافی الام مطبوعہ بیروت طبع مجدد

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے اباؤ اجداد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں جو حکم اللہ رب العزت کی کتاب میں سے ملے۔ تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے چھوڑنے پر کوئی عذر تم میں نہیں کرنا چاہیئے۔ اور وہ حکم جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے نہ ملے۔ اور اس بارے میں میری طرف سے کوئی سنت مل جائے۔ تو پھر میری سنت کے ترک میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔

قرآن حکیم کی آیات اور شیعہ مفسرین و مجتہدین کی کتب معتبرہ میں سے اہم آپ پر پڑھ چکے کہ لفظ دوستی، کئی دفعہ مذکور ہوا۔ اور اس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف یا اپنے برگزیدہ بندوں کی طرف کی۔ اس لیے ہمیں اس پر فخر ہے۔ کہ ہم منسوب الی سنت یعنی نئی کہلائے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ پھر سنت پر عمل کرنے کی عود و حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی۔ اور اس کے تارک کے متعلق فرمایا۔ وہ ہمارا نہیں۔ نتیجہ یہی سامنے آیا۔ کہ معتزلین کا یہ کہن۔ کہ ”مثنیٰ“ کا قرآن وحدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ محض لامطمی پر مبنی ہے۔ اور جہالت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب رکن دوم:

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے۔

marfat.com

Marfat.com

و ان من شیعۃ لا براہیم۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام اس کے شیعوں میں سے ہیں۔ اس آیت میں اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیعہ کہا گیا ہے لیکن اس سے مراد موجودہ دور کے شیعہ نہیں۔ اور نہ ہی در شیعان علی، زین، جواد اس خاندان کی غیر کاسر جمع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اب معنی یہ ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے شیعوں میں ایک شیعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔

لہذا اس آیت کو یہ سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موجودہ شیعوں میں سے تھے۔ بالکل غلط اور قرآن کریم کی تاویل غلط ہے۔ خود اہل تشیع مانتے ہیں کہ اس آیت کو یہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کا شیعہ کہا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان:

وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَابْرَاهِيْمَ اَمْحٰ وَ اِنَّ مِنْ شِيعَةِ نُوْحٍ اِبْرَاهِيْمَ يَعْنِي اَنَّكَ عَلٰى مَنَاجِحِهِ وَ سَلَقْتَهُ فِي الشَّوْبِ وَ الْعَدْلِ وَ اتِّبَاعِ الْحَقِّ۔

تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰ جزء ۱
ص ۴۴۹ پارہ نمبر ۲۲ مطبوعہ تہران
مجمع جدید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہ اور بے شک ابراہیم اس کے شیعہ میں سے ہیں۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے شیعہ میں سے ہیں مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اسی طریقہ اور اسی راستہ توحید و عدل اور اتباع حق پر تھے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا۔

اوپر جس طرح آیت مذکورہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موجودہ دور کے شیعوں اور
شیعان علی میں سے ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس آیت مبارکہ سے یہ بھی
ثابت نہیں ہوتا۔ کہ شیعوں میں ہی حق ہے۔ اور یہی پاکیزہ مسلک ہے۔ کیونکہ لفظ ”شیعہ“
کے معنی گروہ کے ہیں۔ جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ ”دشیمان علی“، حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرفداروں کو اور ”دشیمان معاویہ“ حضرت امیر معاویہ کے
حمایتیوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی مذہب کا نام نہیں۔ بلکہ کسی ایک گروہ پر لفظ شیعوں کا
اطلاق ہوتا ہے۔ وہ نیک لوگوں کا ہو یا بُرے لوگوں کا۔ خود قرآن کریم نے اسے
گروہ کے معنی میں استعمال فرمایا۔ جس میں نیک و بد کا امتیاز نہیں۔

قرآن کریم میں یہ سو دو نصاریٰ فرعونوں اور جنوں کو بھی شیعہ کہا گیا ہے۔

آیت نمبر (۱)

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا

(سجۃ ۵)

ترجمہ:

بے شک فرعون زمین میں بڑا اٹھ اٹھا۔ اور زمین پر بسنے والوں کو شیعہ گروہ
درگروہ کر دیا۔

آیت نمبر (۲)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ذُنُوبُهُمْ وَكَافَتْهُمْ شِيَعَاتُهُمْ مِنْهُمْ فِي

(سجۃ ۷)

کُفْرِهِمْ۔

ترجمہ:

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو کفر کے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور

وہ شیعوں (گروہ) تھے۔ اسے صیب آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت نمبر (۳)

قُلْ مُوَقِّلًا عَلٰی اَنْ يَّبْعَثَ عَلٰیكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ
اَوْ مِّنْ تَحْتِ اَرْضِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا

(پٹ۔ ۱۲۷)

ترجمہ:

فرمادیجئے۔ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے یا پاؤں
کے نیچے سے عذاب بھیجے۔ یا تم کو شیعہ (گروہ درگروہ) بنا کر
باہم ملائے۔

آیت نمبر (۴)

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِيَارَهُمْ
وَكُلًّا شِيْعًا

(پٹ)

ترجمہ:

ممن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان مشرکین میں
سے زہر جاؤ۔ اور وہ شیعہ ہو گئے۔

آیت نمبر (۵)

فَوَرَبِّكَ لَشَرٌّ لَّهُمْ وَالْقَيْطُونَ ثَمَرٌ لَّنَحْمِلُهُمْ فَهَرَحُولُ
جَهَنَّمَ جَنًّا ثَمَرًا لَّنَزَعُنْ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اِتِّعَامًا شَا

سَلِّی الرَّحْمٰلِیْنَ عَلَیْہَا۔

(دُعا ۴۷)

ترجمہ:

اُپ کے پروردگار کی قسم: ہم ضرور انہیں اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے۔
پھر جنہم کے ارد گرد ہم انہیں لاکھڑا کریں گے۔ پھر ہر شیعہ (گروہ) سے ان
لوگوں کو ملیندہ کر دیں گے۔ جو ان میں اشد تعالیٰ کے ساتھ سرکشی کا رویہ
رکھتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! مذکورہ آیات قرآنیہ میں کہیں تو لفظ شیعہ اور کہیں شیعہ دار
ہے۔ پہلا مفرد اور دو سراس کی جمع ہے۔ لیکن ان تمام آیات میں اس لفظ سے مراد
دو مذہب شیعہ نہیں ہے۔ سب ہم دنیا کے شیعیت کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ دو باتوں میں
سے جو ایک چاہیں اختیار کریں۔ اول یہ کہ شیعہ کا معنی گروہ ہے۔ دوم یہ کہ اس لفظ
سے مراد دو مذہب شیعہ ہے۔

اگر حقیقی اول تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر یہ کہنا کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ دو مذہب
شیعہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بالکل غلط اور لاطبی کا منظر ہے۔ کیونکہ گروہ عام
مراد ہے۔ چاہے وہ کسی مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ گروہ بزرگ کو شیعیانِ بزرگ، گروہ
کو شیعیانِ مٹی، گروہ فرعون کو شیعیانِ فرعون کہا جاتا ہے۔

اور اگر دوسری شق مراد ہو۔ تو پھر ان آیات میں مذکور اس لفظ سے مراد بھی
یہی ہوگا۔

۱۔ فرعون نے جب زمیں میں سرکشی کی تو اس نے لوگوں کو شیعہ بنا

دیا۔

۲۔ جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا وہ شیعہ تھے

۳۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور پیغمبر ہر طرف سے عذاب دے گا وہ شیعہ ہوں گے۔

۴۔ اور تم مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور شیعوں کو گئے۔

۵۔ پھر ہم ان شیعوں کو کچھ کچھ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

فرا بتلایئے کہ ان آیات میں لفظ شیعہ واقعی وہ مذہب شیعہ ہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر ایسے ہے۔ تو پھر اس مذہب کے ماننے والے فرعون کا نشانہ دین کے ٹکڑے کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق، شرک کرنے والے اور دوزخی ہوئے۔ مالا نکو تم اپنے حق پر اور حقیقی ہونے کا غرور کر رہے تھے کہاں تمہارا دلائل اور کہاں قرآن کریم کا مذکورہ کلمات میں لفظ شیعہ کا مفہوم؟ اس کے باوجود اگر تمہیں امر ہے۔ کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ ہر جگہ ہمارے مذہب حق کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ تو پھر تمہیں اس لفظ کا مستحق ہونے کا ڈیرہں مبارک ہو اور اس میں مزید ترقی نصیب ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی شان دیکھ کر شیعہ ہونے اور بننے کی قحاک کی شیعہ فرقہ کی گپ۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ **وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ** سے اہل تشیع نے حقیقت میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے شبہوں کی عظمتِ شان کا علم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شیعہ بننے کی دعا کی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ یعنی آپ نے باوجود رسول و پیغمبر ہونے کے شیعہ ہونے کی تمنا کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین:

در حدیث آمدہ کہ چوں حق سبحانہ حکومت آسمان و ارض پر ابراہیم نمود ابراہیم بجانب عرش نگزیدت نور عظیم دید گفت خداوند ملایں چہ نور است گفت نور حبیب و منی من محمد صلی اللہ علیہ وسلم است گفت در جنب آن نور دیگر می بینم گفت بل در دو سوی او ملی لمن ابی طالب (ع) استغنا... گفت خداوند نور دیگر می بینم نزدیک ہر دو نور خطاب آمد کہ نور فاطمہ زہرا است دختر سید الانبیاء و زویر خیر الاولیاء..... گفت خداوند نور دیگر می بینم نزدیک ایشان فرمود کہ آن دو نور دو فرزند من سے اند حسن حسین..... گفت خدا یا نور ہائے بسیار می بینم کہ اگر وہ ایشان در آمدہ اند من نور من نور ہائے شیعان

و مہمان علی اند و فرزندان او..... ابراہیم گشت خداوند مرا شیخ و فرزندان
 او گردان حق تعالی دعا سے اور راہ اجابت فرمود۔ و اور او غل شیعیان.....
 امیر المومنین (ع) اگر دانیہ و رسولی خود را از آل خیر وادہ فرمود کہ ان من شیعتہ
 لا براہد۔ بعد ہستی کہ ابراہیم از جمہ شیعیان علی ابن ابی طالب است ملاقات
 اللہ علیہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۳ ص ۴۷۴)
 پہلے سورۃ الصافات مطبوعہ تہران

ترجمہ:

مدریث پاک میں آیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کو ملکوت، آسمانی کی سیر کرائی۔ تو اس دوران انہوں نے عرش کی طرف دیکھا
 وہاں ایک بہت بڑا نور نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ خداوند! یہ کیا نور
 ہے؟ فرمایا۔ یہ میرے حبیب اور معنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 نور ہے۔ کہنے لگے۔ اس کے پہلو میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ
 کس کا ہے؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور معنی جناب علی بن
 ابی طالب کا ہے۔ کہا۔ یا اللہ! میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ جو ان
 دونوں کے قریب ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہ نور فاطمہ زہرا کا ہے۔ جو
 سید الانبیاء کی بیٹی اور خیر الامم کی زوجہ ہیں..... حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے عرض کیا۔ اے اللہ! مجھے ان کے قریب دو اور نور نظر آ رہے ہیں۔
 وہ کس کے ہیں؟ فرمایا یہ دونوں نور حسن حسین کے ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ
 کے فرزندی ہیں..... پھر عرض کیا خدا! یہ کونساں اور نور ہست
 نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ کن لوگوں کے ہیں؟ فرمایا یہ نور حضرت علی المرتضیٰ

کے شیعوں ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے فرزندوں کے ہیں۔۔۔
 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ خداوند! مجھے بھی علی المرتضیٰ کے
 فرزندوں کا شیعہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی۔ اور انہیں شیعیانِ مٹی میں
 داخل فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیا۔ ان من شیعۃ
 لابرہیم (بے شک علی المرتضیٰ کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں)۔
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک شیعہ ہونا اتنی عظمت رکھتا
 ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر اور نبی بھی اس کا متمنی تھا۔ نبوت سے کہیں بڑھ کر مقام شہادت
 ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
 ”و شیعیان مٹی“ میں داخل ہونے سے پہلے کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا۔ ایک شیعہ ہونا اور
 دوسرا امت و ایسے مقام میں۔ جن میں سے ایک کی تمنا اور دوسرے کا اقرار ہر
 پیغمبر کے لیے لازم تھا۔ انوارِ نماز جلد اول ص ۲۵ کا ایک حوالہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ غرور میں اس لیے پھینکا گیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضراتِ امت
 اہل بیت کی امامت میں تردد تھا۔ لیکن امامت کے انکار و تردید کی سزا اور وبال مرت
 یٰ انہیں جو نازل ہوا۔ بلکہ سرے سے اسلام سے ہی ہاتھ دھو ڈالنا ہے۔

تفسیر فرات کوئی:

وَعَرِضَتْ وَلَا يَحْكُمُ عَلَيَّ السَّمَوَاتُ وَ
 أَهْلِهَا قَبْلَ وَلَا يَتَنَمَّ كَأَن عِندِي
 مِنَ الْمُمْتَرِّ بَيْنَ وَ مَنْ جَعَلَهَا كَأَن
 عِندِي مِنَ الْكُفَّارِ۔

(تفسیر ذات کوئی سیء مطلوب و نفع
اشرف البیع قدیم۔)

ترجمہ:

(اے ایمان اہل بیت!) تمہاری ولایت تمام آسمانوں اور اس کے
باشندگان پر عرش کی گئی۔ تو جس نے قبول کر لی وہ میرے نزدیک
مقربین میں سے ہو گیا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا۔ وہ میرے نزدیک
کافر ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

روایت بالامین ائمہ اہل بیت کی ولایت امامت کی باہمیت بیان ہوئی
کہ تمام لوگوں پر اس کا اقرار کرنا لازم قرار دیا گیا۔ جس نے کر لیا۔ وہ ائمہ کا مقرب اور
جو ممکن ہو اہل کافر ہو گیا۔ اور کچھ روایتیں (انوار نہایت والی) آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار امامت میں تردد کیا۔ تو اس کی وجہ سے وہ
نار فرود کی آگ میں ڈالے گئے۔ ان دونوں روایتوں کو اکٹھا کریں۔ تو نتیجہ کوئی
بچلے گا۔

منصب امامت کا انکار کفر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع میں
انکار کیا۔

لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام و معاذ ائمہ کفر کے مرتکب ہوئے۔
اہل تشیع کے فتویٰ سے ائمہ کے غیل بھی نہ بچ سکے۔ حالانکہ ان کی ہی امامت
کے متعلق آیت میں بحث ہو رہی ہے۔ پینمبری کے بعد انہوں نے شیعہ ہونے

کی تنہا کی۔ وہ پوری ہوئی۔ پھر امامت چاہی۔ وہ لی گئی۔ تو بیک وقت آپ اللہ کے
پیغمبر شیعہ اور امام بھی ہوئے۔ اور ہر ائمہ اہل بیت کی امامت میں تزداد کے باعث
غضب میں مبتلا ہوئے۔ اور انکار امامت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج و ادھر
خود شیعوں کو اپنے بارے میں دعوائے کہ ہم سچے ہیں اور جنتی ہیں۔ خود فرمائیں یہ مذہب
شیعہ اپنے معتدین کو شقی بنائے۔ اور اللہ کے غلیل کو نار و نرو میں ڈالے۔ اور کفر تک
پہنچا دے۔ کیا یہ عقیدہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے۔ شرم کرنا چاہیے۔
فاعتدوا یا اولی الابصار

جواب اول رکن سوم

يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

رَاضِينَ مَرْضِيَّينَ

پرکرمش

مولوی اسماعیل تسمی نے جو اہل حق و صحیح سے ایک روایت میں ان الفاظ نقل کی کہ
 "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعہ قیامت میں اس حالت میں جنت
 میں جائیں گے کہ اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے کہ تو اس سے اسماعیل نے
 ثابت کیا کہ شیعہ ہی اللہ کا پسندیدہ طبقہ ہے۔ اور یہی لوگ جنتی ہیں۔ موصوفی و محرقین تو اس
 سے بڑھ کر بھی اسی جگہ ہی صغیر رکھا ہوا ہے۔ شیعوں کی شان میں یہاں یہ الفاظ صحیح و درست
 يَا اَبَا الْحَسَنِ اَنْتَ وَشِيعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ۔

اسے ابو الحسن! تم اور تمہارے شیعہ سب جنتی ہیں۔

اس روایت کے الفاظ سے اہل تشیعہ اس قدر خوش و مطمئن ہیں۔ اور اپنے حق میں
 مژدہ بگھتے ہوئے استغناء سے فیاض ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا بھی دین سے
 دور پلے جائیں۔ اور کسی ہی سبب عملی اور بدعملی ہم میں ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا
 جنتی ہونا مقرر ہے۔ اور ناقابلِ تنسیخ حقیقت ہے۔ مجاہد ائمہ اربعہ کو ابھی
 طرح یاد ہے کہ آٹھ سے تیرہ چالیس سال قبل کہ لڑائی شاہ میں اسی مولوی اسماعیل

کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ اسماعیل شیخی نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا ہوا اگر
 مان بھی لیا جائے کہ ہم نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ تو پھر بھی ہم جنتی ہی ہیں۔
 کیونکہ شیعوں کی معتبر کتاب میں ہمارا جنتی ہونا تحریر ہے۔ کاش صواعق محرقہ کی مکمل عبارت
 تحریر ہو جاتی۔ تو ذہول کا پول کھل جاتا۔ اور دودھ پانی ٹکھڑا ہوتے۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو
 صواعق محرقہ :

أَشْرَجَ الْحَاضِرُ جَمَالَ الدِّينِ الذَّرَنْدِيِّ عَنِ
 ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ
 لَعَنَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْليُّ
 هَوَانَتَ وَشِيعَتِكَ تَائِيًا أَنْتَ وَشِيعَتُكَ
 يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَاضِينَ مَرْضِيَيْنَ وَيَأْتِي
 عَذُوكَ غَضَبَانًا مُقْمَحَيْنَ . قَالَ وَمَنْ
 عَذُوِّي قَالَ مَنْ شَبَّهَ مِنْكَ وَلَعَنَكَ وَخَيْرُ
 السَّابِقِينَ إِلَى خِلْفَةِ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 طُوبَى لَهُمْ قِيلَ وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 قَالَ شِيعَتُكَ يَا عَلِيُّ وَمُحِبُّوكَ فِيهِ كَذَابُ
 وَاسْتَحْضِرْ مَا مَرَّ فِي صِفَامَةِ شِيعَتِهِ وَ
 اسْتَحْضِرْ أَيْضًا الْأَخْبَارَ السَّابِقَةَ فِي
 الْمُقَدَّمَاتِ أَوَّلَ الْبَابِ فِي الرَّافِضَةِ وَأَخْرِجِ
 الدُّارَ قُطَيْبِي يَا أَبَا الْحَسَنِ أَمَا أَنْتَ وَشِيعَتُكَ
 فِي الْجَنَّةِ وَأَنَّ قَوْمًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يُحِبُّوكَ
 يَصْفُرُونَ الْإِسْلَامَ ثُمَّ يَلْفُطُونَ بِمِرْقُونِ

مِنْهُ كَمَا يَمُرُّ السَّيْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ لَهُمْ نَبَذٌ يَقَالُ لَهُمُ
الرَّاٰفِضَةُ فَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ فَقَاتِلْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُقْسِرُونَ
قَالَ الذَّارِقُطْنِي لِهَذَا التَّحْدِيثِ عِنْدَنَا طُرُقَاتٌ كَثِيرَةٌ
شَقْرًا أَخْرَجَ عَنْ أَيْمٍ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ
لِي سِدِّي وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي
فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ فَتَبِعَهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَاصْحَابُكَ
فِي الْجَنَّةِ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْتَ مِمَّنْ
يُحِبُّكَ أَقْوَامٌ يَصْعُقُونَ الْإِسْلَامَ يَكْنُظُونَ وَيَقْرَعُونَ
الْقُرْآنَ لَا يُجَابِزُونَ أَهْلَهُمْ لَهُمْ نَبَذٌ يَقَالُ لَهُمُ
الرَّاٰفِضَةُ فَجَاهِدْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُقْسِرُونَ فَاسْأَلُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْعَلَامَةُ فِيهِمْ قَالَ
لَا يَشْهَدُونَ الْجُمُعَةَ وَلَا جَمَاعَةً وَ
يَطْعَمُونَ عَلَى السَّلَفِ.

دعائی محرق فی الدنیا علی الملک البدیع
مالازقہ تلمیذ ابن حجر مکی رحمہ اللہ
ص ۱۶۱ مطبوعہ مصر

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مافظہ جمال الدین ذرندی
نے روایت کرتے ہوئے کہا۔ فرمایا۔ جب آیت ان الذین

اعتوا و عملوا الصالحات اولئك هم خير البرية
 نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے
 فرمایا یہ آیت تیرے اور تیرے شیعوں کے بارے میں ہے۔ تم اور
 تمہارے شیعوں قیامت میں اللہ سے راضی ہو کر ملے ہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ
 کے عرش کے سایہ میں بیعت کرنے والوں میں سے بہتر ہوں گے۔
 لہذا انہیں بہت مبارک ہو۔ اور نیز سے دشمن اللہ کے غضب اور لا انتقام
 کا نشانہ بنیں گے۔ پوچھا میرے دشمن کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ تجھ سے کٹ
 جائیں گے۔ اور تجھ پر لعن طعن کریں گے۔

(ابن حجر مکی مصنف کتاب فرماتے ہیں) اس روایت میں دو کذاب
 ہیں۔ اور یہ بھی ذہن میں ماضر ہونا چاہیے۔ جو اس کتاب میں حضرت علی
 المرتضیٰ کے شیعوں کی صفات مذکور ہو چکی ہیں۔ اور وہ روایات بھی سامنے
 رہنی چاہئیں۔ جو شروع کتاب کے مقدمات میں گزر چکیں۔ خاص کر پہلا
 باب جو رافضیوں کے متعلق تھا۔ دار قطنی نے ایک روایت کا اخراج کیا
 وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے ابوالحسن!
 تم اور تمہارے شیعوں جنت میں جائیں گے۔ اور تصحیحاً ایک قوم اپنے
 متعلق زعم پر رکتی ہوئی۔ کہ وہ تم سے محبت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام
 کو بالکل خیر جانیں گے۔ پھر اسے بالکل ہی بھینٹک دیں گے۔ اور
 اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیرا کمان سے۔ ان میں
 سے ایک جماعت کو درافضہ، کہا جائے گا۔ سو اگر وہ تمہیں بی جائیں۔
 تو ان کے غلامت صفت آزاد ہو جانا۔ وہ مشرک ہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں۔
 اس روایت کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس کئی سندوں کے

فریق ہیں۔

پھر دارقطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر فرماتے ہوئے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک راست میرے پاس قیام پذیر تھے اور حضرت خاتونِ جنت تشریف لائیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ بھی اُن پہنچے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اسے علیؑ! تم اور تمہارے ساتھی، تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں۔ خبردار! اگر وہ ہندو ہندو ساتھ محبت کے دعویداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے۔ جو اسلام کو حقیر سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کو جھوٹوں گے۔ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان میں سے ہی ایک گروہ ہوگا۔ جو ”دوافضہ“ کہلائے گا۔ تو ان کے ساتھ جہاد کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہوگی۔ فرمایا وہ نہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنے مسجد میں حاضر ہوں گے۔ اور عام پانچ وقتی جماعت میں شمولیت کر لیں گے۔ اور گز سے بزرگانِ دین پر لعن طعن کریں گے۔

مواقعِ محرقہ کی عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں شیعیانِ علی کے منہجی ہونے کی غرضی خبر ہی موجود ہے۔ لیکن ان کی علامات تلاش کر لیں۔ وہ کون ہیں پائی جاتی ہیں ان علامات کی بنا پر کہ مہرِ راست و وضاحت کے ساتھ اس سے مراد دو امامی شیعہ، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تمام تبراہی اور طعن پر طعن کے مستعد ہیں۔ جیسا کہ آپ ان مطالب میں ان کی کارکردگی دیکھ چکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو ان کے دشمن کی علامات بتلائی ہیں اور ان کے علامات بوجہ ان کے شرک ہونے کے جہاد کا حکم دیا۔ اور ان مشرکوں تبراہیوں اور قرآن و حدیث کے احکام سے روگردانی

کرنے والوں کو درافضہ، فرمایا۔ تین ملائیں تلاش کریں۔ اور دیکھیں کون ان سے مصروف اور مشغول ہیں۔

بجب بھی شدید مسلک ذہن میں آتا ہے۔ تو فوراً اس کے ساتھ مساجد کی جگہ اہم باڑے، عزت خانے اور ماتم کرے سامنے آتے ہیں۔ اور ان کی مجالس و محافل میں فضائل و مصائب اہل بیت کے نام پر حضرات صحابہ کرام اور صلعت صالحین پر تیروں کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ پس پٹنا، تعزیرہ داری کرنا، سینہ کو پی، ذوالجناح کی پوچا پاٹ، متد اور مردوزن کا اختلاط ان کے اجتماعات کی غرض ہوئے تھے چنانچہ وقتہ غازی کی جماعت اور نہ جمعہ کا قیام حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت نے بہت عرصہ قبل ان کی علامات بیان فرمادیں۔ اور ان علامات والوں کو فرمایا۔ اسے علی! یہ تمہارے دشمن ہیں۔ آج دشمنان علی! نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق دو مہمان علی!، نام رکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ صواعق عذوق کی عبارت سے اہل تشیع کا بستی ہونا تو درکار مسلمان آہا بھی ثابت نہیں۔ لہذا اہل تشیع کو اس عبارت پہ نہیں نہیں بھائی پائیں۔ بلکہ ان علامات کو چھوڑ کر سچے اور حقیقی دو مہمان علی! بنا چاہیے اور حقیقی مہمان علی!، اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ تمہاری کہ۔ میں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

جامع الاخبار:

مَنْ مَاتَ هَكَذَا حَبِيبًا لِي مُحْتَبِدًا مَاتَ هَكَذَا اَللّٰهُ وَلِلْبَاقِيَةِ

(جامع الاخبار ص ۱۸۸ / الفصل

المواعظ والاشلاخون والمائة

فی الموت۔ مطبوعہ نجف، شرف،

ترجمہ:-

جو شخص محبت اہل بیت و آل محمد پر فوت ہوا۔ وہ سنت اور جماعت

پر فوت ہوا۔

۔ اہل سنت و جماعت میں۔ کہ جن کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔

جامع الاخبار:

وَلَيْسَ عَلَى مَنْ مَاتَ عَلَى الشُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ
النَّارِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَا مُحَمَّدُ مَنْ أَحَبَّ
الْجَمَاعَةَ أَحَبَّ اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةَ
أَجْمَعِينَ۔

جامع الاخبار ص ۸۷ فصل

السادس والثلاثون في

صلوة الجماعة۔ مطبوعہ

نجمہ شرف

ترجمہ:-

اور جو شخص مذہب اہل سنت و جماعت پر مرے گا۔ اس کو قبر کا عذاب

نہ ہو گا۔ اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جو جماعت کو دوست رکھے گا۔ اس کو اللہ اور تمام فرشتے محبوب

رکھیں گے۔

کشف الغمہ:

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

الْأَمَنَ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا أَلَا
وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مَغْفُورًا
لَهُ وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا أَلَا
وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا
مُسْتَكْمِلًا الْإِيمَانِ أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ
بَنَسَرَ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ وَمُنْكَرًا وَكَيُفَرًا أَلَا وَمَنْ
مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يَرْفُتُ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تَرَفَّتُ
الْعُرُوسُ إِلَى بَيْتِ رَفِجِهَا أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ
آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنَّةِ أَلَا
وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ
مَزَارًا لِلْمَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ
آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

دکھت الغزنی صفرۃ الائمہ طبرانی

ص ۱۰۷ باب ما جاء فی

حجۃ علیہ السلام علیہ

تبریز میں بدید

ترجمہ :-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگاہ رہو جو بھی آل محمد کی محبت
میں مر جائے گا۔ وہ شہید مرنے گا۔ اور جو بھی آل کی محبت میں جان دے
گا۔ اس کی بخشش ہو جائے گی۔ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔ اور وہ کامل ایمان
مومن کی صودت میں دنیا سے رخصت ہوگا۔ اس کو ملک الموت اور

مگر نیکر جنت کی بشارت دیں گے۔ وہ جنت میں یوں خوش و خرم رہے گا جس طرح دامن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔ اس کی قبر میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس کی قبر جنت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنے گی۔ اور وہ اہل سنت و جماعت پر حرم رکھے ان روایات سے ثابت ہوا کہ جن دو شیعیان علیؑ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر ان کی علامات بھی بیان فرمائیں تو انہی علامات کے حامل ان روایات کی روشنی میں سنت و جماعت کے پابند لوگ ہیں۔ اہل سنت و جماعت نام ہی ان کے تشیع اور وہ تسمیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا صحابی معمرؓ کی روایت ہم اہل سنت کی تائید کرتی ہے۔ نہ کہ امامیر شیعہ کی۔ جو مطلقہ علامات سے محروم ہیں۔ خود حضرت علیؑ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ اہل سنت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(اہل سنت و جماعت) تھے

احتجاج طبرسی:

رَوَى يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ الْحَسَنِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعْطَى
بِالْبَصَرَةِ بَعْدَ دُخُولِهِ بِأَيَّامِ حَقَامِ إِلَيْهِ رَجُلٌ

فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنِي مَنْ أَهْلُ الْجَمَاعَةِ
وَمَنْ أَهْلُ الْفِرَقَةِ وَمَنْ أَهْلُ الْبِدْعَةِ وَمَنْ أَهْلُ
السُّنَّةِ؟ فَقَالَ وَيَحْكَ أَمَّا إِذَا سَأَلْتَنِي فَأَقِمْ
عَقْبِي وَلَا عَلَيْكَ أَنْ تَسْأَلَ عَنْهَا أَحَدًا بَعْدِي
أَمَّا أَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَأَنَا وَمَنْ تَبِعَنِي وَإِنْ قَلُّوا
وَذَلِكَ الْحَقُّ عَنْ أَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ أَمْرِ رَسُولِهِ
وَأَهْلِ الْفِرَقَةِ الْمُخَالِفُونَ لِي وَلِمَنْ تَبِعَنِي وَإِنْ
كَثُرُوا وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّهَ
اللَّهُ لَهُمُ وَرَسُولُهُ أَم

اجتہاد لبرسی جلد اول ص ۲۲۶

اجتہاد امیر المؤمنین بدو و خولہ

البعوہ مطبوعہ نبعت اشرف

مطبوعہ جدید

ترجمہ:

امام من رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں جب
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بعروہ میں تشریف لے گئے۔ تو چند دنوں
بعد آپ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے
ہو کر چند باتیں پوچھیں۔ پوچھا۔ اسے امیر المؤمنین! مجھے بتائیے۔
اہل جماعت کون ہے، اہل فرقہ کون ہے، اہل بدعت کون ہے۔
اور اہل سنت کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تیرے جیسے
انفوس! اچھا اگر تو نے مجھ سے سوال کر ہی یا۔ تو خود سے سن اور
میرے بعد کسی اور سے سنت پوچھنا۔ اہل جماعت میں اور میری اتباع

کرنے والے ہیں۔ بظاہر وہ اگرچہ تعداد کے اعتبار سے تھوڑے ہی ہیں اور ائمہ اور اسی کے رسول کے امر سے یہی حق ہے۔ اور اہل فرقہ وہ لوگ ہیں جو میری اتباع کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ وہ کثرت کے مالک ہوں۔ اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کریم کے طریقہ کو اس نے ہمارے لیے مقرر فرمادیا۔ کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

جواب دوم:

حضرات ائمہ اہل بیت کے ہاں شیعوں

کا مقام و مرتبہ؟

مجمع المعارف بر حلیۃ المتعین:

از حضرت امام رضا و لیست کہ اگر دو مقام تیز شیعہ برائیم نیازم ایشان را اگر وصعت کنندہ بزبان را اگر امتحان کنیم نیازیم گرم تر و اگر غلامہ و مذہبہ کنیم ایشان را از ہزار کے فاصلہ نیازم شد تا اگر فرمودہ کیجیہ میکنند بر مندا و جو گزینہ شیعہ علی ہستم و نیست شیعہ علی گر کیہ فعل او و قوش (التعبدی نماید)

(مجمع المعارف میں مایہ ۱۲۷۱)

ترجمہ:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر ہم شیعوں کی

تینز کے طور پر تعریف کریں۔ تو پھر یہ لوگ ایسے ہی نہیں گئے۔ کہ زبان سے تو بہت تعریفیں کرتے ہوں گے۔ (لیکن عمل میں صغیر اور اگر ہم ان کا (محبت الہی، بیت ہو نہ میں) امتحان لیں۔ تو صرف اور صرف مرتد ہی نکلیں گے۔ اور اگر ان کا خلاصہ اور یہ خود کر کے بیان کریں۔ ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ شیعہ ہوا پر تنبیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ اور کہتے پھریں گے۔ کہ ہم شیعیان علی، ہیں۔ حالانکہ شیعیان علی، وہ ہی لوگ ہیں۔ جن کے کام ان کی بات کی تصدیق کرتے ہوں۔ (یعنی منافق اور تقیہ باز نہ ہوں)۔

ناسخ التواریخ:

فَقَالَ اَرَايَ وَاللّٰهِ اَنَّ مَعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّمَا مِنْ هٰؤُلَاءِ
يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لِيْ شِيعَةٌ اَبْتَحُوا قَتْلِيْ وَاسْتَقْبَلُوْا
يَقِيْنِيْ وَاسْخَذُوْا اَمَالِيْ -

«ناسخ التواریخ حالات امام حسن
جلالہ صفحہ نمبر ۲۱۳ مطبوعہ تہران
طبع جدید»

ترجمہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم امیر سے خیال میں
امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں سے میرے حق میں کہیں بہتر نہیں
یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے آپ کو شیعیان علی، کہلاتے اور گمان کرتے
ہیں۔ (حالانکہ انہیں لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے ہی

میرا سامان لٹا۔ اور میرا مال پھین لیا۔

مقتل ابی مخنف ۱

حَتَّىٰ أَتَتْهُ إِلَىٰ ذُبَالَةٍ فَغَزَلَ بِهَا شَرَّ قَامٍ خَطِيئًا
فَحَمِدَ اللَّهَ وَآسَأُ عَلَيْهِ وَكَذَّبَ النَّبِيَّ فَصَلَّىٰ عَ كَثِيرٍ
نُّعْرًا دَىٰ بِأَعْلَىٰ صَوْتِهِ أَيْهَا النَّاسُ إِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ
عَلَىٰ أَنَّ الْعِرَاقَ فِي قَبْضَتِي وَقَدْ جَاءَنِي خَبْرُ
صَاحِبِخِمْ أَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَهَارِي بْنَ عُرْوَةَ قَتِلَا
وَقَدْ جَدَّ لَنَا شَيْعَتُنَا۔

مقتل ابی مخنف ص ۴۴ میرا سامان

ابی العزاق۔ ملبومہ جمعہ اشرف

بلع قدیم

ترجمہ:

یہاں تک کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ مقام ذبالہ پر پہنچے۔ تو سواری سے
نیچے اترے۔ اور خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پہلے اللہ
کی حمد و ثنا اور پھر خود علی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ملامت و سلام بھیجا۔ پھر
بلند آواز سے پکارا۔ لوگو! میں نے تمہیں اس لیے اکٹھا کیا ہے۔ دیکھو
عراق میرے قبضہ میں ہے۔ اور مجھے ایک جمیع خیر پہنچی ہے۔ کہ جناب
مسلم بن عقیل اور ہارثی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا۔ ہمیں تو ہمارے شیعوں
سے ذلیل و ذلیل سا کر دیا۔

حاصل جواب دوم:

صواعق محرقہ کی مذکورہ عبارت سے مراد شیعوہ امامیہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

- ۱۔ حضرت امام رضا کے نزدیک بوقت امتحان شیعہ تہذیب کے برابر ہیں۔
 - ۲۔ یہاں میں سے ایک ہزار کے اندر بھی ایک مخلص اور خالص محب نہیں۔
 - ۳۔ ان کا دو شیعان علی، ہر گنا نقطہ باقی ہے۔ عمل اس کے بالکل خلاف ہے۔
 - ۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا انہوں نے سامان اور مال لوٹا بھی اور جینا بھی۔
 - ۵۔ شیعوں نے ہی میرے قتل کے اسباب تلاش کیے۔ (قول حسن)
 - ۶۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھ کر عراقی شیعوں نے محب ہونے کا دھواں کیا۔ لیکن سبھی غدار نکلے۔
 - ۷۔ انہوں نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر کے امام عالی مقام کو رسوا و ذلیل کرنے کی کوشش کی۔
 - ۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ لوگ میں تو ان کو تیغ کو دینا۔
 - ۹۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔
 - ۱۰۔ جن سے اتنے دور جتنا دور مکان سے تیر۔
- اور اہل سنت و جماعت وہ کہ
- ۱۔ جن کی موت شہادت کی موت ہو۔
 - ۲۔ جن کی حضرت فرما دی جائے۔
 - ۳۔ جو کالی الایمان ہوں۔

- ۴۔ ملک الموت اور مکر نکیر جن کو جنت کی بشارت دیں۔
 ۵۔ جنت میں زیب و زینت ایسی پائیں جیسے دہلی سسرال کے گھر ہاتے وقت
 ۶۔ جن کی قبروں میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں
 ۷۔ جن کی قبر میں فرشتگان رحمت کی زیارت گاہ بنیں۔
 اس موازنے سے آپ خود فیما کریں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کے سچے پیروکار اور ان سے حقیقی اور سچی محبت رکھنے والے کون لوگ ہیں؟
 (فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب سوم:

حضرات ائمہ اہل بیت شیعوں پر لعنت
 بھیجی اور ان سے فوری کی نماز مانگی

نیز نگ فصاحت:

بالتیق میری شان پر نظر کر کے دو گروہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایک تو میت
 مغرط جس کو بے اندازہ اور بے جا محبت اُسے غیر حق کی طرف لے
 جاتی ہے۔ دوم مبغض مغرط جس کا میرے ساتھ حد سے بڑھا ہوا بغض
 اسے حق پر قائم رکھنے نہیں دیتا۔ اور میرے بارے میں بہترین مردم لوگ
 وہ ہیں جو درمیان راستے کو اختیار کر رہے ہیں۔

(نیز نگ فصاحت ص ۸۰ مطبوعہ روضی دہلی طبع قلم)

لبائر الدرجات: دفران امام زین العابدین
وَ اقْرَأْنَا قُرْآنًا لَا يُنْكَا -

ولبائر الدرجات جز ثمانیہ ص ۱۳۹
باب فی انکسار ملبوعہ تہران
لمع جدید

ترجمہ:

ہم انما اہل بیت کے بارے افراط یعنی زیادتی یہ ہے کہ ہمیں پیغمبروں
کے مرتبہ پر سمجھایا ہے۔

ماشیہ لبائر الدرجات:

اقْرَأْ جَمْعُ الْفَرْطِ اَتَى مُجَاوِزًا الْحَدَّ مِنْ جَانِبِ النَّبِيَّةِ
وَالْحَكَمَالِ - (ماشیہ لبائر الدرجات جز ثمانیہ ص ۱۳۹)

ترجمہ:

”افراط، فرط کی جمع ہے۔ اور زیادتی و کمال میں حد سے بڑھ کر بیان کرنا
اور تجاوز کرنا و فرط، کہلاتا ہے۔“

ان دونوں حوالہ جات سے سیر دست ہم اتنا گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دینارنگ فصاحت کے حوالے سے ایک اصل پیش کیا۔
اور امام نسیم العابدی رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر ہی سی تشریح فرمادی۔ اصل یہ کہ شخص بھی
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں زیادتی کرتا ہے۔ اور ان کو اتنا بڑھا چڑھا
کر بیان کرتا ہے۔ جو ان میں نہیں۔ تو وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اور حضرت امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک توجیہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمیں دامن اہل بیت
کو اپنی پیغمبروں کے برابر سمجھنا ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔

لہذا جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرات ائمہ اہل بیت پر غیر ایمان کے برائے ہیں۔ وہ زیادتی کا مرتکب ہوا۔ اور بقول علی المرتضیٰ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ زیادتی اور اس کے متعلق حکم آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی سماعت فرمایا۔

ربالکشی؛

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ "ع" قَالَ مَنْ قَالَ يَا ثَنَا أَنْبِيَاءُ
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَ فِي ذَلِكَ فَقَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللَّهِ -

(ربالکشی ص ۲۵۵ تذکرہ ابوالکتاب)

(مطبوعہ کراچی جلد دوم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہم ائمہ اہل بیت کے متعلق یہ کہتا ہے کہ ہم اللہ کے نبی ہیں۔ تو ایسے قاتل پر اللہ کی پشکار۔ اور اس پر بھی جو اس کی شک کرے۔

گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت علی کے شیوہ ہونے کی دعا کی۔ اللہ نے وہ قبول فرمائی۔ تو اس طرح کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ سے کم نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء کرام نے امت و ولایت کو جب تک تسلیم نہ کیا۔ انہیں نبوت و رسالت آئی نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیوہ لوگ حضرات انبیاء کرام سے اللہ اہل بیت کو افضل و بہتر قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان تمام باتوں کے پیش نظر ان پر عافیت کی تصدیق ہو باقی ہے۔ اور اس وجہ سے یہ گمراہ اور بے دین ٹھہرے! اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی لیے ایسے دو مجتہدین سے قدرتی اور میزانی کی

دعا کی تھی۔

نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ پورے دگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور یہ کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ قسم خدا کی! ان کی رائیں اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ برہنہ و باریوں کے مالک تھے وہ طاقت رکھتے تھے۔ وہ جنادات اور جوہر و ستم کے ترک کرنے والے تھے۔ گزر گئے در انخایکوان کے پاؤں طریقہ اسلام پرستقیم تھے۔

اہل تشیع کے مذکورہ من کے تین رکن (۱۔ شیعہ کا لفظ قرآن میں ہے سنی کا نہیں۔ ۲۔ ابراہیم شیعہ تھے۔ ۳۔ شیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت میں جائیں گے) کا ہم نے با تفصیل جواب تحریر کر دیا ہے۔ اور ان کی معتبر کتب سے ان تین ارکان کی سیخ کنی کر دی ہے۔ جس کو پڑھ کر ہر صاحب انعام اور حق کا ستلاشی مذکورہ من کو بے بنیاد اور مغرور خاست پر مبنی قرار دے گا۔ اور اہل تشیع کی کم علمی بلکہ بے علمی کا اقرار کرتے ہوئے ان کے ساتھ جہنم میں ایندھن بننے کا دعا گو ہو گا۔ اور سچی بچی محبت صحابہ اور عشق اہل بیت کے سرشار ہونے کی توفیق مانگے گا۔ پھر اللہ رب العزت کی شینت کے پیر۔ جسے چاہے راہ راست سے نوازدے۔ اور جسے چاہے محروم رکھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین



باب

تقیہ

تقیہ کا مسئلہ ایک مسرکہ الازارہ مسئلہ ہے۔ جس کی ہیئت سی انونع و اقسام ہیں۔ اس کی ہیئت کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ تاکہ اس کے وہ تاریک پہلو جن سے عوام نا آشنا ہیں۔ انہیں مدلول تاہرہ اور ہر امن سالوہ کا علم سے روز روشن کی طرح واضح کیا جائے۔ اور اس کے جواز پر اہل تشیع جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کا ایک ایک کر کے جواب دیا جائے۔ جس سے ان کے مذہب کی نقلی کھول دی جائے۔

لہذا ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے سات مضامین ذکر کیں جن کو پڑھنے کے بعد احتیاق حق اور ابطال باطل واضح ہو جائے گا۔ اور حق کے متلاشی کو اطمینان قلب کے لیے سب کچھ میسر آئے گا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَلِيمِ

فصل دوم

اثبات تہتہ پر شیعہ حضرات کے دلائل اور ان کے

جوابات

دلیل اول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تہتہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت سائرہ کو پیش کیا

اہل سنت و جماعت کی مشہور معروف کتب در البدیۃ والنہایۃ، (جلد اول ص ۱۵)

مطبوعہ بیروت) میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سائرہ زوجہ

کی بیوی تھیں اس کے ہمراہ سفر کرتے کرتے جب ایک شہر میں پہنچے جس کا حاکم باگور نرنگ

قالم اور جابر آدمی تھا اس کا طریقہ کار کچھ ایسا تھا کہ جب ایک نووارد اس کے شہر میں آتا

تو پہلے سے مقرر کردہ خفیہ طور پر اطلاع دینے والے کچھ آدمی اسے نووارد کے کواکب اگر

بتلاتے تو اگر اطلاع یہ ہوتی کہ نووارد کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہے اور اتفاق سے

وہ خوبصورت بھی ہوتی تو اس نے اسے اس کے چھین لیتا اور اپنی ہوس شیطانی

کا نشانہ بناتا اسی طرح جب معجزوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سائرہ رضی اللہ عنہا

کی اطلاع دی تو اس ظالم و جابر حکمران نے اپنے کارندوں کو حکم دید کہ حضرت سائرہ کو

ابراہیم علیہ السلام سے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ تو جب وہ کارندے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا۔

تمہارے ساتھ عورت کون ہے۔ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا: غنیمہ
 انجینی (یہ میری بہن ہے) اگر بالفظ آپ نے اس ظالم بادشاہ کے خوف کی وجہ سے
 کہے۔ حالانکہ سیدہ سائرہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن نہ تھیں۔ بلکہ بیوی تھیں۔ لہذا ثابت ہوا۔
 کہ بوقت ضرورت تعلقہ کرنا درست ہے۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنیوں کا یہ
 کہنا کہ اضطرابی حالت صرف عوام کے لیے ہے۔ انبیاء کرام اس سے مستثنیٰ ہیں غلط
 ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حبیب القدر وغیرہ ہیں۔ اور آپ نے تعلقہ کیا۔
 لہذا دونوں باتیں ثابت ہو گئیں۔ اول یہ کہ تعلقہ جائز ہے۔ اور دوسری یہ کہ تعلقہ عوام و خواص
 سب کے لیے ہے۔

جواب

شیخہ حضرات نے جرم البدایۃ والنہایۃ، کی عبارت پیش کر کے اپنا اوسیدہ حاکم
 کی کوشش کی اس کا جواب بھی اسی کتاب میں اسی مقام پر موجود ہے۔ لیکن نقل کے
 اندھوں کو صرف اپنے مطلب سے فرض ہے۔ حقیقت کی تلاش وہ کرتے ہیں۔
 اللہ ہی انہیں اس کی ضرورت ہے۔ ”البدایۃ والنہایۃ“ کی مکمل عبارت، ہم نقل کر دیتے
 ہیں۔ پھر قارئین حضرات ان کی دیانت داری اور ایمان داری کا بھرم دیکھ لیں گے۔
 حافظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ ۱۔

وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةٌ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ
 مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ هَلْ هُنَا رَجُلٌ مَّعَهُ امْرَأَةٌ
 مِّنْ أَحْسَنِ النَّسَابِ هَا رُسُلُ إِلَيْهِ وَسَأَلَهُ عَنْهَا
 فَقَالَ مَنِ هَذِهِ؟ قَالَ أَنُصِصِيْ حَاتِي سَارَةٌ فَقَالَ

يَا سَادَةَ كُنَيْسٍ عَلَيَّ وَجْهَ الْأَرْضِ مُؤَمِّنٌ غَيْرِي
وَعَنْيَلُ وَإِنَّ هَذَا مَا كُنِي فَأَخْبِرْكُهُ إِنَّكَ
أَحَقُّ فَلَا تُكَذِّبْنِي.

(البدایۃ والنہایۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۵)

ہجرت النخیل الی بلاد الشام معلوم ہوتی

دریاض)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دن حضرت ابراہیمؑ اور
ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک ظالم حکمران کے پاس پہنچے۔
تو اس کو اطلاع دی گئی کہ اس شہر میں ایک مرد آیا ہے۔ اور اس کے
ساتھ ایک خوبصورت ترین عورت بھی ہے۔ تو اس ظالم حکمران نے
کسی کو ان کی طرف بھیجا اور اس عورت کے بارے میں معلوم کرنا چاہا۔
کلندہ آیا۔ اور اگر حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے پوچھا آپ کے ساتھ
یہ عورت کون ہے؟ فرمایا میری بہن ہے۔ اس کے بعد حضرت
ابراہیمؑ علیہ السلام اپنی زوجہ سارہ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرماتے
لگے۔ اے سارہ! روسے دہن پر میرے اور تیرے بغیر کوئی اور عورت
نہیں ہے۔ اس شہر کے ظالم حکمران کے ایک کارندے نے
مجھ سے تیری بہن پر چاہا۔ تو میں نے تجھے اپنی بہن ظاہر کیا۔ لہذا اگر
تجھ سے بھی اس بارے میں سوال ہو تو میری بات کی لاف رکھنا۔
اور جھٹلانا نہیں۔

قارئین کرام! آپ نے روایت مذکورہ پڑھی۔ ترجمہ دیکھا۔ اس سے آپ

بخوبی جان چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ کا ان لوگوں نے بہتان باندھا ہے۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ کو یہ فرما رہے ہیں۔ کہ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا مومن نہیں۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرا تیرا ایک رشتہ جسمانی ہے۔ جو غاوغدا اور بیوی سے عبارت ہے۔ اور دوسرا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔ جس کے لحاظ سے ہم دونوں مومن بہن بھائی ہیں۔ یعنی جو تیرے بارے میں میں نے اس کا وعدے کو اپنی بہن کہا۔ تو اس سے مراد وہی اور ایمانی بہن ہے۔ لہذا وہ اگر اس کی تصدیق کرنا چاہیں۔ تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بہن (دینی) ہوں۔ پس آپ کا قول (مذہب اختی) تو یہ کہہ سکتا ہے تقیہ نہیں۔

تقیہ اور تور یہ میں فرق

تقیہ جو اہل تشیع کے ہاں مروج ہے۔ وہ سرسرجوٹ اور خلافت شریعت ہے اور تور یہ اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص ایسا عقد کہے۔ جس کے ایک سے زائد معنی ہوں اس سے برتنے والا اس انداز سے برے کشتے والا اپنے علم کے مطابق اس کا جو معنی سمجھے اور برتنے والے نے وہ معنی مراد نہ لیا ہو۔ اور یہ بالکل جائز ہے جس میں کذب کا کوئی احتمال نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کے متعلق مذکورہ آیت بھی از قبیل تور یہ تھا۔ کیونکہ کشتے والے نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ اس عورت کو اپنی سگی بہن بتا رہے ہیں۔ مالا کو دراخت، کا اطلاق رضاعی بہن، ورنہ بہن پر بھی ہوتا ہے۔ تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً ایسا عقد استعمال فرمایا۔ جو حقیقت بھی تھا۔ اور اس سے اس ظالم کے ارادوں سے چٹکارا کی بھی ایک صورت تھی۔ تقیہ تب بنتا جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا کسی طور پر بھی آپ

کی بہن ثابت ہونا ناممکن ہوتا۔

لہذا معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح اولوالعزم شخصیت پر اس قسم پروردگاریہ کیفیت کو نا اہمائی جمالت اور لاعلمی کی دلیل ہی نہیں بلکہ بارگاہ خلیل اللہ میں بہت بڑی سبب ادنیٰ اور گستاخی کی ہمت ہے۔
(العیاذ باللہ)

دلیل دوم: حضرت یوسف علیہ السلام بطور ترقیہ اپنے بھائی کی برائی میں پشیمان ہو گیا
اصول کافی :-

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِ اللَّهِ قُلْتُ مِنْ دِينِ اللَّهِ؟
قَالَ إِي وَ اللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ
يُوسُفُ " آيَتُهُمَا الْعِيسَىٰ لَكُمْ لَسَارِقُونَ "
وَاللَّهُ مَا كَانُوا مَسْرُقُوا شَيْئًا -

اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۱ کتاب
الایمان و الکفر باب التقیۃ بمجرم تہران
طبع جدید

ترجمہ :-

ابو بصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے
فرمایا یہ تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض
کیا کیا تقی اللہ کے دین میں سے ہے پھر فرمایا اللہ کی قسم اس کے دین میں

سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ ”اے قافلہ دارو! تم تقیہ
سبب چور ہو، خدا کی قسم حالانکہ انہوں نے کچھ بھی نہیں چُرا یا تھا۔“

طریقہ استدلال ۱۔

ان لوگوں نے اس آیت سے تقیہ ثابت کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے جو قافلے داروں کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ ”اے
قافلہ دارو! تم یقیناً چور ہو۔“ یہ الفاظ آپ نے انہوں سے تقیہ کہے تھے۔
کیونکہ وہ حقیقت وہ چور نہ تھے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس امر سے بخوبی آگاہ
تھے کہ انہوں نے کئی بھی چوری کا مرتکب نہیں بلکہ معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت تقیہ
یعنی جھوٹ بولنا درست ہے۔ دوسری بات اسی واقعہ سے یہ ثابت ہوئی کہ انبیاء
کرام بھی بوقت ضرورت جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی تقیہ سے کام لکال لیتے ہیں۔ اور
تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ تقیہ کا ثبوت محمد کریم کی نص قطعی سے ثابت
ہے۔ لہذا اس کے جواہر کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے؟

جواب اول

اس دلیل کا جواب دینے سے قبل چند گزارشات ضروری ہیں۔ اول یہ کہ تقیہ کو
ثابت کرنے کے لیے اہل تشیع نے قرآن مجید اور ائمہ اہل بیت پر جو جرات اور
گستاخی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دیکھئے کہ اس طرح انہوں نے اللہ کے
پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی۔ اور پھر اس جھوٹ
کا ثابت کرنے کے لیے ائمہ اہل بیت کی زبان سے اسے کہلوا یا۔ حالانکہ یہ دونوں
آئیں غلط ہیں۔

جواب دوم:-

تمام انبیائے کرام بالاتفاق معصوم ہیں۔ اور ان کی طرف کسی گناہ کے وقوع کی نسبت کرنا بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ گناہوں میں سے دو جھوٹ، ایک کبیرہ گناہ ہے۔ جو جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔ وہ معصوم کب رہ سکتا ہے۔

جواب سوم:-

شیعہ حضرات کے نزدیک ائمہ اہل بیت بھی معصوم ہیں۔ اور کسی معصوم کا دوسرے شخص کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اس کی عصمت کے لیے مضر ہوتا ہے۔ جو جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں ایک غلط بات کی نسبت اللہ کے ایک نبی کی طرف کی۔ قریہ بہتان ہو گا۔ اور بہتان لگانے والا معصوم کب رہ سکتا ہے۔ انہی گزارشات کو خود ان کے مفسرین کرام نے بھی اہمیت دی ہے۔

ابھاسے پاؤں یا رکاز لیت دراز میں
و آپ اپنے دام میں میاں لگیا

تفسیر مجمع البیان:-

(لَقَدْ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ) اُمی نادای مَسَا
مُسْمِعًا مَّعْلَمًا (آيَتُهَا الْعِيزُ) اُمی الْقَافِلَةُ
وَالْقَعْدِيُّ يَا اَهْلَ الْعِيزِ وَقِيلَ كَانَتْ
الْقَافِلَةُ مِنَ الْحَمِيرِ عَنْ مُجَاهِدٍ (رَأَيْتُكُمْ
لَسَارِقُونَ) قِيلَ اِسْمًا قَالَ ذَلِكَ بَعْضُ مَنْ

فَقَدْ الصَّاعَ مِنْ قَوْمِ يُوسُفَ مِنْ غَيْرِ أَمْرِ
وَلَمْ يَعْلَمُوا بِمَا آمَرَتْ بِهِ يُوسُفَ مِنْ جَمَلِ
الصَّاعِ مِنْ رِجَالِهِمْ عَنِ الْجَبَائِثِ وَقِيلَ
إِنَّ يُوسُفَ أَمَرَ الْمُتَّاعِدِينَ بِأَنْ يَأْتُوا صِدْقَ
وَلَمْ يُرِدْ بِهِ سَرَقَةَ الصَّاعِ وَاتِّمَاعَتِي
بِهِ إِنَّا كُنَّا سَرَفَتُمْ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ وَ
الْقِيَامَةُ فِي الْحَبِّ عَنْ مُسْلِمٍ وَقِيلَ إِنَّ
الْكَلامَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ خَارِجًا مَخْرَجِ
الِاسْتِغْنَاءِ كَأَنَّهُ قَالَ إِنَّا كُنَّا سَرَفَتُونَ
فَاسْقَطَ الْهَمَزَ الْاسْتِغْنَاءِ

(مجمع البیان جلد ۵ ص ۲۵۲ سورۃ یوسف)

مطبوعہ تہران، مبع جدید

ترجمہ:-

پھر ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یعنی اس نے قافلہ والوں کو تھکانے اور
سننے کی غرض سے آواز دی تاکہ قافلہ والوں سے قافلہ کے بارے میں
حضرت مجاہد سے رطایت ہے کہ یہ لوگ گدھوں پر سوار تھے تم چور ہو
قافلہ والوں کو چور کہنے والا وہ شخص تھا جس کا پیغام تم ہو گیا تھا۔ اور اسے
اس بات کا علم نہ تھا اور وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ اس پیغام کو حضرت یوسف
علیہ السلام نے خود کہا کہ اس قافلہ میں سے ایک شخص کے ہوسے میں رکھا
تھا۔ یہ تاہل بیانی نے کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہی اس آواز دینے کو ایسا کہنے

کافر یا تھا لیکن اس چوری سے مکر اور چاند کی چوری نہ تھی۔ بلکہ انہیں چور اس طور پر کہا گیا کہ ان لوگوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹے حضرت یوسف کو چرایا تھا۔ اور چوری کہتے تھے انہیں اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا یہ مسلم کا قول ہے۔

یوں بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس نذر کرنے والے نے یہ عداستغیاب یہ طور پر کی اور انہی پر ہو۔ اسے قافلہ والو! کیا تم واقعی چور ہو؟ گویا اس عبارت میں سے ہمزہ استغیاب یہ سا نذر دیا گیا ہے۔

علامہ بدری ششی کی تفسیر سے اس امر کی تہ زور تردید ہوتی ہے۔ کہ قافلہ والوں کو حضرت یوسف نے چور کہہ کر نہیں پکارا۔ لہذا جب آپ کا یہ قول ہی نہ ہو۔ تو پھر آپ کی طرف تفسیر دعوت الی البیت کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ خود شیعہ مفسر نے اس میں تین احتمالات : (جوابات) ذکر کیے۔

۱۔ ”تم چور ہو“ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے کارندوں میں سے کسی ایک شاہی لازم کا مقلوب ہے۔ جیسا کہ اندر لازم کسی آواز دینے والے نے آواز دی، تبدیل ہے۔ اور وہ شاہی لازم اس امر سے لاطم تھا۔ کہ حضرت یوسف نے نہایت خود بخود کھوایا۔

۲۔ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی ہے۔ لیکن اسی چوری سے مکر اور چاند کی چوری انہیں۔ بلکہ حضرت یوسف کو چرایا ہے۔ جبکہ یہی قافلہ والے (جو آپ کے بھائی تھے) حضرت یعقوب علیہ السلام سے انہیں چوری کہتے تھے۔ پہلا پسار آشکار کے لیے لے گئے۔ اور آپ کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور یہ حقیقت تھی۔ ایسا ہوا تھا جس کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے۔ لہذا ایک حقیقت کو اسی طرح بیان کرنا جیسے وہ واقع ہوئی۔ تفسیر کہ ہو سکتی ہے؟

۳۔ یہ قول بطور استغیاب تھا۔ یعنی کہا گیا۔ اسے قافلہ والو! کیا تم چور ہو؟ لیکن درجی لازم

میں ہنزا استہمایہ گواہ کیا ہے۔ لہذا استہمام کے طریقہ پر یہ کلام ہوا تھا کہ ”جوئی۔ اور پکا بھوٹ کلام خبری میں ہوتا ہے۔ انشائی میں اس کا احتمال نہیں ہوتا۔ تو اس انشائی کلام کو تفسیر پر معمول کرنا صرف لامٹی کا میتا جاگتا ثبوت ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کسی طور پر اس قول سے دو تفسیر ثابت نہ ہو۔

منہج الصادقین:

دَعَاكَ اَذْكَ مُؤَدِّكَ (پس نہ کہندہ از میان لازم کر) آیتھا العید
ای کاروانیاں (انکسر لسا ر قون) بدرستی کہ شہاد و زانید بایں معنی
کہ یوسف را از پدر و زوید ہو گفتہ اند و نادہی ای سخن را نہ بغیران یوسف گفتہ
..... دیا بر بیل استہمام گفتہ کہ اکم سار قون۔

تفسیر منہج الصادقین جلد ۵ ص ۶۳

مطبوعہ تہران

توجہ۔

پھر سرکاری لازم میں سے ایک نے آواز دی۔ اسے قافلوہ الوہیت
تم چور ہو۔ وہ اس طرح کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ (یعقوب علیہ السلام)
سے تم نے چوری کر لیا تھا۔ اور مفسرین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس آواز میں
دلے نے یہ آواز حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم پر نہ دیا۔ تھی۔۔۔۔۔
یا استہمایہ انداز میں انہیں کہا تھا۔ کیا تم چور ہو؟

تمی۔

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِهِ
آيَتُهَا الْعَيْرُ اِنَّكُمْ كَسَارِقُونَ. فَقَالَ
مَا سَرَقُوا وَمَا كَذَبَ يُوسُفُ فَيَا شَعْمَا

عَنِ سَرَقَتُسَ يُوسُفَ مِنْ أَيْمِهِ

تفسیر قمی ص ۲۷۶ سورہ یوسف ملبوسہ

ایران طبع قدیم

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا۔ وہ اسے قافلہ والو! تم یقیناً چور ہو کہ تو آپ نے فرمایا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹ بولا۔ بے شک حضرت یوسف علیہ السلام کی اس قول سے یہ مراد تھی کہ تم نے (وہ قافلہ والو!) یوسف کو ان کے باپ سے چرا لیا تھا۔

مذکورہ بالا مستبر تفاسیر شیعہ سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ اولاً تو قافلہ والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے چور کہا ہی نہیں۔ اور کہا بھی ہے۔ تو یہ بیانہ کی چوری کا الزام نہ تھا۔ بلکہ خود اپنے آپ کو باپ سے چرائینے کی بات کہہ چکی اور یہ حقیقت تھی۔ تو ان دونوں صورتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اور پھر اس سے تفسیر ثابت کرنا کسی قدر زیادتی ہے۔ اور اللہ کے پیغمبر پر بہتان باندھنے سے کم نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خلیفہ حضرات کا اس آیت سے تفسیر پر استدلال پیش کرنا خود ان کے اکابرین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور ان کے پیشواؤں نے اس کی تردید کر کے اس کو باطل قرار دے دیا۔

دلیل سوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپکے بیمار کہا:
اصول کافی:-

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَافِيٍّ سَقِيْمٌ وَاللّٰهُ مَا كَانَ سَقِيْمًا۔

دامول کافی جلد دوم کتاب الکفر والایمان

باب التقیہ صفحہ نمبر ۲۱۷ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وحید پر جانے والی قوم کے ساتھ
نہ جانے کا مذکر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ میں بے شک بیمار ہوں۔
خدا کی قسم! آپ ہرگز بیمار نہ تھے۔

طریقہ استدلال:

کنارے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ اے ہمارے ساتھ میلہ پر
چلیں۔ تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا۔ دو دن بیمار ہوں، لہذا مجھے ابھی
حالت پر رہنے دو۔ تمہارے ساتھ جانے سے قاصر ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے اس بہانہ پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا۔ بخدا! ابراہیم
علیہ السلام ہرگز بیمار نہ تھے۔ یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح اور جس کتاب میں
مذکور ہوئی وہ اصح اکتب ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قسم بھی اس کے ساتھ
مزید۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تفتنا بیمار نہ تھے۔ جب واقعی آپ
تندرست تھے۔ تو آپ کا اپنے متعلق بیمار کہنا جھوٹ ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی تفسیر ہے۔

بہ اثبات ہوا کہ ایک ہی نبی اکرام بھی تئید کرتے رہے۔ دوسرا اس کی تصدیق امام معصوم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کی اور تیسرا یہ الفاظ امرت کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان تینوں باتوں سے یہی ثابت ہوا کہ تئید پیغمبروں نے کیا۔ تیس قرآنی میں اس کا ذکر ہے۔ اور ائمہ اہل بیت نے اس کی تصدیق بھی کی۔ اس لیے اس کا انکار نص قرآنی کا انکار ہے۔

جواب ہے:

اس استدلال سے یہ معلوم ہوا کہ سرحد جھوٹ ہی کا نام تئید ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبر و اکراہ کی صورت میں یہ الفاظ نہیں کہے۔ بلکہ لوگوں نے صرف رسماً آپ کو میسر پر جانے کو کہا۔ اس میں کوئی زبردستی نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ نے وصاۃ اللہ علیہ بیان کی۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ نہ کوئی جانی خطر تھا۔ اور نہ ہی مالی نقصان کی کوئی دھمکی تھی۔ تو تئید کے ثبوت کے طور پر اس واقعہ کو پیش کر کے بہر حال شیعوں کو یہ مان لیا ہے۔ کہ تئید دراصل اس جھوٹ کا نام ہے۔ جو حالت اضطراب و جبر کے بغیر اپنی مرضی سے بولا جائے۔ اور پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی تئید اسی امر کی تائید کی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قطعاً بیمار نہ تھے۔ لیکن تئید کے ثابت کرنے کے لیے ان حلقوں کو یہ بھی یاد دہا رہا۔ کہ اس سے اللہ کے ایک پیغمبر کو جھوٹ ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے جھوٹ ہونے کی تصدیق ایسے شخص سے کرائی جا رہی ہے۔ جو جنت و حدیق ہے۔ اور اس طرح ادھر ادھر کی غلط کڑیاں لگا کر تئید کے وجوب پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ آئیے ذرا ان کے گھر میں جھانک کر دیکھیں۔ گو گھر کے بھیدی اس مقام پر کیا کہتے ہیں۔ ان کی بھی شکن۔ بے پھر فیصلہ کیجئے۔

مجمع البيان

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ - فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ
 اُخْتَلِفَ فِي مَعْنَاهُ عَلَى أَهْوَالٍ أَحَدُهَا أَنَّهُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ نَظَرَ فِي النُّجُومِ فَاسْتَدَلَّ بِهَا
 عَلَى وَقْتِ حُلِيِّ كَانَتْ تَعْتَاذُهُ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ
 أَرَادَ أَنَّهُ قَدْ حَضَرَ وَقْتُ عِلَّتِهِ وَزَمَانُ
 نَوْبَتِهَا فَكَانَتْهُ قَالَ إِنِّي سَقِيمٌ لَا مُحَالَةَ
 وَحَانَ الْوَقْتُ الَّذِي تَعْتَرِيَنِي فِيهِ الْحُمَى
 وَقَدْ يُسَمَّى الْمَشَارِقُ لِلشَّيْءِ بِاسْمِ الدَّخِلِ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَرَأَتْهُمْ مَيِّتُونَ
 وَلَمْ يَكُنْ نَظْرُهُ فِي النُّجُومِ عَلَى حَسْبِ مَا
 يَنْظُرُهُ الْمُتَجِيزُونَ طَلَبًا لِلْأَحْكَامِ -

وَتَانِيًا أَنَّهُ نَظَرَ فِي النُّجُومِ كَنَظَرِهِمْ لَا تَلَهُمْ
 كَانُوا يَتَعَاظُونَ عِلْمَ النُّجُومِ قَاوُ مَعَهُمْ
 أَنَّهُ يَقُولُ بِمِثْلِ قَوْلِهِمْ فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنِّي
 سَقِيمٌ فَتَرَكَوهُ ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّ نَجْمَهُ يَدُلُّ
 عَلَى سَقَمِهِ -

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ تَعَالَى أَحْكَمَهُ بِالْوَحْيِ أَنَّهُ
 سَيُسْقِمُهُ فِي وَقْتِ مُسْتَقْبَلٍ وَجَعَلَ الْعَلَامَةَ
 عَلَى ذَلِكَ إِمَّا طُلُوعَ نَجْمٍ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ
 أَوْ إِتِّصَالَهُ بِأَخْرَجَ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ فَلَمَّا

رَأَىٰ إِبْرَاهِيمُ تِلْكَ الْأَمَارَةَ قَالَ إِنِّي اسْقِئُ تَصَدِّيقًا بَعَا
اٰخِرُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔۔۔۔۔

وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ عَلَىٰ وَجْهِ التَّعْرِیضِ أَنَّ كُلَّ مَنْ كَتَبَ عَلَيْكَ
الْمَوْتُ فَهُوَ مَسْقُومٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ سَقَمٌ فِي الْحَالِ...
۔۔۔۔۔ وَالْمَعَارِضُ أَنَّ تَقُولَ الرَّجُلُ شَيْئًا يَقْصِدُ بِهِ
غَيْرَهُ وَيُفْهِمُهُ مِنْهُ غَيْرَ مَا يَقْصِدُهُ وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ
كَذِبًا۔

ترجمہ مع ابیان جلد چہارم ص ۴۴

تا۔ ۴۵ جزو نمبر زیر آیت فقال انی

سقیم پتہ سورۃ الصافات

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظرتاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں بیمار
ہوں۔ آپ کے اس قول میں بہت سے اقوال آئے ہیں۔ ان میں سے
ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر
یہ استدلال فرمایا کہ مجھے عادت کے طور پر جو بخار ہوتا ہے۔ اس کے
آنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ تو اپنے آپ کو بیمار کہنے سے مطلب یہ
تھا کہ وہ وقت بہت جلد چند ساعتوں کے بعد آیا چاہتا ہے جس وقت
مجھے بخار ہوا کرتا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا کہ بخار کے وقت مقررہ پر آنے
کے وقت میں ضرور بیمار ہو جاؤں گا۔ اگرچہ فی الحال بخار نہیں آئیگا۔
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بات ہونا یقینی ہو۔ لیکن ابھی ہوئی نہ ہو تو
اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا۔ ”بے شک اسے محبوب تو بھی میت ہے۔ اور بے شک

وہ لوگ بھی میسٹ ہیں۔،، حالانکہ وقت خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت غاری نہ ہوئی تھی..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھنا۔ نجومیوں کی طرح احکام جاننے کے لیے وہ کہنا دیتا تھا۔

دوسرا احتمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں یہ ہے کہ آپ نے ستاروں کو اسی نظریہ سے دیکھا۔

جس طرح وہ لوگ دیکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ علم نجوم پڑھتے، پڑھاتے تھے۔ تو آپ نے انہیں اس وہم میں ڈال دیا۔ کہ میں بھی تمہاری طرح ان ستاروں سے رہنمائی لیتا ہوں۔ لہذا میں بیمار ہوں۔ تو آپ کے اس قول کے سننے کے بعد انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ میلہ پر لے جانے میں کوئی اجراء نہ کیا۔ اور گھر ہی پھوڑ گئے۔ اور ان کو اس دلیل نے مطمئن کر دیا۔ کہ ان کا ستارہ واقعی ان کی بیماری پر دلالت کرتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ بھی ہے۔ کہ میں ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتلادیا ہو۔ کہ اسے ابراہیم بہت جلد تم بیمار ہونے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی ملامت کسی مخصوص ستارے کا مخصوص انداز میں ظاہر ہونا مقرر فرمایا ہو۔ یا آپ کو کسی اور وجہ سے بیماری کے لاحق ہونے کی اطلاع کر دی ہو۔ تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقررہ ملامت کو دیکھا۔ تو کہا۔ میں بیمار ہو۔ نے والا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی تھی۔ اس کی تصدیق انہی الفاظ سے ہو سکتی تھی۔

چوتھا احتمال یہ ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ آپ نے یہ قول رد نہیں کیا، کے طور

پر کیا ہو۔ یعنی جس کی موت کا پروانہ کچکارہ سیم ہے۔ اگرچہ فی الحال وہ سیم نہ
 بھی ہو..... تعریفیں (تورہ) یہ ہے۔ کہ کوئی شخص
 الفاظ کچھ کہے۔ اور ان الفاظ سے اس کا اپنا مقصد کچھ اور ہے۔ لیکن سننے والوں
 کو کسی اور مقصد کی طرف لے جائے۔ ایسا کرنا بہر حال دو جھوٹ، وہ نہیں
 ہوتا۔

حاصل کلام۔

ذکورہ آیت سے شیعہ لوگوں نے جو تفسیر کے جواز کا استدلال کیا۔ ان کے مفسر علامہ
 طبرسی نے اس کی واضح تردید کر دی۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کا دواخی مسیحیت نہ، فرما نا قطعاً جھوٹ نہیں جب جھوٹ نہ ہوا۔ تو تفسیر کیسے ہو گی۔
 کیونکہ تفسیر ہی ہے جھوٹ۔ علامہ طبرسی شیعہ نے اس جملہ کے چند احتمالات بیان کیے
 ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میاویٰ بخاری کے بیمار تھے۔ اور بخار چڑھنے کا وقت
 انہیں معلوم تھا۔ تو اتفاقاً ستاروں کو دیکھ کر اپنی بیماری کی کچھ شگلی خبر اس انداز
 میں دی۔ گویا اس وقت بیمار میں۔ اور یہ کہہ کر آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ میں بیمار ہونے
 والا ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں درج ہے کہ میتی، کے الفاظ کا مفہوم چھوٹے تھے۔
 اس لیے ایک یقینی بات، کہ جو ہونے والی تھی۔ اس کو رکھ دیا۔ کہ اب
 ہو گئی ہے۔ یعنی ہونے والی یقینی چیز پر موجود چیز کا حکم لگا دیا۔ اس تاویل و احتمال
 سے بہ ثابت ہوا۔ کہ زمانہ مستقبل میں یقینی طور پر واقع ہونے والی چیز پر موجود
 ہونے کا حکم لگانا درست ہے۔ تو یہ جھوٹ ہوا۔ اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام
 اس کے کہنے پر جھوٹ بولنے والے ہوئے۔

۲۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی بذریعہ وحی اطلاع کر دی ہو۔ اور اس کے لیے کسی ستارے کا مخصوص مقام پر دکھائی دینا بطور علامت آپ کو بتا دیا ہو۔ جب اس علامت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق میں کہہ دیا ہو۔ کہ چونکہ اس کی خبر سچی ہے۔ اور علامت بھی رونما ہو چکی۔ لہذا میں بیمار ہوا ہی چاہتا ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق کو تفتیہ کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ آپ نے بطور توریہ کہا ہو۔ کیونکہ جس آدمی کی موت کلمہ دی گئی ہو۔ اس کو وہ ستیم کہنا درست ہے۔ تو آپ نے یہ لفظ بول کر بیماری کا معنی نہ دیا ہو۔ بلکہ موت کے کلمے جانے کا منہوم ہے کہ اس لفظ کا تکرار فرمایا ہو۔ تو توریہ کو تفتیہ کہنا بھی سراسر زیادتی ہے۔ توریہ اور تفتیہ کا فرق بیان ہو چکا ہے۔ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔

منہج الصادقین

وَقَالَ اِنَّنِیْ سَاقِیْہُمْ، پس گفت، ہر ستیکہ من بیمار منہی اشدلال
 میکنم یا نیکو البتہ۔ بیمار خواہم شد و نوبت تپ مراد و خواہم یافت و این تسمیہ
 شئی است باسم یا یزل الیہ از قبیل و انک میت و انہم میتون، و لہذا
 مضاف مع حق الوقوع البیضہ یعنی او میکنند۔ و قائل اُن را کاذب نمی گویند
 و در قرآن مثل ای بسیار است پس از گفتارانی ستیم کذب ابراہیم علیہ السلام
 لازم نیامد..... درانی ستیم، مراد او این بود کہ دل من ستیم و
 زمین و ملکین است بہمت اصلار قوم پر عبادات انسانم۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۷ ص ۴۷)

مطبوعہ تہران زیر آیتہ اعلیٰ ستیم

(۲۳)

ترجمہ ۱۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یعنی اس بات کا استدلال کرتا ہوں کہ میں مخترب بیمار ہوں گا۔ اور میرے بخارا آنے کی سامت آ رہی ہے۔ اور اس طریقہ کو لوں اور کرتے ہیں۔ کبھی پیر کو اس کے انجام کا خیال کر کے نام دے دیتا۔ جیسا کہ در انک حیت وانہم میتون ہے اسکی لیے زمانہ مستقبل میں کسی ایک کام کے بارے میں جو لازماً ہوتا ہے اس کے لیے فعل ماضی کا مفہوم ذکر کرتے ہیں۔ جس سے اس کے معنی وقوع کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور اس قسم کا قول کرنے والا جھوٹا نہیں کہتا سکتا۔ قرآن پاک میں اس قسم کے الفاظ بکثرت وارد ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اس وجہ سے بھی درست ہو سکتا ہے کہ آپ کا مراد یہ ہو کہ ان کافروں اور بت پرستوں کے بت پرستی پر اصرار کا وجہ ہے میرا دل بہت بیمار ہے۔ پریشان اور خفاک ہے۔

تفسیر صافی ۱۔

وَقَدْ رَوَىٰ أَنَّهُ أَحْسَنُ يَقُولُهُ إِنِّي سَقِيمٌ أَيْ مَسْكِينٌ
وَكُلُّ مَيِّتٍ سَقِيمٌ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ هَلْ جَاءَ لِي خَلِيلٌ
إِنَّكَ مَيِّتٌ أَيْ مَسْكُونٌ۔

تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۷۷ مطبوعہ مہران
فتح ہدیہ مذہب اہل بیت (علیہم السلام)

ترجمہ ۱۔

عذرت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یقین بول کر مراد اصرار ہے۔ یعنی مخترب میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور یہ بھی مراد ہے۔ کہ ہر

مرنے والی چیز دتیم ہوئی ہے۔

حاصل کلام:

ان دو تفسیروں نے بھی ان لوگوں کی سخت تردید کی جو اس آیت کریمہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت کرتے ہیں۔ اور صریح جھوٹ کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں۔ بقول شیعوں مفسرین جب مایزل الیہ کے اعتبار سے کسی غیر موجود کو موجود کا حکم دیا خود قرآن پاک میں بکثرت ہے۔ تو یہ تفسیر کیسے ہوا کیونکہ تفسیر تو واضح طور پر جھوٹ ہو رہی ہے۔ لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تفسیر کا الزام اس آیت سے لگانا محض جہالت اور پرلے درجے کا خبیث باطل ہے۔

تکلم کن کرام! آپ نے دیکھا کہ اس آیت کی تفسیر میں شیعوں مفسرین کے اقوال ہم نے پیش کیے۔ جن میں انہوں نے صاف انکار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام آنے کے جوابات و احتمالات بیان کیے۔ اور دامن غلیل اندک کو کذب سے واغدار دہوئے دیس لیکن انہی کے دوسرے جابل اور بے دین بجائی ایڑی چوٹی کا دور لاکر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا تفسیر کوئی نیا نہیں۔ بلکہ اللہ کے غلیل کا پسندیدہ عمل ہے۔ اور ہم تفسیر کر کے منہ غلیل ادا کر رہے ہیں۔ اور تعلیمات الہیہ پر عمل پیرا ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

دلیل چہارم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تفسیر بتوں کو ٹوڑنے کی نسبت بڑبڑ کی طرہ کی

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْعَلُوهُمْ إِنْ
كَانُوا يَنْطِقُونَ۔

(آیت سورۃ انبیاء رکوع)

marfat.com

ترجمہ:-

فرمایا جو ان میں بڑا ہے اس نے ایسا کیا ہے۔ پس ان سے پوچھو۔ اگر یہ
بولتے ہیں۔

طریقہ استدلال:-

کفار جب میلہ پر ملے گئے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھانا اٹھایا۔ اور تمام
بچوں کو توڑ ڈالا۔ آخر میں کھانا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب کفار میلہ سے
واپس آکر بت خانہ گئے۔ تو بچوں کی یہ حالت دیکھ کر قیاس آرائی کی کہ یہ کام حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا ہی ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا
گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان کے بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔ حالانکہ کرنے والے خود
حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تفریح
یہ کلام کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نص قرآنی نے تفریح کے جواز پر دلالت کر دی۔ اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام تفریح پر گامزن تھے۔

جواب

ماسب تفسیر منہج الصادقین نے اس آیت کریمہ سے تفریح ثابت کرنے والوں
کی اسی طرح تردید کی ہے۔ جس طرح اس سے پہلی آیات سے تفریح ثابت کرنے والوں
کی تردید کی تھی چنانچہ اس تفسیر کا بیان ملاحظہ ہو۔
منہج الصادقین و مجمع البیان:-

أَنَّهُ نَخْرَجَ مَخْرَجَ الْغَبْرِ وَكَيْسٍ بِغَيْرِ إِتْمَاقٍ
الْوَأَمِ يَذُلُّ عَلَيْهِ الْحَالُ فَكَاثِلَةٌ قَالَ مَا يُنْكِرُونَ

أَنْ يَكُونُ فَعْلُهُ كَبِيرٌ هَذَا وَالْإِثْرَامُ يَأْتِي
تَارَةً يَلْفِظُ الشَّرَّالِ وَتَارَةً يَلْفِظُ الْأَمْرَ وَتَارَةً
يَلْفِظُ النَّخْبِرَ وَرُبَّمَا يَكُونُ أَحَدُ هَذِهِ الْأُمُورِ
أَبْلَغُ فِيهِ وَوَجْهُ الْإِثْرَامِ أَنَّ هَذِهِ الْأَصْنَافَ إِذَا
كَانَتْ إِلَهَةً كَمَا تَزْعُمُونَ فَإِنَّهَا فَعَلَتْ ذَلِكَ كَبِيرُهُمْ
لِأَنَّ هَيْئَةَ اللَّهِ لَا يَقْدِرُ أَنْ تَكْسِرَ إِلَّا إِلَهَةً -

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۷۴)

زیر آیت بل فعلہ کبیرہ

ہذا پیک

(۲۔ تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۴ جزو ۲)

ص ۴۲ مملوہ تہران طبع جدید زیر آیت

قال کبیرہ ہذا

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام غیر کے طور پر کہا گیا۔ اگرچہ درحقیقت خبر
ہمیں۔ بلکہ یہ ایک الزام ہے جس پر حال دلالت کرتا ہے۔ آپ نے
گویا توں فرمایا۔ کہ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ کام تمہارے بڑے بت
اخذ کرنے کیا ہے۔ اور الزام بھی تو سوائے الفاظ سے ہوتا ہے۔ کبھی امر کے
الفاظ کے ذریعہ اور کبھی خبر کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ان مختلف
طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق الزام دینا زیادہ سبب و گھنا
ہے۔ الزام کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے گمان کے مطابق اگر یہ تمہارے

مجبور ہیں۔ تو پھر یہ سب کچھ اللہ ہی سے بڑے مجبور نے کیا ہے۔ کیونکہ
مجبور کے علاوہ کوئی دوسرا مجبور کو توڑ نہیں سکتا۔

حاصل کلام ۱۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کلام بطور غیر نہ تھا۔ تاکہ اس سے تفتیہ ثابت کیا جاسکے۔
بلکہ بطور الزام تھا۔ یعنی آپ نے بطور الزام کفار کو کہا تھا۔ کہ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق
یہ بت خدا میں۔ تو انہیں کوئی دوسرا کس طرح تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کو غیر خدا
نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ لہذا بطور الزام کہہ گئے کلام کو تفتیہ کسی طرح بھی
کہنا درست نہیں۔

اسی صفحہ پر علامہ طبرسی نے مزید لکھا۔
لَا يَجُوزُ عَلَيْهِمُ التَّعْيِيَةُ فِي الْأَخْبَارِ وَلَا التَّقْيَةُ
لِأَنَّ ذَلِكَ يُؤَدِّي إِلَى الشَّكِّ فِي أَخْبَارِهِمْ وَكَلَامِ
أَبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجْعَلُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُعْطَرِفِينَ
أَبْشَحَ ذَلِكَ حَشْدَ الْمُتَرَدِّدَةِ

تفسیر مجمع البیان جلد ۱۱۔ جزو ۱ ص ۵۵ مطبوعہ تہران

(طبع جدید زیر قلمت قال بل کیر غم ہذا)

قوجہ ۱۔

انبیاء کرام پر یہ الزام لگانا انہوں نے اخبار میں تفتیہ اور حشم پوشی کی قطعاً
جائز نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے الزام سے انبیاء کرام کی اخبار معرض شک
میں پڑ جاتی ہیں۔ لہذا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں بھی کے بدلے میں

اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کا کٹھنہ انداز میں یوں ذکر فرمایا
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ - اِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا -

ترجمہ :-

کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت زیادہ سچے نبی تھے۔
نمازت ہو۔ گو شیعی مفسر نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہی
نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کوئی پیغمبر اخبار میں تقیہ نہیں کر
سکتا۔ کیونکہ بالعرض اگر کلام پیغمبر تقیہ سے طوٹ ہو۔ تو اس کی صداقت قطعاً غیر متبرہ ہو
جائے گی۔ اور بعثت انبیاء کا مقصد بالکل فوت ہو جائے گا۔

اب اہل تشیع کو اپنے ہم مسلک مفسر کی بات سے سختی سیکھنا چاہیئے۔ کہ
وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ باز ہونے کا الزام نہ دیں۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے کلام کا شکوک جو بالازم آئے گا۔ اور آپ کی بعثت بے کار ثابت ہوگی۔
پھر جب اہل تشیع اہل بیت کو انبیاء کرام سے بھی افضل گردانتے ہیں
تو اس ذریت اور انصیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جب مفضل سے تقیہ کا مدور و ردائی صراحت
ہے۔ تو فاضل و افضل سے بطریق اولیٰ اس کا مدور و رد کو محال ممتراض ہوگا۔ اس لیے
کیسی امام کی طرف سے مسوب کرنا کہ انہوں نے تقیہ کے بارے میں یہ کہا۔ کہ یہ (تقیہ) تو ہمارا
آباؤ اجداد کی پیاری سنت ہے۔ اور دنیا کی تکمیل تقیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ
سراسر غلط اور انتہائی بے ہنگام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیئے۔

وسیل پنجم : اصحاب کہف نے بطور تقیہ اپنے گلوں میں زنا ٹوٹے
اصول کافی :-

فَاَلَا يُؤْتِيهِ اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا يَلْفَتُ

تَقِيَّتُهُ أَحَدُ تَقِيَّتَيْ أَصْحَابِ كَهْفٍ وَإِنَّهُمْ كَانُوا
يَشْهَدُونَ الْأَعْيَادَ وَيَشُدُّونَ الزَّيْنَزِينَ مَا عَظَّمَهُ
اللَّهُ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ۔

اصول کافی جلد دوم ص ۱۸۰ کتاب الایمان
و الکفر باب التقیۃ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کا تقیۃ اصحاب کہف
کے تقیۃ تک نہ پہنچ سکے۔ وہ میدانِ دل پر حاضر ہوتے۔ اور عارضی کے وقت
ان کے گلے میں زنار ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دو گنا ثواب
عطا فرمایا۔

طریقۃ استدلال :-

اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے وہ بزرگ اور نیک بندے تھے۔ جن کا اللہ تعالیٰ
نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ اور ان کے کامل الایمان ہونے پر اہل سنت و شیعہ سب کا
اتفاق ہے۔ لہذا ان کامل الایمان بزرگ ہستیوں کے بارے میں جب اہل بیت کے
ائمہ میں سے ایک عظیم امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہاں تک فرمایا۔
کہ ان جیسا تقیۃ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ تو امام موصوف کے اس ارشاد سے یہ بات
بالکل واضح طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ کامل الایمان اللہ کے نیک بندے تقیۃ کرتے
رہے۔ اور ان کے اعمال میں یہ عمل بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ لہذا اس کے جواز میں کیا
اعتراض ہو سکتا ہے؟

جواب.

ہم مانتے ہیں کہ اصحاب کہف کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی کردہ ان لوگوں کے مقبول و نیک بندے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک شاہین امتیاز کے مالک ہیں۔ اس لیے ان کی بات دلیل و حجت بن سکتی ہے۔ لیکن امام موصوف کی طرف منسوب کی جانے والی ہر بات قابل تسلیم نہیں۔ بلکہ وہ بات اسی وقت قابل حجت قرار دی جا سکتی ہے۔ جب اس کی سند صحیح ہو۔ اور یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی کوئی بات بھی قابل اعتماد نہ تھے نہیں دی۔ خود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کافران ہے۔ کہ ہماری طرف سے روایت کردہ احادیث میں لوگوں نے غلط فہم کر دیا ہے۔ اس لیے جو حدیث، اقوال مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین کے مطابق ہو۔ اسے تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ رد کر دو۔ امام موصوف کی یہ عجیبہ ایک شیعہ مصنف نے اپنی کتاب ”درجہ عالی“ ص ۱۹۵ مطبوعہ کربلا پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کے تفسیر باز نہ ہو گا قوال جو شیعہ حضرات نے امام موصوف کی طرف منسوب کیا۔ یہ امام پر بہت بڑا ہتھکنڈا ہے۔ کیونکہ ان کا ایسا کتنا تعلیمات قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اور امام کا قول تعلیمات قرآن کریم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اصحاب کہف کے بارے میں جو تفصیل و واقعات قرآن نے بیان کیے۔ ان کی جھلک لائحہ ہو۔ اور پھر ان پر دو تفسیر باز، جو نے کے الزام کا جائزہ لیں۔ بات واضح ہو جائے گی

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا لَوْلَا رَبُّنَا

رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُنْ تَدْعُوهُمْ مِنْ دُونِهِ
إِلَهُمَا لَقَدْ قُلْنَا إِذْ أَشْطَطَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
مِنْ دُونِهِ إِلَهٌ لَوْ لَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُطُنٍ
بَيِّنَةٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِنْهُمْ اخْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
وَإِذْ اعْتَرَفْتُمُوهُمْ وَمَا يُعْبَدُ مِنْ
إِلَّا اللَّهُ فَأَوْدَا إِلَى الْكَافِرِينَ يَنْشُرُكُمْ
رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهْدِيكُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(پ ۱۵ رکوع ۱۲)

ترجمہ:-

اور ہم نے ان کدوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہو گئے۔ اور
انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارے پروردگار تو آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار ہے۔
ہم ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے کو معبود کہہ کر نہ پکارتے گئے۔ کہ اگر ایسا کریں
گئے۔ تو اس وحدت میں ہم سب ہست و نیست بات کی سی ہماری قوم نے
تو اس کے سوا بہت سے خدا بنالیے ہیں۔ پھر ان خداؤں کے متعلق کوئی
دلیل کیوں نہیں پیش کر سکتے۔ پس اس سے زیادہ قائم کون ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ
پر بہتان باندھے۔ اور اب جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو۔ اور میں
چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پر جتے ہیں۔ ان کو چھوڑ چکے ہو۔ تو کسی غامض چیز
پر جو تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت و رحیم فرماوے گا۔ اور
تمہارے معاملہ میں سولت کے سامان مہیا کرے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان آیات قرآنیہ اور ان کے ترجمہ سے واضح کرو یا کہ اصحاب کہنت کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی اور اس کی تائید نے ان کے دلوں کو اس قدر مضبوط کر دیا تھا کہ وہ قیاس جیسے علمی حکم کو بھی علی الاطلاق انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اور جو اسے مَلَا حَسْرَۃً لَّہٗ اُنہیں مانتا۔ وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اور اتنا درجہ کا جھوٹا ہے۔ اصحاب کہنت پر تائید از دی اور اس کی وجہ سے ان کی قلبی استقامت کو شیعہ مفسرین اور دہریہ نے یوں بلند کیا۔

مجمع البیان ۱۔

(وَدَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ) اَیْ شَدَدْنَا عَلَیْہَا
بِالْاَلْطَافِ وَالنَّحْوِ طَرِیْقَ الْمَقْوِیَةِ لِیَلْبِغَا
حَقِّی وَطَنُوا اَلْقُسَمُہُمْ عَلٰی اِظْہَارِ الْحَقِّ وَ
الشُّبُهَاتِ عَلَی الدِّیْنِ وَالصَّبْرِ عَلَی الْمَشَاقِّ وَمَقَارِکِ
الْوَطَنِ (اِذْ قَامُوا) اَیْ حِیْنَ قَامُوا بَیْنَ یَدَیْ
مَلِکِہُمْ الْجَبَّارِ دَقِیَّا نُوَسَّ اَلَّذِیْ کَانَ یُفَعِّلُ
اَهْلَ الْاِیْمَانِ عَنْ وِیْنِہُمْ (فَقَالُوا) بَیْنَ یَدَیْہِ
رَبِّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَیْ رَبَّنَا الَّذِیْ
تَجْعَلُ فِیْ خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَکْنًا تَدْعُوْا
مِنْ دُوْنِہِ اِلَیْہَا اَیْ کُنْ تَعْبُدُ الْهَامَ سَآءٌ مَّعَہُ
رَلَعَدُ قُلْنَا اِذَا شَطَطًا مَّعَنَا اِنْ دَعَوْنَا
مَعَ اللّٰهِ اِلَیْہَا اٰخَرَفَلَعَدُ قُلْنَا اِذَا قَوْلًا مُّجَاوِزًا
عَنِ الْحَقِّ غَیَاۃً فِی الْبَطْلَانِ (هُوَ لَا یَرْحَمُنَا)
اَیْ اَهْلُ بَلَدِنَا (رَلَعَدُ قَامُوا مِنْ دُوْنِہِ)

أَيُّ مِنْ دُونِ اللَّهِ (إِنَّمَا) يَعْبُدُ وَتَهْلِكُ لَوْلَا يَأْتُونَ
عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ) أَيُّ هَلَّا يَأْتُونَ
عَلَى عِبَادَتِهِمْ غَيْرَ اللَّهِ يَحْجِجُهُ ظَاهِرَةٌ

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۴۷۵ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ہم نے ان کے دلوں کو اپنے الطاف کریم اور ایمانی قوتوں سے اس قدر
خاکتور کر دیا کہ انہوں نے اپنی جانوں کو حق کے اظہار، دین پر ثابت قدمی،
مصابہ پر صبر اور وطن کی جدائی پر انوس کر لیا۔ جب وہ اپنے جابر ظالم
حکمران و قیانوس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ جو کہ مومنوں کو دین چھوڑنے
پر مجبور کرتا تھا۔ تو اس کی موجودگی میں کہہ اٹھے۔ ہم اس مذہب کی عبادت کرتے
ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ ہم اس کے سوا کسی خدا کی عبادت
نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہم نے اسی معبود برحق کے ساتھ کسی اور خدا کو پوجا
تو ایسی صورت میں ہم نے ایک ایسی حرکت کی۔ جو حق سے تجاوز کرنے
والی ہے۔ اور انتہائی باطل ہے۔ ہمارے اس شہر کے رہنے والے ائمہ
کے سوا اور بھی چیزوں کو خدا بنا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ سبجاری ان
باطل معبودوں کی عبادت کے ثبوت میں کوئی ظاہر حجت و دلیل کیوں
نہیں لاتے۔؟

شیوہ مفسر نے اصحاب کہف کے بارے میں اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ
وہ حق کے اظہار کے لیے ایک ظالم اور جابر بادشاہ کے سامنے جان کی بازی لگانے
سے بھی نہ چرکے۔ انہوں نے ہرگز تقیہ سے کام نہ لیا۔ اور حیب دیکھا کہ ہمارے ہاں رہنا

دین پر استقامت میں شاید رکاوٹ بن جائے۔ تو انہوں نے تہیہ نہ کیا۔ بلکہ اپنا وطن، اولاد و جان و مال اور عزیز و اقارب چھوڑ کر غار میں جا قیام کیا۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ کہ اصحاب کہف اگر بقول شیعہ تیسری سب سے ممتاز ہوتے۔ تو وقت کے غام جابر حکمران کی ہاں میں ہاں ملا کر مڑے کی زندگی بسر کرتے۔ بلکہ یہ حضرات تو اعلیٰ درجہ کے ”تقیہ شکن“ تھے۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنا مقرب بنایا۔ وہ حق و صداقت پر ثابت قدمی کی وجہ سے تھا۔ نہ کہ تقیہ جیسے جھوٹ کو اختیار کر کے یہ قبولان خدا بن گئے۔

لہذا آیات قرآنیہ سے جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اصحاب کہف اتہار درجہ کے ثابت قدم اور حق و انصاف کے شہید تھے۔ تو ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں اول درجہ کے تقیہ باز، نوٹکا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا قول تعلیمات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام موصوف رضی اللہ عنہ قرآن کے خلاف کہنے والے نہیں بلکہ یہ سب کچھ شیعوں کی من گھڑت روایات ہیں۔

اور امام جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو منسوب کر کے ایک ایسا گھناؤنا فعل کیا۔ جس کا صحیح بدلہ کل قیامت کی ہی تصور ہو گا۔ قرآن حق، اس کی تعلیمات سچی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے ائمہ بھی ترجمان حق ہیں۔ اس لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو ”صادق“ ہی ہیں۔ لیکن ان نام نہاد محبت کے دعوے داروں نے انہیں ”کاذب“ تعلیمات قرآنیہ ”بنادیا۔ والعیاذ باللہ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

دلیل ششم: لفظ تقیہ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ
دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ
مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً
وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ تَفْسَهُ وَاللَّهُ
الْمُصِيبُ

(پہلے سورہ آل عمران رکوع ۱۱۱)

ترجمہ:-

مومن، مومنوں کو پھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا تو
اس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا اس صورت کے کہ تم ان
سے کسی قسم کا خوف رکھتے ہو۔ اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے۔ اور
اللہ کی طرف بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

طریقہ استدلال:-

(شیعہ حضرات کا کہنا ہے) اس آیت کریمہ میں اصل لفظ درمناہر تقیہ ہے،
تھا۔ لیکن اہل سنت نے قرآن پاک میں سے لفظ در تقیہ، لکال دیا۔ تاکہ وہ دنیا کو دکھا
سکیں۔ کاشیہ حضرت نے جو تقیہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور
ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر اہل سنت اس آیت میں لفظ تقیہ رہنے دیتے۔ تو
ثبوت تقیہ پیدا ہو جاتا۔ لہذا انہوں نے در تقیہ، کو تقیہ، بنا دیا ہے (عاشیہ مقبول احمد شیعہ)

جواب

مذکورہ الصدر آیت کریمہ سے شیعہ لوگوں کا تقیہ کو ثابت کرنا دراصل اپنے مذہب و مسلک سے انحراف ہے۔ کیونکہ اس آیت کے علاوہ دیگر جتنے دلائل اہل تشیع کے گزرے۔ ان سب میں تقیہ ”صرف جھوٹ“ کے مترادف تھا۔ گویا صرف جھوٹ کہہ میں یا تقیہ دونوں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔

لیکن آیت زہرِ نظر میں تو صرف یہ ثابت ہے کہ جب تمہیں اپنی جان کا کفار سے خطرہ ہو۔ تو ان کو بظاہر دوست بناؤ۔ اس آیت میں اس بات کا کہیں بھی اشارہ نہیں کہ حق کو چھپاتے ہوئے جھوٹی باتیں کرو۔ اور اسے اہل تشیع ہمارا مسلک قریب ہے۔ کہ بوقت ضرورت صرف جھوٹ بولنا (تقیہ کرنا) ضروری ہو جاتا ہے۔ اور جو جھوٹ بولے وہ شیعہ ہی نہیں۔ کیونکہ انبیائے کرام کا دین اور ائمہ حضرات کا دین تقیہ تھا۔ اس کی مخالفت کرنے والا دشمنی ہے۔ اس آیت کی تفسیر خود اپنے مفسر سے سن لیجئے۔ شاید ہدایت مل سکے۔

مجمع البیان :-

وَحَدَّثَنَا رُوِيَ عَنْ رُحْصَةَ فِي جَعَارِ الْأَصْحَابِ
بِالْحَقِّ عِنْدَهُ وَرَوَى الْحَسَنُ إِنَّ مَسِيكَةَ
الْكُذَّابَ أَخَذَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
(ص) فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَشْهَدُ أَنِّي
رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ دَعَا بِالْأُخْرَى
فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ

نَعَمْ شَرَّ قَالَ أَفَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ
 اصْمَرَ قَالَهَا ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يُجِيبُهُ بِمِثْلِ
 الْأَوَّلِ فَضَرَبَ عَنْقَهُ قَبْلَ ذَلِكَ رَسُولُ
 اللَّهِ فَقَالَ أَمَّا ذَاكَ الْمَقْتُولُ فَمَضَى عَلَى
 صِدْقِهِ وَبِإِقْنَانِهِ وَآخَذَ بِقَضَائِهِ
 فَلَمَنِئِذَا لَهُ وَآمَّا الْآخِرُ فَقِيلَ رُحْصَةً
 اللَّهُ فَلَا تَبْعَهُ عَلَيْهِ فَعَلَى هَذَا
 تَكُونُ الثَّقِيَّةُ رُحْصَةً وَالْإِفْصَاحُ
 بِالْحَقِّ فَضِيكَةَ۔

تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۴۲۰ سورت
 آل عمران مضمون بہر ان میں جدید

ترجمہ ۱۔

اور ائقیدہ کی رخصت میں اسحق کے اظہار کے جواز کی روایت کی گئی ہے۔
 حضرت حسن سے روایت ہے کہ سیدہ کو زانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صحابہ کرام میں سے دوسروں کو کہہ لیا۔ اودان میں سے ایک کو کہنے لگا کیا
 کہ حضرت محمد کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں
 پھر پوچھا کیا تو میرے لیے اللہ کے رسول ہونے کی بھی گواہی دیتا
 ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر دوسرے آدمی کو مار کر پوچھا۔ کیا تو بھی حضرت
 محمد کو اللہ کا رسول ماننے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا
 کیا مجھے بھی اللہ کا رسول ماننا ہے۔ وہ شخص خاموش رہا۔ سیدہ نے یہ سن

مرتبہ پہنچا۔ اور اس نے تمہیں مرتبہ ہی غامضی اختیار فرمائی۔ تو سید نے اس کی گردن اڑا دی۔ سبب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا جس کو قتل دشمن ہوا کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے سچ و یقین پر قائم رہا۔ لہذا وہ فیصلت لے گیا۔ اُسے مبارک ہو۔ دوسرے نے نصیحت باری تعالیٰ کو قبول کرتے ہوئے ایسا کیا۔ لہذا اس پر بھی کوئی عتاب نہیں۔ پس اسی وجہ سے تفسیر نصیحت ہے۔ اور حق کا اظہار اور اس پر ثبات قدمی افضل ہے۔

اس شیعہ مفسر نے اس بات کی پر زور تردید کر دی ہے۔ کہ بوقت ضرورت تفسیر ذکر کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے ثبات یہ کیا کہ اگر کوئی شخص کلمہ حق کہنے کی پاداش میں شہید کر دیا جائے۔ اور وہ تفسیر سے کام نہ لے۔ تو اس کی موت مدق و یقین کی موت ہے۔ اور یہ تفسیر کرنے والے کی نسبت افضل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبارک باد کی مستحق ہوتا ہے۔ یہ فرق ایک عام آدمی کے بارے میں ہے۔ انبیائے کرام اور ائمہ نظام (جنہیں شیعہ حضرات انبیاء سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے ہیں) کے لیے تو بوقت ضرورت بھی تفسیر کرنا غلط اور غلو ہے۔ جیسا کہ اس کی تصدیق اسی مفسر نے ایک اور مقام پر کی۔

مجمع البیان ۱۔

لَا يَجُوزُ عَلَيْهِمُ التَّعْمِيَةُ فِي الْأَخْبَارِ وَلَا التَّقِيَةُ
لَإِنَّ ذَلِكَ يُؤَدِّي إِلَى التَّشَكُّكِ فِي أَخْبَارِهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ص ۵۴ سورۃ الانبیاء

مطبوعہ تہذیبیہ بیحدید)

ترجمہ ۱۔

یعنی مجہول خبر دینا اور تفسیر کرنا انبیائے کرام کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی خبروں میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔

اس لیے اگر انبیائے کرام ہی تفسیر سے کام لےنا شروع کر دیں تو ان کی کس بات پر یقین کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر بات کے بارے میں یہی شک ہو گا۔ کہ شاید یہ بات بعد از تفسیر کچھ لگتی ہو اور اس کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ یوں متعدد رسالت و منصب تبلیغ بالکل ہی ختم ہو جائے گا۔ اور پھر نبی و غیر نبی میں کوئی امتیاز باقی رہے گا۔

فصل سوم

فضائلِ تقیہ

گزشتہ فصل میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ کہ خود غرضی کے لیے حق کو چھپا کر مریخ جھوٹ بولنا، تقیہ، کہلاتا ہے۔ تقیہ کی اس تعریف کے بارے میں دلائل بھی آپ ملاحظہ فرمائیے۔ چونکہ مذہب شیعہ پرورے کا پورا امن گمراہی اور جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے شیعوں کو تقیہ ہی اس مذہب کی بنیاد کو پکا اور مضبوط کرنے کی خاطر مریخ جھوٹ و تقیہ کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک چھلانگ لگائی۔ گویا زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔ ان لوگوں نے اس کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک چھلانگ لگائی۔ اور کہہ دیا کہ دین کے نوحے تقیہ میں ہیں اور ایک حصہ باقی احکام میں ہے۔ اور اس مریخ کذب کے فضائل جب بیان کرتے ہیں۔ تو ان کی نسبت ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی جاتی ہے۔ ایسے کتب شیعہ سے تقیہ کے فضائل کے بارے میں چند عبارات بطور نمونہ دیکھیں۔

روایت نمبر:

دین کے نور حق تعالیٰ میں ہیں

اصول کافی ۱۔

ابن ابی عمیر عن هشام بن سالم عن ابی عمر
 الأعجمی قال قال لی أبو عبد الله علیه
 السلام یا أبا عمر أن تسعة أعشار الدین
 فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له والتقیة
 فی کل شیء إلا فی الشیذ والعسج
 علی الحقیقین۔

(اصول کافی جلد دوم، المکتب الاسلامی،

والکفر باب التقیة لمیرزا تهرانی

لمیں برید)

ترجمہ ۱۔

اسناد کے حذف کے ساتھ ابو عمر ابی سے روایت ہے کہ
 مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسے ابو عمر ابی سے شک دین
 کے دس اصول میں سے نو حق تعالیٰ میں ہیں۔ اور جس نے تقیہ نہ کیا۔
 وہ بے دین ہے۔ مجوروں کی شراب اور موزوں پر مس کرنے کے سوا
 باقی ہر چیز میں تقیہ نہ کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فریب شیعہ کا ہر حصہ جوٹ کا پلندہ ہے۔

اور خود غرضی کا منہ بولنا نمونہ ہے۔ صرف، ارا حصہ باقی اعمال ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں جس کا مذہب کا۔ ارا حصہ صریح جھوٹ پر مشتمل ہو۔ اور صرف، ارا حصہ کچھ صداقت لیے ہوئے ہو۔ تو کثرت، کل کا حکم رکھتی ہے۔ جس سے واضح ہوا۔ کہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی نہیں بلکہ تقریباً کل عمارت ہی کذب و لقیہ کے ہمارے کھڑی ہے۔

روایت نمبر ۲۔

”لقیۃ سنی شیعہ کے درمیان امتیاز کی علامت ہے

جامع الاخبار۔

قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ (۶) لَوْلَا التَّقِيَّةُ مَا عُرِفَ وَلَيْتَنَا مِنْ عَدُوِّنَا .

(۱) - جامع الاخبار ص ۸۸ / الفصل الثالث

والاربعون في التقية - مطبوعہ

نخبت اشرف

(۲) - انوار حیدری ترجمہ تفسیر امام مسکری،

ص ۲۸۶ / المیزان کتب خانہ لاہور۔

ترجمہ ۱۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تقیہ نہ ہوتا۔ تو ہمارے دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز نہ ہو سکتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر کسی قدر عظیم بہتان لگایا گیا۔ کہ ان کا فرمان یہ ہے۔ کہ ہمارے دوستوں کی نشانی تقیہ کرنا (یعنی صریح جھوٹ بولنا) ہے۔ حالانکہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو خود اہم علوم اور آپ کے ساتھیوں کو میدانِ کربلا میں شہادت کا جام نوش کرنے کی کوئی

ضرورت و پڑتی۔ پس آتا بھوٹا موٹا اقرار کر لیتے کہ: ”بزرگ کو میں نے غیظ و مان
 یلہ ہے،“ لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ نے اپنی اور رفقہ کی شہادت
 قبول کر لی۔ لیکن ”تقیہ“ قطعاً نہ کیا۔

روایت نمبر ۱۔

ترکِ تقیہ ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

جامع الاخبار ۱۔

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَ يَخْفِرُ اللَّهُ بِالْمُؤْمِنِينَ
 عَلَى ذَنْبٍ وَيُعْطِيهِمْ فِي الْأَخِرَةِ مَا خَلَا
 عَنْهُمْ كَرَاهٍ الْقِيَمَةِ وَتُصَيِّعُ حَقُوقَ الْأَخْوَانِ۔

(۱۔ جامع الاخبار ص ۸۸ فصل ثالث

واربعون فی التقیہ۔ ملبوم

نعت اشرف)

(۲۔ انوار صمدی ترجمہ تفسیر امام حسن مکی

ص ۲۸۸ ملبوم بامید کتب خاندان لاہور سا

قوجہ ۱۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کو اللہ تعالیٰ
 مومنوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اور ان سے پاک کر دے گا۔ اگر
 دو گناہ ہرگز معاف نہ ہوں گے۔ ۱۔ تقیہ نہ کرنے کا گناہ۔ ۲۔ اپنے بھائیوں
 کے حقوق کو ضائع کرنے کا گناہ۔

قائدین کرام! اس حدیث سے آپ نے اندازہ لگایا ہو گا۔ کہ بروزِ مشرقت

زنا، شراب نوشی اور بڑے سے بڑا گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ لیکن جس نے تہمت زد کیا۔ یعنی صریح جھوٹ نہ بولا۔ اس کا یہ گناہ ناقابلِ معافی ہے۔ گویا باقی گناہ تو اس کے مقابلہ میں گناہ ہی نہیں۔ اور اگر یوں کہہ دیا جائے۔ تو یہی مضموم بھی ہو گا۔ کہ مذہب شیعہ میں حق و صداقت پر قائم رہنا۔ ایک جرم ہے۔ اور یہ جرم اللہ کے حضور سب سے بڑا جرم و گنہ ہے لہذا اس کی ضد تہمت (صریح جھوٹ بولنا) اللہ کے نزدیک تمام نیکیوں سے اعلیٰ اور ارفع نیکی ہے۔

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

روایت نمبر ۲۰۰۔

تہمت کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ

اہم ہے۔ اور خصلت ائمہ ہے

جامع الاخبار۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرُ عَ اشْرَفُ خَلَائِقِ
الْاَيُّمَةِ وَالْفَاضِلِينَ مِنْ شِيعَتِنَا اسْتِعْمَالُ
التَّقِيَّةِ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الْعَسَاوِيُّ عَ اسْتِعْمَالُ التَّقِيَّةِ مِنْ
اَفْضَلِ الصَّدَقَاتِ وَالتَّزْكُوَةِ وَالْحَجِّ
وَالْمُجَاهِدَاتِ ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ / الفصل الثالث)

والاربعون في التقية ۔)

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے ائمہ اور صاحب فضیلت لوگوں کے اخلاق میں سے اعلیٰ خلقِ تقیہ (مہربان جھوٹ بولنا) ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تقیہ کرنا سداقت، ازکوة، حج اور عبادت میں سب سے افضل ہے۔

روایت نمبر ۱۔

تقیہ نماز پڑھنے کے پچیس نمازوں کا ثواب
مکتاب ہے

من لایکفرہ الفقیہ:-

رَوَى عَنْهُ حَمْرُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ قَالَ مَا
مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَصَلِّي صَلَاةً فَرِيضَةً فِي وَقْتِهَا
ثُمَّ يَصَلِّي مَعَهُ صَلَاةً تَقِيَّةً وَهُوَ مُتَوَكِّلٌ
إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا خَمْسَةً وَعِشْرِينَ مَرَّةً
فَارْعَبُوا فِي ذَلِكَ۔

(۱۔ من لایکفرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷)

فی امام الجماعة، مطبوعہ مکتبہ

طبع قدیم

(۲۔ من لایکفرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۵)

باب فی الجماعة وفضلها مطبوعہ

بہران طبع جدید

ترجمہ:-

مہر لکھنؤ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تم میں جو شخص کوئی سی فرضی نماز اس کے وقت میں ادا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد با وضو نماز تہیہ پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پچیس درجہ (زیادہ ثواب) لکھ دیتا ہے۔ لہذا نماز تہیہ میں رغبت کرنی چاہیئے۔

ذرا بیت نمبر:

صفحہ اول میں تہیہ نماز پڑھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَرَوَى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ عَشْمَانَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّى مَعَهُمْ فِي الصَّغَى الْأَوَّلِ كَانَ كَمَنْ صَلَّى مَعَهُ فِي النَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّغَى الْأَوَّلِ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷

فی امام الجماعة، مطبوعہ لکھنؤ

طبع قدیم

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۵۰

باب فی الجماعة وفضلہا مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عمار بن عثمان نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شیعوں، مہنویوں کے ساتھ اقیقہ کرتے ہوئے اپنی صفت میں نماز پڑھے گا۔ وہ یوں سمجھے۔ جیسا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صفت اولہ میں نماز پڑھی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے ان اقیقہ کا اتنا اونچا مقام ہے جو صحابی کے ثواب کو پہنچا دیتا ہے۔ اسی لیے تو صاف صاف لکھ دیا۔ کہ کسی سنی امام کے پیچھے صفت اول میں اقیقہ کر کے نماز پڑھا کر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفت اول میں نماز پڑھنا ہے۔ اور اس کا آثار ثواب اور آدم سنی امام کو قابل امت تو دور کی بات ہے یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ گران کے نظریات کے مطابق ایسا لکھا ہے۔ تو سنی امام کے پیچھے ان کی نماز ہو ہی کب سکتی ہے۔ جب نفس نماز ہی نہ ہوئی تو ثواب کس چیز کا اور وہ بھی آثار بڑا کہ صحابی کے ہم قدر ہو گیا۔

روایت نمبر ۷:

اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی

تو اس نے گویا ائمہ اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی

جامع الاخبار: قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْعَتَا فِئْتَيْنِ بِتَوْبَةٍ كَانَ كَمَنْ صَلَّى خَلْفَ الْأَيْمَنَةِ

(جامع الاخبار ص ۸۸، فصل ثلاث دار بعدی اقیقہ)

مطبوعہ نعت اشرف

ترجمہ:-

(بقول شیعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے منافقین (اہل سنت) جماعت کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس نے گویا اہل بیت کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی۔

روایت نمبر ۸:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ جس نے ہماری
بات ظاہر کر دی۔ اس نے گویا ہمیں
عمداً قتل کیا

جامع الاخبار:-

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ آذَاعَ عَلَيْنَا
شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا فَلَهُ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَكَمَنْ
يَقْتُلُنَا خَطَاً

(جامع الاخبار ص ۸۰۸ مطبوعہ بیروت شریف)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے ہماری کوئی بات ہم پر
ظاہر کر دی۔ تو اس نے گویا ہمیں جان بوجہ کر قتل کیا۔ اور غلطی سے
نہ مارا۔

+

مقام غور:-

فائدہ میں کرام بائیں انصاف کوں۔ کہ حدیث کے مضمون کے بعد جبکہ اس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تو کسی کوئی شیعہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میرے پاس ائمہ اہل بیت کی روایات اور روایات ہیں۔ اگر کہتا ہے۔ کہ ہاں میرے پاس ایسا صحیح ذخیرہ موجود ہے تو وہ قائل ائمہ اہل بیت ہے۔ اور وہ بھی غلط۔ اور اگر اپنے آپ کو ائمہ اہل بیت کے علاوہ قائل ہونے کے الزام سے انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے پاس ان امر کی کوئی ایک بھی صحیح بات نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے دعووں کے مطابق یہی رائج ہے کہ جو کچھ معبان اہل بیت و شیعہ اہل ان کے کلام کا یہ شیوہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنے کلام اور محبوب شخصیات کے ارشادات سے انحراف کریں۔ اگر یہی قول و احتمال رائج ہے۔ کہ معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات نے مسلک ائمہ اہل بیت کو منہی رکھا ہے۔ اور یہی چار اصول و مقصود بھی ہے۔ کہ ان کا مذہب از اول تا آخر جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے ہم وجہ قائم تہیہ، متہ اور دیگر افعال مذمومہ جو ان لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی کہ انہیں بازو ملال کیا۔ تو یہ بالکل ایسا نہیں۔ کیونکہ جب ائمہ کے ارشادات پیچھے ہوئے ہیں۔ تو یہ ظاہر ارشادات کس کے ہیں؟ ہاں شیعہ لوگوں کے لیے وہی راستے ہیں۔ اگر کہتے ہیں کہ روایات ائمہ یہی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی بات ہماری نہیں۔ اور نہ ہی کسی حدیث کی حقیقت کو چھپایا گیا۔ تو پھر اپنے آپ کو اپنے ہی امر کے اس قول کے مطابق قائلان ائمہ اہل بیت کہلائیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کریں کہ ائمہ اہل بیت کا حقیقی مسلک و عقیدہ کچھ اور تھا اور جو کچھ ان کی طرف ان کا عقیدہ منسوب کیا گیا۔ وہ سراسر غلط ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن روایات کے ہمارے مذہب شیعہ قائم ہے۔ وہ سب کی سب من گھڑت اور لٹریات کا پلندہ ہے۔ حقیقت ان کے بالکل برعکس ہے۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے یکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

روایت نمبر ۹۔

تقیہ کر کے نماز پڑھنے والے پرفرشتہ درود و سلام
بھیجتے ہیں۔ ایسی نماز کا ثواب سات سو نمازوں

کے برابر ہوتا ہے

تفسیر امام حسن مکاری:-

تَنْظُرُ الْبَاقِرِ إِلَى بَعْضِ شَيْعَتِهِمْ وَقَدْ خَلَّ خَلْفَ
بَعْضِ الْمَنَافِقِينَ إِلَى الصَّلَاةِ وَآخَسَ الشَّيْعَةَ
يَاكَ الْبَاقِرَ قَدْ عَرَفْتَ ذَلِكَ مِنْهُ فَقَصَدَهُ وَقَالَ
أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ صَلَاتِي
خَلْفَ فَلَانٍ فَإِنِّي أَتَقِيهِ وَكَوْلَا ذَلِكَ لَصَلَّيْتُ
وَحْدَهُ قَالَ لَهُ الْبَاقِرُ إِنَّمَا كُنْتَ تَخْتَلِجُ أَنْ
تَعْتَذِرَ لَكَ وَتَرْكْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ الْمُؤْمِنَ مَا
رَأَيْتُ مَذَلَّتَكَ السَّمَوَاتِ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ
يُصَلِّي عَلَيْكَ وَتَلْعَنُ إِمَامَكَ ذَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ
تَعَالَى أَمَرَ أَنْ يُحْسِبَ لَكَ صَلَاتُكَ خَلْفَهُ

لِلشَّيْئَةِ بِسَبْعِ مِائَةٍ صَلَوةٍ
كُوْصَلِيَّتَهَا وَحَدَكَ فَعَلَيْكَ
بِالشَّيْئَةِ۔

تفسیر امام حسن مسکری ص ۱۶۸

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی ایک شیعہ کو ایک منافق دشمنی کے پیچھے
نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اس شیعہ نے یہ محسوس کیا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے
یہ سب کچھ دیکھ لیا اور جان لیا ہے۔ تو وہ امام کے پاس آیا اور اگر کہنے
لگا۔ اے رسول اللہ کے بیٹے! میں نے جو فلاں آدمی کے پیچھے نماز پڑھی
اس بارے میں مذنب میش کرتا ہوں۔ میں نے نماز تہیہ کر کے پڑھی ہے
اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں کیا ہی نماز پڑھ لیتا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے
اسے فرمایا۔ اے اللہ کے مومن بندے! اس قسم کا کھٹکاتجے تب
ہونا چاہیے تھا۔ جب وہ نماز تہیہ کے ساتھ درپردہ تھا۔ لیکن جب تو
نے وہ نماز بطور تہیہ پڑھی۔ تو پھر تجھے گھبراہٹ کیسی!

اے بندہ خدا! اللہ تعالیٰ کے ساتوں آسمانوں کے فرشتے اور ساتوں زمینوں
کے فرشتے اس وقت تک تجھ پر روئے اسلام بھیجتے رہے۔ جب تک تو نماز پڑھتا
رہا۔ اور اس امام پر لعنت کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیری اس تہیہ والی نماز کا
ثواب سات سو نمازوں کے ثواب کے برابر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا تجھ پر تہیہ انتہائی
مزد دی ہے۔

ۛ

عظیم فائدہ:-

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی شیعہ کا اہل سنت و جماعت امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں بہت زیادہ فائدہ ہے۔ اور سنی امام کو انتہائی نقصان کیونکہ طہید مقدی جو کہ تقیہ کو کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اسے سات سو تہنما زوں کا ثواب بھی مل رہا ہے۔ اور فرشتے اس پر صلوٰۃ و سلام بھی بھیجتے ہیں۔ بر خلاف سنی امام کے کہ اس سے پیچھے پر لعنت ہی لعنت۔

لہذا سنی حضرات کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں شرکت سے لعنت برسنے کا امکان ہے۔ اس لیے نہ یہ شریک ہوں۔ نہ اس کا شرف و مرتب ہو۔ کسی شیعہ کو سنیوں کی مسجد میں گھسنے کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔

انتہائی تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ انہیں ان کے مذہب نے عجیب و غریب اور نرول صغفہ جات عطا کیے جو کسی امت کو تعیب نہ ہو سکے۔ اور لعنت و تبرہ بازی تو ان کی ایسی بابرکت نعمت ہے۔ جو دوران نماز بھی پوری کی جا سکتی ہے۔

روایت نمبر ۱۰۰

امام قائم کے ظہور تک شیعہوں کے لیے جھوٹ
بولنا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ خارج ہو جائیگا

اعتقادات مدوق:-

وَالْحَقِيقَةُ وَاجِبَةٌ لَا يَجُوزُ رَفْعُهَا إِلَىٰ أَنْ
يَخْرُجَ الْقَائِمُ فَمَنْ تَوَكَّلَهَا قَبْلَ خُرُوجِهَا

فَقَدْ خَرَجَ عَنْ دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ دِينِ الْإِمَامِيَّةِ
وَخَالَفَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْأَيْمَةَ وَسُيْلَ
الصَّادِقِ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاكُمْ قَالَ أَعْطَاكُمْ بِالتَّقِيَّةِ

(اقتادات مدوق فی بحث ائقیہ و

ترجمہ فارسی ص ۱۳۳ باب سی و نہم و تقیہ

مفہوم تہران)

ترجمہ :-

اور تقیہ کرنا واجب ہے۔ اور یہ اس وقت تک واجب ہے گا
جب تک کہ امام قائم کا خروج نہیں ہوتا۔ تو جس شخص نے اس سے پہلے
تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ تو وہ اشرک کے دین اور دین امامیہ سے نکل گیا۔ اور اس
نے اشرک اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت کی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا
روان اھکم مکھ عنہ اللہ القھکم، تو انہوں نے جواب دیا اس سے مراد
وہ شخص ہے۔ جو سب زیادہ تقیہ پر کار بند ہے۔ وہ اشرک کے ہاں سب سے زیادہ
کرامت والا ہو گا۔

ۛ

روایت نمبر ۱۰

جو تقیہ نہ کرے بے دین ہے اور تقیہ

کی وسعت آسمان و زمین زیادہ ہے

جامع الاخبار:-

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ
لَهُ وَ أَنَّ التَّقِيَّةَ لَا فُسْخَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ -

جامع الاخبار ص ۱۰۹ فصل رابع

وخمسون فی الخوف و ملبوم

جمعت اشرف

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے تقیہ نہ کیا۔ اس
کا دین ہی نہیں۔ یعنی وہ بے دین ہے۔ اور تقیہ کرنا یقیناً آسمان و زمین
کا نسبت زیادہ وسیع ہے۔

جھوٹ کی کوئی حد نہیں!

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ دوسری جھوٹ بولنے
کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ اس پر کوئی گرفت و مذابہ ہے۔ بلکہ اس کے برعکس

جتنا کوئی بڑا تقیہ باز ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ عابد و زاہد اور خدا کے ہاں مکرم شمار ہوگا۔
 اللہ کے ہاں تقرب اور مکرم دراصل حق پرستی اور باطل شکنی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ
 نے ”دقتویٰ“ کے لفظ سے بیان فرمایا اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت
 اسی حق پرستی اور باطل شکنی کی زندہ مثال ہے۔ آپ نے میدانِ کربلا میں حق کی خاطر اپنی
 اور اپنے ساتھیوں کی شہادت قبول کر لی۔ لیکن جھوٹ اور باطل کی حمایت ہرگز نہ
 کی۔ لیکن شیعہ مذہب اس کے برعکس ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیعہ لوگوں کو اہل بیت کلم
 سے کوئی محبت و عقیدت نہیں۔ بلکہ یہ وہ کلمہ کہنے والے مجنوں ہیں۔ ان کا مذہب
 غلط اور باطل روایات کے سہارے کھڑا ہے۔ جنہیں ان لوگوں نے خود وضع کیا۔ اور
 ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔

روایت نمبر ۱۲

تقیہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسا نماز

چھوڑنے والا

اعتقادات مبدوق ۱

ابن بابویہ گوید اعتقاد ماور باب تقیہ اُن است کہ اُن (واجب است ہر کہ
 ترک تقیہ نمود مانند کسی است کہ ترک نماز نمود۔

(۱۔ اعتقادات مبدوق ترجمہ فارسی ص ۱۳)

باب سی و نہم اعتقاد و تقیہ

(۲۔ لوامع التنزیلی جلد سوم ص ۴۸۵)

باب سی و نہم اعتقاد و تقیہ

ترجمہ:-

ابن بابویہ کہتا ہے۔ کہ تقیہ کے بارے میں ہمارا (شیعہ لوگوں کا) عقیدہ یہ ہے کہ وہ واجب ہے۔ اور جس نے تقیہ چھوڑا۔ وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی۔

جب شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ چھوڑنا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ تو پھر اسے چھوڑنے کی کیا ضرورت پڑی۔ اس کے عمل کرنے میں دو ہر اثواب۔ ایک تو انبیاء کرام اور ائمہ اہل بیت کا ثواب اور دوسرا پناہ نام بھی اس حربے سے بخوبی چلا سکتے ہیں۔
روایت نمبر ۱۳۲:

تقیہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جامع الاخبار ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ آيَةَ
كَانَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ أَكْثَرَ لِعَيْنِ
أَيِّكَ مِنَ الشَّقِيَّةِ إِنَّ الشَّقِيَّةَ جُنَّةُ
الْمُؤْمِنِ

(جامع الاخبار ص ۱۰۹ / الفصل الرابع)

والخمسون في الخوف» مطبوعہ

نہجۃ اشرف

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میرے والد گرامی مجھے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اسے ابو عبد اللہ: تیرے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک

تقیہ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اسماعیل بیت کی آنکھوں کی ٹھنڈک تقیہ دہریہ جھوٹ

سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں ہے (مضافاً)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ جب انکار کو یہ حال ہے تو ان سے محبت میں مرے

جانے والوں کا کیا حال ہو گا مگر یہ بیان اسماعیل بیت جوئے سے کبھی پہنچا نہیں۔ تو گویا اتنا

بڑا جرم کرو یا جس سے اسماعیل بیت کی آنکھوں میں ٹھنڈک کی بجائے سرخ ڈال کر انہیں

پریشان کر دیا۔ جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ان سے پہنچ کی توقع رکھنا اتنا ہی ناممکن ہے۔

بتنا کہ سوئی کے تار کے سے اونٹ کا گرنے یا یہ لوگ جب دنیاوی مشاغل سے غافل ہوتے

ہیں۔ تو اسماعیل بیت کی طرف جھوڑوں اور دروغ گوئیوں کی نسبت کرتے اور اسی شکل میں

عمر میں بسر کر دیتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۱۱

تقیہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں

کے درمیان نور ہو گا جس سے وہاں روشنی

حاصل کی جائے گی

اصول کافی :

عَنْ مُعَلَّى بْنِ خَيْثَمٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ يَا مُعَلَّى أَكْتُمْنَا أَمْرَنَا وَلَا تُدْعُهُ فَإِنَّهُ

مَنْ كَتَمَ أَمْرَنَا وَلَمْ يُدْعِهِ أَعَزَّهُ اللَّهُ بِهِ

فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ
يَقُودُهُ إِلَى الْجَنَّةِ يَا مُعَلَّى مَنْ أَدَاعَا أَمْرَنَا
وَلَمْ يَكْتُمْهُ أَذَلَّهُ اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَ
نَزَعَ النُّورَ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ وَ
جَعَلَهُ ظُلْمَةً تَقُودُهُ إِلَى النَّارِ يَا مُعَلَّى إِنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِينِي
وَ دِينَ آبَائِي وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ -

داہل کافی جلد دوم ص ۲۲۲-۲۲۳

کتاب الایمان والکفر باب

الکتمان مطبوعہ تہران طبع جدید - ۱

ترجمہ :-

معلى بن خنيس سے روایت ہے :- کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :- اے
معلى ! ہمارے حکم کو چھپاؤ اور اسے مت پھیلاؤ بے شک جس نے
ہمارے حکم کو چھپایا ، اور ظاہر نہ کیا ۔ اسے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ
دنیا میں عزت بخشے گا اور کل قیامت کو یہ بات اس کی دونوں آنکھوں
کے درمیان لودہ بن کر چمکے گی جو اس آدمی کو جنت میں لے جائے گا ۔
اے معلى ! جس نے ہمارے حکم کو شائع کر دیا ، اور اسے چھپا نہ رکھا ۔
تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا ۔ اور آخرت میں اس
کی دونوں آنکھوں کے درمیان والا نور واپس لے گا ۔ اور اس کو اندھیرا
بنادے گا ۔ جو اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا ۔ اے معلى ! تقیہ
دین کا بھروسہ ہونا (میرا اور میرے اہل و عیال کا دین ہے) ۔ اور جس کا تقیہ
نہیں ، اس کا دین نہیں ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کل قیامت کو جس شیعہ نے تئید کر لیا ہوگا۔ اس کا منہ کالا ہوگا۔ اور وہ دوزخی ہوگا۔ اور یہ اس کی اہمائی ذلت اور رسوائی ہوگی۔ کیونکہ یہ ایسا جرم ہوا۔ جس کی دوزخ کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں۔ اور اس کے برعکس وہ شیعہ جنت میں حورو غلمان میں مہرہوں پر یکے لگائے ہنسی خوشی رہے گا۔ جس کی زندگی تئید (مریخ جھوٹ) سے عبارت تھی۔ بہمان اللہ! کیسا عجیب و غریب مذہب ہے۔ جس میں جھوٹ بولنے والا جنتی اور سچ کہنے والا ذلیل اور جہنمی ہے۔ جھوٹے کو فوٹے گا۔ اور سچے کو اندیڑا اور تمام ائمہ اہل بیت بھی معاذ اللہ! اسی مذہب پر تھے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ایسے مذہب نامہ مذہب سے دور رکھے۔ آمین۔

روایت نمبر ۱۵:

شیعہ مذہب میں مرنے تک اپنا اصلی
مذہب چھپانا جائز ہے۔ اور بلندی درجات
کا حامل ہے

جامع الاخبار ۱۔

قَالَ جَابِرٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ
لَنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا قَالَ يَا جَابِرُ رَبُّكَ
أَعْلَمُ بِالْغَيْبِ أَنَّهُ كَانَتْ اللَّيْلَةُ الْبَقِيَّةَ أُسْرِيَ
بِهِ إِلَى السَّمَاءِ انْتَشَلِيَتْ إِلَى الْعَرْشِ فَأَيَّتُ أَرْبَعَةً
أَنْوَابٍ فَقِيلَ لِي هَذَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَهَذَا عَمَلُكَ

أَبُو طَالِبٍ وَ هَذَا أَبُوكَ عَبْدُ اللَّهِ وَ هَذَا ابْنُ
عَمَّتِكَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقُلْتُ إِلَهِي بِمَ
نَالُوا هَذِهِ الدَّرَجَةَ قَالَ يَكْتُمَانِيهِمُ
الْإِيمَانُ وَ لَا يَظْهَرُ لَهُمُ الْكُفْرُ حَتَّى
مَاتُوا عَلَى ذَلِكَ -

(جامع الاعتبار ص ۷۷، فصل سادس فی فضائل
اسلاب دار عام النبی و علی ملبوسہ تبعث
اشرف)

ترجمہ ۱-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو طالب مرتے
وقت بھی کافر تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اسے جابر
تیرا پروردگار سب زیادہ غیب جانتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ
نے مجھے شب معراج سیر کرائی۔ میں جب عرض پر پہنچا۔ وہاں میں نے
چار نور دیکھے۔ مجھے بتایا گیا۔ ایک نور آپ کے دادا عبد المطلب کا، دوسرا
نور آپ کے چچا ابو طالب کا۔ تیسرا نور آپ کے والد عبد المطلب کا، اور چوتھا
نور آپ کے چچا جعفر بن ابی طالب کا ہے۔ میں نے عرض کی۔
اے اللہ! ان لوگوں نے کس بنا پر یہ وجہ حاصل کیا۔ اللہ نے فرمایا۔ یہ وجہ
اس وجہ سے انہیں ملے۔ کہ انہوں نے ہر دم مرگ ایمان چھپائے رکھا۔ اور
کفر کا اظہار کیا۔

روایت نمبر ۱۲: جس نے تقیہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر)
امالی شیخ طوسی ۱۔

قَالَ سَيِّدُنَا الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِالتَّقِيَّةِ
فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَجْعَلْهَا شِعَارَهُ وَثَارَهُ -

امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۹۹

مطبوعہ قم ایران مبعس جدید

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے شیعوں! تم پر تقیہ
لازم ہے جس نے تقیہ نہ کر اپنا اوڑھنا بھونٹا نہ بنایا۔ وہ ہم میں
سے نہیں۔

روایت نمبر ۱۳:-

تمام اعمال سے تقیہ افضل ہے اور

شیعوں کے اعمال کی جان ہے

تفسیر رواسع التفسیر ۱:-

ثانی حدیث جناب امیر المؤمنین علیہ السلام است کہ قمرود التَّقِيَّةِ مِنْ
أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْمُؤْمِنِينَ يَعْمُرُونَ بِهَا نَفْسَهُمْ وَأَتَوَاتَتْهُ
عَنِ الْفَاجِرَةِ مَنْ -

تفسیر رواسع التفسیر جلد چہارم ہواں ص ۲۸۵

مطبوعہ لاہور

ترجمہ ۱۔

دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے بھائی کا افضل ترین عمل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ خود اپنی اور اپنے بھائیوں کی جانوں کو فاجر لوگوں سے محفوظ کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۸۔

تقیہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں

تفسیر راجع التنزیل ۱۔

از حضرت صادق علیہ السلام آوردہ کہ فرمودہ لَا وَآلِہٖ مَا عَلٰی
وَجْہِہٖ الْآرَظِیْنَ مِنْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ التَّقِیَّۃِ۔
تفسیر راجع التنزیل پارہ چہرہ ہواں
ص ۸۶ مطبوعہ لاہور

ترجمہ ۱۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ خدا کی قسم ہارنے
زمین پر تقیہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دوسرا عمل نہیں۔
شہید حضرات کی معتبر کتاب اموال کافی میں جب یہ ذکر ہے کہ حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب صرف
تقیہ ہے۔ تو چہرہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ شہید لوگ اس افضل عمل کو ترک کر کے

ائمہ کی دشمنی مول لیں۔ قیامت کو نور سے محروم رہیں۔ دنیا میں ذلیل
 ہوں۔ اور تمام نیکیاں ضائع کر دھیں۔ ہاں درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس
 جھوٹے مذہب کے ماننے والوں کو حج کے نزدیک تنگ نہیں آئے دیا۔
 ان کی قسمت ان کے ساتھ خدا سمجھے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

فصل چہارم

وسعتِ تقیہ اور اس میں شیعوں کی خود غرضی

شیعہ حضرات کے نزدیک وقتاً فوقتاً تقیہ کرنا (مہرِ سج جوٹ بولنا) جائز بلکہ واجب ہے۔ اور امام ہمدی کے ظہور تک اس پر عمل ہوتا رہا ہے گا۔ اس کی وسعت اہل تشیع کے نزدیک ادریں واسطوں کی وسعت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جیسا کہ فصلِ اول میں اسی عنوان کی ایک روایت گزر چکی ہے۔ اسی موضوع پر شیعہ حضرات کی متبرک کتب سے ہم چند اور روایات ذکر کرتے ہیں۔ جو ان کی کتب میں ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب ہیں۔ ”بے مقصد جھوٹ بولنا تقیہ ہے۔“

روایت نمبر ۱

اصول کافی ۱۔

عَنْ زُرَّادَةَ بْنِ أَعْيُنَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي
ثُمَّ جَاءَهُ كَجُلٍّ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ

بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ أَعْرَفَ فَأَجَابَهُ
 بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَاجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ
 الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ رَجُلَانِ مِنَ
 أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكَ قَدْ مَا يَسْأَلَانِ فَلَجِبْتَ
 كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِغَيْرِ مَا أَجَبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ
 فَقَالَ يَازَرَّارَةُ إِنَّ هَذَا خَيْرٌ لَنَا وَآبَتُنِي
 لَنَا وَلكُمْ وَ لَوْ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى أَمْرٍ
 وَاحِدٍ لَصَدَقَكُمْ النَّاسُ عَلَيْنَا وَ لَكَانَ
 أَقْسَلَ لِبَقَائِنَا وَ لِبَقَائِكُمْ قَالَ ثُمَّ
 قُلْتُ لِابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 شِيعَتُكُمْ لَوْ حَمَلْتُمْهُمْ عَلَى
 الْأَسْتَقَةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمَضَوْا وَهُمْ
 يَخْرُجُونَ مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ فَكَانَ أَجَابَتِي
 بِمِثْلِ جَوَابِ أَبِيهِ -
 (امام کاظمی جلد اول ص ۵۵) کتاب فصل
 اب اسم مطبوعہ تبرکات پبلیشرز

ترجمہ :-

زرارہ کہتا ہے میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال پوچھا
 آپ نے اس کا مجھے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی
 وہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے وہ جواب دیا جو میرے جواب کے
 خلاف تھا۔ پھر تیسرا آدمی آیا اس کا بھی وہی سوال تھا آپ نے ہم
 دونوں کے خلاف اس کو جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے میں کہا

اسے رسول اللہ کے بیٹے! یہ دونوں آدمی عراق کے رہنے والے ہیں۔ اور آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔ دونوں نے حاضر ہو کر ایک ہی سوال کیا۔ تو آپ نے ہر ایک کو ٹٹھکھٹھکھٹھک (مختلف) جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اسے زرارہ! ایسا ہمارے اور تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اور اس میں ہماری اور تمہاری زیادہ بقا ہے۔ اور اگر تم ایک ہی بات پر کھٹے ہو جاؤ۔ اور لوگ ہمارے معاملہ میں تمہیں سچا سمجھنے لگیں تو ایسا اجتماع ہماری تمہاری بقا کے لیے مضر ہوگا۔

اس کے بعد میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ کے شیعہ اس قدر سختہ ہیں۔ کہ اگر آپ ان کو نیزوں پر میدان جنگ میں سینہ مانسنے کو کہیں۔ یا آگ میں کودنے کا حکم دیں۔ تو وہ آپ کے حکم سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ آپ سے مختلف جواب سنیں پس حضرت نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد ماجد نے دیا تھا۔

حاصل حدیث:

اسی ذکر شدہ روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب میں تقیہ (بھوٹ بولنے) کے لیے کسی قسم کا خوف واجب و اکراہ کوئی شرط نہیں۔ بلکہ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ ہر حال میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بات اس حدیث سے بالکل عیاں ہے۔ کہ وہ سوال کرنے والے ان ائمہ حضرات کے ایسے جانثار تھے۔ کہ اپنی زندگی کی انہیں پرواہ نہ تھی۔ آگ میں جلتے کو کہا جائے۔ یا نیزے بھلسے کے زخم برداشت کرنے کو یا اور کوئی تکلیف ہونے کا حکم ہو۔ وہ فوراً مکمل در آمد کریں گے تو ایسے شیدائیوں، بانٹاؤں اور عقیدت مندوں سے بھی یہ ائمہ سچی بات نہ کرتے تھے۔ آپ انداز فرمائیں۔ کہ

ان جیسے لوگوں سے خوف ہو۔ تو پھر بے خوفی کن سے ہوگی؟

اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں تقیہ (جھوٹ بولنے) کی خاطر خود دست پیدائی گئی ہے۔ اس روایت کا دوسرا سوا ایک عجیب مضمون کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما نے جب ایک سوال کے تین جواب دیئے۔ اور وہ بھی اپنے جانثاروں کو۔ تو ایسا کرنا ان اثر کا تقیہ ہوا۔ اور تقیہ بھی اپنے عقیدت مندوں سے کیا گیا۔ غیروں سے تقیہ کرنا توحیدوں کی وجہ تھا ہی۔ لیکن یہاں تو اپنوں سے بھی تقیہ برتنا جا رہا ہے۔

پھر اسی روایت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ایک ہی سوال کے ائمہ اہل بیت نے مختلف جواب دیئے۔ جو باہم متضاد بھی ہو سکتے ہیں۔ تو ان حضرات کی روایات پر ہی مذہب شیعہ قائم ہوا۔ اب فیصلہ غلبہ بات یہ ہے کہ فی زمانہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جو روایات اہل تشیع نے اپنے اثر سے اپنی کتب میں ذکر کی ہیں۔ وہ واقعی ائمہ کی ہیں۔ یا اپنی طرف سے گھڑی گئیں۔ بالفرض اگر ائمہ کی ہی مان لی جائیں۔ تو پھر ان کو سچا کہیں گے یا جھوٹا۔ ان روایات سے خود ائمہ کے مسلک کا کیسے پتہ چل سکے گا؟ یہ وہ چند ابھرنے والے سوالات ہیں۔ جن کا جواب آنا ضروری ہے۔

ہم جس تحقیق پر پہنچے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ کہ درحقیقت اس قسم کی تمام روایات شیعہ معنفین نے خود وضع کیں۔ اور ان سے حضرات ائمہ کرام کا دور کا بھی تعلق نہیں کہ اگر شیعہ حضرات کے بقول ائمہ تغاویبی کا شمار ہوں۔ اور تقیہ کے خواگرا ہوں۔ تو تقیہ کی ضرورت جس شخصیت کو سب سے زیادہ تھی۔ وہ میدان کربلا کے شہید، بلکہ گوشہ حیدر کا دروازہ مجوسہ پروردگار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ تو کیا کوئی مان کا لالہ یہ دکھا سکتا ہے۔ کہ امام پاک نے تقیہ کیا ہو۔ کیا کوئی تاریخی

گوای اسی ل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کا تو یہ حال تھا۔

سے مردانہ وادوست در دست یزید

تھا کہ بنا کے لا الہ است حسین

حضرات احمد کرام سے بڑھ کر کون حق گو اور حق پرست تھا یہ مقدس ہمتیاں گناہوں کی جڑ تھیہ اسے بالکل مبرا اور منزہ تھیں۔ جیسا کہ آئندہ فصل میں اس کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا کہ ان شیعہ لوگوں کی بیان کردہ خرافات اور روایں تباہی باتوں سے دامن اندہ اہل بیت پاک تھا۔

سے آئین جوان مرداں حق گوئی وبے باکی

افس کے شیروں کو اتنی نہیں رو باہی

روایت نمبر ۲:

فروع کافی:-

عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ كَانَ
أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ يُنْفِخُ فِي زَمَنِ بَيْتِ أُمِّيَّةَ
أَنَّ مَا قَتَلَ الْبَارِزِيُّ وَالصَّقَرُ فَهُوَ حَلَالٌ
وَكَانَ يَشْقِيهِمْ وَآنَا لَا آتِيهِمْ وَ
هُوَ حَرَامٌ مَا قَتَلَ.

دفعہ کافی جلد ششم ص ۲۰۸ کتاب العیوب باب

میدانہ ذوق و العقود و غیر ذلک مطبوعہ تہران

طبع جدید

تقریباً۔

ابان بن تغلب سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد رضی اللہ عنہ بنی ہاشم کے زمانہ میں تقیہ کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جس مظلوم کو بازیاشکر مار ڈالے۔ وہ حلال ہے۔ اور جس کو شک تقیہ نہیں کرتا اس لیے میرا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں کا مارا حرام ہے۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ میں تقیہ کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ امام وقت ایک بھی چیز کو تقیہ کرتے ہوئے حلال اور دوسرا کسی چیز کو تقیہ نہ کرتے ہوئے حرام کہہ رہا ہے۔

آپ خود فرمائیں کہ امیر بالمعروف اور نہی من المنکر پر اگر یہ اثر اہل بیت علیہم السلام مل نہ کریں گے تو پھر دوسرا کون مل کرے گا؟ لیکن شیعہ کتب کے مطالعہ اور ان کے مذہب کو جان لینے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اثر اہل بیت نے تقیہ (جھوٹ بولنا) کو ضرور کیا لیکن امیر بالمعروف اور نہی من المنکر سے وہ کوسوں دور ہے۔ پھر طاعت یہ کہ اس روایت میں باپ بیٹا کا ایک ہی چیز کے بارے میں حلال و حرام کا اختلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام کا کسی مسئلہ پر اتفاق نہ تھا۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ پہنچ جائیں گے کہ شیعہ حضرات نے اپنا الوہید جاکر نہ کیے اسے اسی روایت اور ایسی ہی دوسری روایات کا اثر اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ وہ حضرات المنکر ہیں جن کے جدا مجروح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل سے ٹکری اور جام شہادت نوش فرمایا۔ جب انہوں نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کی قیمتی جانیں بچانے کے لیے تقیہ کا سہارا لیا۔ تو ان کے جگر پارے اور دین و اسلام کے ستون کس طرح امیر بالمعروف اور نہی من المنکر کو غیر یاد کر سکتے تھے۔ اور ایک ہی چیز کے حلال و حرام دونوں باتیں کیسے

کہہ سکتے تھے بہ دراصل اس روایت سے شیعوں کی ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کرام بھی احکام و مسائل کے بیان کرنے میں تفسیر سے کام لیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو غلط سمجھنے بتایا کرتے تھے۔

لہذا جب دین کے ستون احکام و مسائل شرعیہ بتانے میں تفسیر سے کام لیتے ہیں۔ تو ہم کیوں تفسیر نہ کریں؟ پس اپنا مقصد نکالنا تھا۔ نکال لیا کہ یہی پراگم ائمہ کے لوگ اے مان لایا جڑ ہے۔

روایت نمبر ۱۳:

فروع کافی ۱۔

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُصْعَبٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قُولُوا لِأَيِّ قُرْءَةٍ نَجِئُ فَتَسْمَعُ مَا صَنَعَ بِحَدِّهَا قَالَ فَجَاءَتْ فَقَعَدَتْ خَلْفَ الشَّوْشِ ثُمَّ قَالَ أُنْشِدْنَا قَالَ فَقُلْتُ "قُرْءَةُ جُودِي بِدَمْعِكَ الْمَسْكُوبِ" قَالَ فَصَاحَتْ وَصَحْنَتِ الْيَسَاءُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلْبَابُ الْبَابِ فَاجْتَمَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ قَبِيعَتِ الْيَهُودِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَبِيحُ لَنَا حُشْيٌ عَلَيْهِ فَصَحْنَتِ الْيَسَاءُ

۱۱) فروع کافی ردۃ کافی جلد ۱ ص ۱۸۷ حدیث سفیان

یہ مصعب العبدی المعروف بہ ابن ابی جریہ

(وہ لقب الروضہ ص ۱۱۱ المعروف بکثور الجمع قدیم)

ترجمہ:-

سنان بن مصعب جہدی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ام فروہ سے کہو۔ اُسے اور اگر اپنے جہاں کی شہادت کا واقعہ سنئے۔ راوی کا قول ہے کہ وہ انہیں اور پرہ سے کہے پیچھے بیٹھ گئیں۔ پھر راوی کہتا ہے کہ امام نے ہم کو شمار پڑھ کر سنا دے۔ اس پر میں نے کہا۔ اسے ام فروہ اتھ بیٹھ کر روئے۔ یہ سن کر فروہ کی بیٹی غلی سا اور دوسری موجود دوسری بیٹی بیٹھ کر کہنے لگیں۔ امام نے فرمایا۔ دروازہ کی خبر لے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دینہ کے لوگ دروازہ پر جمع ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ امام نے ان کو کہلا بھیجا کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیے عورتیں رونے لگیں۔

ناظرین کو ام! اس روایت میں جو واقعہ پیش کیا گیا اس میں خود فراموشی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بلانے پر ام فروہ انہیں۔ اور امام نے انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ تو وہ رونے لگیں۔ اور وہاں موجود دوسری عورتیں بھی گریہ کن ہوئیں۔ ان کے رونے سے امام کو خوف ہوا کہ لوگوں کو اس کا علم ہو گیا۔ تو نہ جانے کیا ہو گا اس لیے باہر دروازہ پر جمع لوگوں کو کہلا بھیجا۔ کہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ جس کو دیکھ کر عورتوں نے رونے شروع کر دیا۔ حضرت ابی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لوگوں سے ایک بچہ کہ بے ہوش ہونے کا بہانہ تراشنا۔ جھوٹا نہیں؟ اور جھوٹ امام جو صوف کی طرف ان لوگوں نے منسوب کیا۔ جو خود اپنے منہ میں اہل بیت پر ہتھی ہیں۔ آپ خود کہیں کہ یہاں جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ بڑی بات تو یہی تھی کہ لوگ عورتوں کی گریہ و زاری سن کر امام حسین کی شہادت کے اندر ہناک واقعات کی یاد تازہ کر لیتے۔ آپ شیعوں کو اس سے

دریافت کر سکتے ہیں کہ انٹر ایل دیت کا جھوٹ بولنا اور وہ بھی بلا ضرورت معمولی سی بات پر
کتنے فی صد صداقت کا حامل ہے۔ اور انٹر ایل دیت کی استقامت کا اندازہ واقعہ کرنا جو
بدیش کرتا ہے۔ کہاں دوچار وی اور حتی پرستی۔ اور کہاں یہ معمولی سی بات پر بڑی اور کذب
پرستی؟

در اصل بات یہ ہے کہ شیعہ وگ اپنے باطل مذہب کی اشاعت و مقبولیت کے
لیے غلاب شریعہ افعال و اقوال کو انٹر ایل دیت کے اقوال و افعال بتلا کر انہیں بدنام کرنے
کی سعی و محنت کرتے ہیں۔ اس واسطے طریقہ پر عمل کر دہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مذہب
میں تئید (صریح جھوٹ بولنے) کی کھلی چٹھی ہے۔ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ کھل کر تئید کر
ہیں۔ کوئی گرفت نہ ہو گی اس طرح کی آگ آپ بجھا بھی سکتے ہیں۔ اور گڑھے کا بھی کچھ
ہیں۔ (مقام غور ہے)

روایت نمبر ۴۴

رجال کشی۔

دَاوُدُ الرِّقِّي قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ فِدَاكَ كَمِ
عِدَّةِ الظَّهَارَةِ فَقَالَ مَا أَوْجَبَهُ اللَّهُ فَوَاحِدَةً
وَأَضَافَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ وَاحِدَةً
لِيُضْعِفَ الثَّانِ وَمَنْ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَلَا
صَلَاةَ لَهُ أَنَا مَعَهُ فِي ذَا حَتَّى جَاءَ دَاوُدُ
ابْنُ دُرَيْمٍ وَآخَذَ نَاصِيَةَ مَنْ الْبَيْتِ فَسَأَلَهُ
عَمَّا سَأَلْتَهُ فِي عِدَّةِ الظَّهَارَةِ فَقَالَ لَهُ
ثَلَاثًا ثَلَاثًا مَرَّةً لَتَقْصَّ عَنْهُ فَكَذَا

صلوٰۃ لکھ۔

(درجہ اولیٰ میں ۲۹۴ تذکرہ داؤد زری)

مطبوعہ کربلا

ترجمہ:-

داؤد زری کہتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ کی۔ میں قربان ہو کر کھڑی ہو کر رہا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صرت ایک مرتبہ وضو کرنا لازم قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی کمزوری اور سستی کی بنا پر ایک دفعہ کا اضافہ فرمادیا۔ لہذا جو شخص تین مرتبہ وضو کرتا ہے۔ یعنی اضافے وضو پر تین دفعہ پانی پیرتا ہے۔ اس کی نماز مقبول نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میری موجودگی میں داؤد زری نے حاضر ہوا۔ اور کہنے میں بیٹھ گیا اس نے امام جعفر سے بیعت میرا سوال کیا کہ وضو کتنی دفعہ ہے؟ امام نے فرمایا۔ تین تین مرتبہ۔ جس نے تین مرتبہ اضافے وضو پر پانی نہ برمایا اس کی کوئی نماز نہیں۔

اس روایت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ شیخ لوگوں کے نزدیک قیہ ایک واضح جھوٹ کا نام ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان کے ہاں اتنا کسب اور عام ہے کہ امام آدمی کو یہاں اثر الہییت میں سے کوئی جھوٹ بھی قیہ کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ اسی روایت میں کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کی وضاحت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ خلیفہ وقت ابو جعفر منصور عباسی کی طرف سے سچ بولنے کی صورت میں کچھ خطرات و مصائب کا خوف تھا۔ حالانکہ اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ خلیفہ وقت کا امام جعفر کے مسلک کا بخوبی علم تھا۔ امام جعفر نے امام جعفر کا تب کچھ بھی لگاؤ نہ رکھا تھا۔ تو پھر امام جعفر کا تب جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ لہذا

مسلم ہوا کہ اس واقعہ کا امام موصوف کی ذات سے کوئی حقیقی تعلق نہیں۔ بلکہ گھر گھر اگر آپ کی ذات کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیعہ لوگوں کو ہدایت دے تاکہ وہ عقائد حق نبوت کو بدنام کر کے اپنی عاقبت پر باد نہ کریں۔

روایت نمبر ۱۵۱

فروع کافی ۱

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَرَّرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا أَرْمَلَنِي
مَاتَ وَأَوْصَى إِلَيَّ فَقَالَ لِي وَمَا الْأَرْمَانِي؟
قُلْتُ نَهَضْتُ مِنْ أَنْبَاطِ الْجِبَالِ مَاتَ وَأَوْصَى
إِلَيَّ بِتَرْكِيهِ وَتَرَكْتُ ابْنَتَهُ قَالَ فَقَالَ
لِي أَعْطِهَا النَّيِّصَتِ قَالَ فَأَخْبَرْتُ زُرَّارَةَ
بِذَلِكَ فَقَالَ لِي إِنَّكَ إِثْمًا السَّالِ لَهَا
قَالَ خَدَّخْتُ عَلَيْكَ بَعْدُ فَقُلْتُ أَصْلَحَكَ
اللَّهُ إِنَّ أَصْحَابَنَا دَعَمُوا إِنَّكَ اتَّقَيْتَنِي
فَقَالَ وَاللَّهِ مَا اتَّقَيْتَكَ وَلَكِنْ اتَّقَيْتُ عَلَيْكَ
أَنْ تَضْمَنْ قَهْلٌ عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَحَدٌ
قُلْتُ لَا قَالَ فَأَعْطَهَا مَا بَقِيَ.

(فروع کافی جلد دوم ص ۷۷، ۷۸، کتاب

المواریث، باب میراث الولد المبطون

تہران مطبع جدید)

تقریباً ۱۔

سید بن محرز کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہلایک
 اور مانی مر گیا ہے۔ اور وہ میرے لیے اپنے مال کی وصیت کر گیا ہے۔ تو
 امام نے مجھ سے پوچھا۔ اور مانی کیا ہے؟ میں نے کہا۔ پہاڑوں کے انبار
 میں سے ایک نعلی مر گیا ہے۔ اور اپنے ترکہ کی مجھے وصیت کر گیا ہے۔
 اس کی ایک بیٹی بھی موجود ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس بچی کو اس کا آدھا
 مال دے دو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اس بات کا تذکرہ زرارہ سے کیا
 تو اس نے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ وہ مال سارا اسی کا ہے۔ امام نے
 اذروے کے تئیرہ فتویٰ دیے ہیں۔ میں پھر ایک وقت امام موصوف کے
 اہل حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے۔ ہمارے
 ساتھی کہتے ہیں کہ آپ نے (فتویٰ دیتے وقت) تئیرہ کیا تھا۔ فرمایا
 اللہ کی قسم! میں نے تیرے ساتھ فتویٰ دیتے وقت تئیرہ کیا تھا۔ لیکن
 مجھے ڈر ہے تھا کہ تجھ سے مواخذہ ہو گا۔ تو کیا اس کا علم تو کسی کو نہیں ہوا؟ میں
 نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو اپنے فرمایا۔ کہ جو کچھ پہنچ گیا۔ وہ اس کی بچی کو دے دو۔
 یعنی نصف پہلے دے دیا تھا۔ اور جو باقی نصف بچا ہے۔ وہ بھی اسی
 کا ہے۔ اس کو دے دو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام موصوف نے میراث میں بھی تئیرہ کیا۔
 اور جو ماثفتویٰ دیا۔ پھر اس جھوٹے فتویٰ کی توثیق کے لیے اللہ کی قسم بھی اٹھائی۔
 اب فیصلہ ناظرین آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہ شیعوں لوگوں نے اپنی کتب میں
 ائمہ اہل بیت کی جو روایات ذکر کی ہیں۔ اور جو احادیث ان کی سند سے جمع کی ہیں ان میں
 حق و باطل کا امتیاز کیونکر ممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع کے ہاں جو مسلک ہے۔ وہ اہل بیت کا ہرگز نہیں
 کیونکہ اہل بیت حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو دبانے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔
 ان کی ساری زندگیوں میں امر بالمعروف نہی عن المنکر میں بسر ہوئی۔ وہ جھوٹی بات کو کبھی
 زبان پر لانا گوارا نہ کرتے تھے۔ ان کی زبان ہمیشہ حق و صداقت سے مزین رہی جیسا کہ
 عنقریب رد قتیہ کی بحث میں ہم ان کی حق گوئی اور بے باکی کے واقعات نقل کریں گے
 جنہیں پڑھ کر یقین ہو جائے گا کہ قتیہ ایسی دروغ گوئی اور شیعہ اعتراضات سے ان حضرات
 کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

روایت نمبر ۱۱ ہر چھوٹی بڑی ضرورت پر جھوٹ بولنا قتیہ ہے۔

اصول کافی ۱

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ التَّقِيَّةُ
 فِي كُلِّ ضَرُورَةٍ وَصَاحِبُهَا أَعْلَمُ بِهَا
 حِينَئِذٍ كُنْزُهَا

(امول کافی جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۱۹ -

کتاب الایمان والحکم باب

التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ ۱

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں تقیہ ہر
 ضرورت کے وقت کام آتی والی چیز ہے۔ اور جس شخص کو ضرورت
 درپیش ہوتی ہے۔ وہ اس کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ
 اس پر کب اتاریں۔ اور کب تک رہے گی۔

اس حدیث سے واضح کر دیا کہ قتیہ امر بے جھوٹ بولنا ہر ضرورت کے وقت

بائز ہے۔ اور ہر ضرورت کا مفہوم آنا عام ہے۔ کہ اس میں معمولی سے معمولی ضرورت بھی داخل ہے۔ اور بڑی سے بڑی ضرورت بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی ایک بجو کے جانے کے پیش نظر تفتہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس سے کم ضرورت پر بھی توجہ کرنا جائز ہے تو کھلی مٹی ہو گئی۔ جب چاہیں۔ جہاں چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ تفتہ کر سکتے ہیں جھوٹا لاپ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ اگر کسی نے اس رخصت پر عمل نہ کیا۔ تو وہ دین الہامیہ سے غارت ہو جائے گا۔ اور اس سے درشتیہ ہائیں کہا جائے گا۔

فصل پنجم

تقیہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ

سے دلائل

دلیل اول :-

الَّذِينَ يَخِشُونَ رَبَّهُمْ لَا يَخْشَوْنَ
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا

(پہلے ۲۷)

ترجمہ :-

ہم غیر پرے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں اور
سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے کو اللہ ہی
کافی ہے۔ (ترجمہ قبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ حضرات انبیاء کے کام سے تیرے کا وقوع ناممکن ہے
کیونکہ ان کی ہر بات اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اور اللہ ہی کا فرمان ہے کہ میرے بغیر
کسی سے مست اور اور آپ حضرات یہ جانتے ہیں کہ تیرے کا اصل محرک خوف ہی ہے
جب انبیاء کے کام کو اللہ رب العزت کے ارشاد پر یقین کامل ہوتا ہے۔ تو انہیں صرف
اُسی دہرہ لا شرک کا خوف ہوتا ہے کسی دوسرے کا خوف انہیں باوجود استقامت
سے اور امر و نہی میں سرکھٹا ہوا ثابت ہوا کہ انبیاء کے کام میں سلام کے بارے
میں اعتقاد تیرے رکھنا سراسر باطل اور کفر ہے۔ بلکہ ان کی طرف اس کو بے صبر کی نسبت
بھی انتہائی گستاخی ہے۔ اسی عضو کی توحید و توحید مفسر علامہ طبرسی سے سنئے
مجمع البیان

رَالَّذِينَ يَسْتَلْفُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ) آتَى
يُؤَدُّ وَنَهَا إِلَى مَنْ يُعِشُوا إِلَيْهِمْ
وَلَا يَكْتُمُونَهَا رَوَ يَخْشَوْنَ) آتَى وَ
يَخَافُونَ اللَّهَ مَعَ ذَلِكَ فِي تَرْكِ مَا
أَوْجَبَهُ عَلَيْهِمْ رَوَ لَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا
إِلَّا اللَّهَ) وَلَا يَخَافُونَ مِنْ سِوَى اللَّهِ
فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْآدَاءِ وَالشَّيْخِ وَفِي
هَذَا آدَاءٌ عَلَى آةِ الْآلِيَاءِ
لَا يَجُودُ عَلَيْهِمُ الشَّقِيَّةُ فِي تَهْلِيلِ
الْمَسَالَةِ

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۳۶۱ پ ۲۲)
مطبوعہ تہران ۱۳۵۶ھ

ترجمہ ۱۔

حضرات انبیائے کرام جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات و لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں کی طرف اللہ نہیں مبعوث کیا جاتا ہے۔ ان تک احکام پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان میں کسی حکم کو چھپاتے نہیں۔ اور انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ کا ہر وقت خوف رہتا ہے۔ کہ کہیں کوئی حکم چھوٹ نہ جائے۔ اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے اس کے احکامات اور تبلیغ میں انہیں ڈرتے۔ اس آیت کریمہ میں اس کی دلیل ہے۔ کہ انبیائے کرام سے تقیہ کا صدور ناجائز ہے۔ اور اللہ کے پیغام و احکام پہنچانے میں وہ تقیہ (جھوٹ بولنا) سے ہرگز کام نہیں لیتے۔

خود طلب یہ امر ہے۔ کہ اس شیعہ مفسر نے جس واضح انداز میں حضرات انبیائے کرام کی طرف تقیہ کو منسوب کرنا باطل ٹھہرایا ہے۔ اور شیعہ لوگ حضرات اللہ امی بیت کو انبیائے کرام پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن کہ ان اماموں نے ملت و حرمت میں دخل پذیر اختیار کیا ہو۔ اسی مفسر نے ایک اور مقام پر یہاں تک نقل کر دیا ہے۔ کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سعد بن ابی سہل کا خون مہل کر دیا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی سفارش لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس کی کیفیت آپ اسی مفسر سے ملاحظہ فرمائیے۔
مجمع البیان :-

فَلَقَدْ أَدَّى عُثْمَانُ اسْتِخْيَا مِنْ رَدِّهِ وَ
سَكَتَ طَوِيلًا لِيَقْتُلَهُ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ
ثُمَّ أَمَنَهُ بَعْدَ تَرَدُّدِ الْعَشِيقَةِ مِنْ

عُثْمَانُ وَقَالَ أَمَا كَانَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ
يُعْتَدِمُ إِلَى هَذَا فَيَقْتُلُهُ فَقَالَ لَهُ عُبَادُ
بْنُ يَشْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَيْنِي مَا ذَاكَ
فِي عَيْنِكَ ائْتِظَارٌ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَيَّ فَأَقْتُلُهُ
فَقَالَ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا تَكُونُ لَهُمْ خَائِنَةً
أَعَيْنَ قَلَمٍ كَيْتَسَحِبِ الْإِمَارَةَ إِلَى قَتْلِ
كَافِرٍ وَإِنْ كَانَ مُجَاهِدًا

(تفسیر مجمع البیان جلد ہشتم صفحہ نمبر ۳۶)

سورۃ الاحزاب مہرہ ان میں جدید

ترجمہ ۱۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔
گو آپ نے ان کی سفارش رد کر دینے سے حیا فرمایا اور کافی دیر اس
یہ خاموش رہے۔ تاکہ کوئی مسلمان اس (عبداللہ بن ابی سرح) کو قتل کرنے
پھر حضرت عثمان کی سفارش قبول کرتے ہوئے اسے اس دے دید
اس کے بعد آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا
جو اسے بڑھ کر اس کو قتل کر دیتا اس پر وہاں بصرے عرض کی۔ یا رسول اللہ
میری نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں۔ نہ تھا کہ آپ اکھ سے اٹھا نہ فرماتے
تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کو ہم کو زیب
ہیں دیتا کہ وہ اٹھ کی خیانت کریں۔ لہذا یہی کافر باع الدم کے قتل کے
یہ بھی اکھ سے اشارہ کرنا۔ آپ نے اچھا نہ جانا۔

آپ نے شیعہ مفسر کی تفسیر سے یہ لکھا کہ انبیاء کو ہم کو زیب

غلط بیانی یا دو غلاظین کا وقوع کجاوہ تو ظاہر کے خلاف آنکھ سے اشارہ بھی کرنا پسند نہیں فرماتے جب حضرات انبیائے کرام کے لیے آنکھ کی خیانت جیسا معمولی کام بھی ہائز نہیں۔
 قواعد اہل بیت سے تفتیہ کیونکر روا ہوا جن کا مرتبہ اہل تشیع کے نزدیک نبیوں سے زیادہ ہے۔ اسی لیے یہ کہنا بجا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اور ائمہ اہل بیت کے متعلق ہر شیعہ کتب میں ایسی روایات ملتی ہیں جن کے ذریعہ تفتیہ پر استدلال قائم کیا جاسکتا ہے۔ وہ از اول تا آخر ان کی خود ساختہ روایات ہیں۔ اور خود غرضی پر منحصر ہیں دین و اسلام ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

(فافہم و تدبیر)

دلیل دوم :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ
 عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقِسْمٍ
 يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
 أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَتَخَفَتُونَ لَوْمَةً لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ فَذَلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ
 وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(آیت ۱۲۷)

ترجمہ :-

اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا

(تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا منقریب ایسے لوگوں کو لائے گا۔ جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحم و لطفی (اور) کافروں کے لیے سخت۔ اور خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدا کے تعالیٰ صاحبِ رحمت و علم ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

اسی آیت کریمہ میں نص صریح کرتے واضح کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اس صفت کے مالک ہوتے ہیں۔ کہ حق کہنے اور حق پر عمل کرنے میں کسی طاقت گر کی طاقت ان کے راستہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ جب عام نیک بندوں کی صفات کا یہ عالم ہے تو آخر اہل بیت کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ ہو گا۔ اور ان کے بارے میں یہ کب ممکن ہے اور کب خیال میں آسکتا ہے۔ کہ یہ عظیم ہستیاں بغور تئید اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتی رہی ہیں اور لوگوں کو بھی درویش گوئی پر ابھارنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ماشاء اللہ۔ وہ صفات حسنہ کے جامع اور صفات سیئہ سے متفرق تھے۔ اور اس کی تعلیم و تبلیغ بھی فرماتے رہے۔

اسی لیے آپ دیکھ لیں۔ خود ان کے مفسر علامہ طبرسی نے اسی آیت کی جگہ کے تحت ان لوگوں کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے کسی قسم کی طاقت کا اثر قبول کر لیا۔ اور اللہ کے دین کی بندگی کی خاطر مرتدین سے جہاد کرتے رہے۔ تئید سے اقتضاب کرتے رہے۔

لاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان :

(وَلَا يَخَافُونَ تَوَمَّةً لَا سَمِيرًا) فَيَمَيَّا تَوَن
مِنَ الْجَمَادِ وَالطَّاعَاتِ وَالْمُتَلَفِ
فَيَمَيَّنْ وَصِفَ يَهْذِ وَالْأَوْصَافِ مِنْهُمْ

فَقِيلَ لَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَاصْحَابُهُ الَّذِينَ قَاتَلُوا أَهْلَ الْبَيْتِ
عَنِ الْحَسَنِ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

یعنی وہ جہاد کرنے اور احکامات شرعیہ پر عمل کرنے میں کسی علامت گر کی
علامت کا قطعاً خوف نہ کرتے۔ ان حضرات کے بارے میں اختلاف ہے
جو کہ ان صفات سے متصف تھے۔ کہا گیا ہے۔ اس سے مراد صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ہیں۔ جنہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کسی کو اس امر کا شکوک نہیں
کہ آپ ہمیشہ حق و صداقت کی اشاعت پر کمر بستہ رہے۔ اور تقیہ بازی جیسی خبیث حرکت
سے اپنے دامن کو داغدار نہ ہوئے دیا جس کی تائید اس شیعہ مفسر نے بھی کی ہے۔ تو
اگر اہل بیت سے تقیہ کا وقوع دجومریح جھوٹ ہوتا ہے۔ اس طرح ممکن ہے

دلیل سوم:-

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ طَالِمِ الْأَنْفُسِهِمْ
مَا كُنُوا فِيكُمْ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ
فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ
وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ
جَهَنَّمُ وَسَاءَ مَا مَصِيرًا۔

(پہلے ۱۱)

توجہ:-

بے شک وہ لوگ جن کا خاتمہ فرشتے اس حال میں کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پرستم کوڑنے والے ہوں۔ تو ان سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔
 تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے تھے تو
 (فرشتے اور یافت کرتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین لمبی چوڑی نہ تھی کہ تم اس
 میں ہجرت کر جاتے۔ پس انہیں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ جرمی
 باز گشت ہے۔

(ترجمہ قبول احمد شیعہ)

مذکورہ آیت نے تو اُتبیہ کی سرے سے جو بھی اکھاڑ پھینکی۔ دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ
 نے مسلمانوں کو اس بات کی ہرگز اجازت عطا نہ فرمائی کہ وہ کفار میں اپنا ایمان چھپا کر
 زندگی گزارتے رہیں۔ اور ان کی پاپلوسی میں گمے رہیں۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں یہ کہا
 گیا۔ کہ اگر ان کفار میں رہ کر تم ایمان کی حفاظت مشکل سمجھتے ہو۔ تو ہجرت کر جاؤ۔ اور کسی
 اور جگہ چلے جاؤ۔

اس امر کے علاوہ اسی آیت کریمہ میں یہ بھی واضح طور پر موجود ہے کہ ہر وقت
 مرگ ان لوگوں کا کوئی مذہب قابل قبول نہ ہو گا۔ جو اپنی زندگی تقیہ کرتے گزارتے رہے
 اگر فرشتوں کے پوچھنے پر وہ یہ بہانہ تراشیں گے کہ ہم چور ہو کر مکرور تھے۔ اس لیے
 کفر کے ریلہ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور اس کی پیسٹ میں آ گئے۔ اور حق نہ کہہ سکے۔ اور دھقی پر
 عمل کر سکے۔ تو ان باتوں کے جواب میں انہیں کہا جائے گا۔ کیا اللہ کی زمین تنگ
 تھی۔ ہجرت کر کے کہیں اور کیوں نہ جائے؟ لہذا تقیہ کرنے والوں کا کوئی مذہب قابل قبول
 نہ ہو گا۔ اور انہیں اس پرے ٹھکانہ میں دھکیل دیا جائے گا۔ جسے جہنم کہتے ہیں۔ اسی آیت
 کریمہ کے تحت دوسری تفسیروں کا اندازہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان ۱

(قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ) اَيْ قَالَتْ لَهُمْ
 الْمَلٰٓئِكَةُ فِيمَ كُنْتُمْ اَيْ فِيْ اَيِّ شَيْءٍ
 كُنْتُمْ مِنْ دِيْنِكُمْ عَلٰى وَجْهِ التَّقْرِيرِ لَهُمْ
 اَوِ التَّوْبِيْخِ لِفِعْلِهِمْ (قَالُوا اَكُنَّا مُسْتَضْعِفِيْنَ
 فِي الْاَرْضِ) اَيْ يَسْتَضْعِفُنَا اَهْلُ الشِّرْكِ
 بِاللهِ فِيْ اَرْضِنَا وَيَكْذِبُنَا بِكَثْرَةِ عَدَدِهِمْ
 وَقُوَّتِهِمْ وَيَمْنَعُوْنَنا مِنَ الْاِيْمَانِ
 بِاللهِ وَارْتِبَاعِ رَسُوْلِهِ عَلٰى جِهَةِ
 الْاِعْتِدَادِ (قَالُوا) اَيْ قَالَتْ الْمَلٰٓئِكَةُ
 لَهُمْ (اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللهِ وَاِسْعٰةُ
 فَتُهَا جُرُوًا فِيْهَا) اَيْ فَتَخْرُجُوْا مِنْ
 اَرْضِكُمْ وَهٰذَا دِيْنُكُمْ وَتُقَارِقُوْا
 مَنْ يَمْنَعُكُمْ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللهِ
 وَرَسُوْلِهِ اِلَى اَرْضٍ يَمْنَعُكُمْ اَهْلُهَا
 مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ فَتَتَوَحَّدُوْهُ وَتَعْبُدُوْهُ
 وَتَسْمِعُوْا رَسُوْلَهُ - وَرَوٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ
 اَنَّهُ قَالَ فِيْ مَعْنَاهُ اِذَا حَمِلَ بِالْمَعْنَا صِغَرٍ
 فِيْ اَرْضٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ تَعَالٰى
 (هَآؤُلٰٓئِكَ مَا وَاٰهُمْ جَهَنَّمُ) اَيْ مَسْكَنُهُمْ
 جَهَنَّمُ (وَسَاءَتْ مَصِيْرًا) لَا اَهْلِيَّهَا الَّذِيْنَ

صَادُّوَالِیْسَہَا۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید

۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۸۷ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ :-

مرتے وقت فرشتے ان لوگوں سے پوچھیں گے۔ تم اپنے دین میں
کیسے تھے؟ فرشتوں کا یہ پوچھنا یا تو زبرد تو زنج کے انداز میں ہوگا۔
یا ان کی اس حالت کی پہچانی کا اظہار کرنے کے لیے جو انہیں دوسرے قیام
ان لوگوں نے اپنا دین چھپا رکھا تھا۔ جواب دیں گے۔ ہمیں ہمارے
شہروں اور آبادیوں میں مشرکین نے اپنی کثرت تعداد اور قوت کی
وجہ سے کمزور کر دیا تھا۔ اور اس کے بل بوتے پر وہ ہمیں اللہ اور اس کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے منع کرتے تھے۔ یہ
جواب ایک قدر کے طور پر کہیں گے۔ فرشتے یہ جواب سنی کر ان سے
پوچھیں گے۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اپنے گھر بار چھوڑ کر
کہیں دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔ اور ان لوگوں سے دو کہیں باہر
جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔
دوسری جگہ جا کر وہاں کے باشندے تمہارا مشرکین سے دفاع کرتے
اور تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہتے۔
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے۔
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ہی ان اہل بیت

کا معنی یوں دیاں فرماتے ہیں۔ کہ جب کسی بگڑا شدہ کی نافرمانی کا دور دورہ ہو
تو وہاں سے گل جانا چاہیئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان لوگوں کا یہ مذر قطعاً قبول نہیں
اس لیے ان کا ٹکنا نہ جہنم ہے۔ اور جو لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ان کے
لیے وہ کتنی بڑی جگہ ہے۔

تفسیر صافی میں یوں مذکور ہے۔

تفسیر صافی :-

وَقِيلَ نَزَّلَتْ فِيْنَا أَنَا هِمْ مِنْ مَكَّةَ أَسْلَمُوا وَلَمْ
يُهَاجِرُوا حِينَ كَانَتِ الْهُجْرَةُ وَاجِبَةً

أَقُولُ وَفِي الْآيَةِ لَأَنَّهُ
عَلَى وَجُوبِ الْهُجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتَعَنَّ
الرَّجُلُ فِيهِ مِنْ إِقَامَةٍ دُونِهِ وَعَنْ
الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَّ
بِدِينِهِ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ وَإِنْ كَانَ
شَيْبَرًا مِنَ الْأَرْضِ اسْتَوْجِبَتْ الْجَنَّةُ
وَكَانَ رَفِيقًا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۸۵ مطبوعہ تہران)

طبع جدید

ترجمہ : کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ملکہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔

دلیل چہارم:

اصول کافی ۱۔

عَنْ أَبِي حَمَزَةَ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبِي عَلِيٌّ بْنُ الْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوَفَاةُ حَتَمَنِي إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ
يَا بَنِيَّ أَوْ صِيكَ بِمَا أَوْصَانِي بِهِ أَبِي حِينَ حَضَرْتُهُ
الْوَفَاةَ قِيمَاذَكَ كَرَأَنَ أَبَاهُ أَوْ صَاهُ بِهِ يَا بُنَيَّ
إِصْبِرْ عَلَى الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۱۸۰ کتاب

الایمان والكفر باب الصبر

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو حمزہ سے روایت ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب
میرے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات ہونے لگی۔ تو انہوں
نے مجھے اپنے سینہ سے چٹایا اور فرمایا۔ اسے پیار سے بیٹھے! میں
جیسے اس امر کی وصیت کر رہا ہوں۔ جو مجھے میرے والد نے بدقت مرگ
کی تھی۔ اور انہوں نے بھی اس وقت کہا تھا۔ کہ یہ وصیت وہی ہے
جو مجھے میرے باپ نے کی تھی۔ بیٹھے! حق و صداقت پر دلائل بہت
ہوئے جو کچھ پریشانی اُسے اس پر مبر کرد۔ اگرچہ وہ کڑوی گولی
لگے۔ (یعنی حق و صداقت کا دامن چھوڑ کر تقیہ نہ کرنا۔ اگرچہ اس کی غلط

تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ پھر بھی صبر کرنا)

اس روایت کے پڑھنے کے بعد ہر محب الہامیت یہ یقین کرے گا کہ امام باقر
امام محمد بن العابدین اور امام حسین رضی اللہ عنہم نے بوقت وصال اپنی اپنی اولاد کو یہی
وصیت کی۔ کہ پیچ بولنا۔ اور اس کی خاطر مشکلات، آئیں تو صبر کرنا۔ لیکن کسی امام نے بوقت
وصال یہ وصیت ہرگز نہ کی۔ کہ بیٹو! تقيہ کو سینے سے لگا کے رکھنا۔ ورنہ نہ بات نہ ہوگی
اس سے واضح ہوا کہ امام الہامیت کا دین حق و صداقت کا علمبردار تھا۔ تقيہ اور فریب
وہی ہے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

دلیل پنجم :-

عَنْ أَبِي كَثْعَبٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَقِيدَةُ اللَّهِ بَيْنَ أَبِي يَعْفُورَ يَقْسِرُكَ
السَّلَامَ قَالَ عَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا أَتَيْتَ
عَبْدَ اللَّهِ فَأَمْرًا أَوْ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ إِنَّ جَعْفَرَ
ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ لَكَ أَنْتَظِرُ مَا بَلَغَ بِهِ عَلِيًّا
عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ فَأَنْزِمُهُ فَإِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِنْ شَاءَ بَدَعَ مَا بَلَغَ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِيَصْدَقَ الْحَدِيثُ
قَدْ آتَى الْإِمَامَانِ

(اصول کافی جلد دوم ص ۳۸۸ کتاب الایمان و الکفر باب
الصدق و الاطاعت و الامانة مطبوعہ تہران مطبع بصريہ)

ترجمہ ۱۔

ابو کہس سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلا لیا۔
 بن یغفور کا سلام پہنچایا۔ تو امام نے فرمایا: تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو جب
 توجید اللہ بن یغفور کے پاس جائے۔ تو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ امام جعفر صادق
 تجھے کہہ رہے ہیں۔ جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پہنچا ہے۔ اس پر غور کر۔ اور اسے لازم پکڑ۔ بے شک حضرت علی
 رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ (اماریث وغیرہ) ماہل ہوا
 آپ نے اُسے درست گوئی کے ساتھ اور امانت سمجھ کر لوگوں تک
 پہنچا دیا۔

اس حدیث میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقین کو دین حقہ
 کی تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے جد بزرگوار نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے سیکھا۔ اور جو کچھ انہیں دربار نبوی سے ملا۔ وہ دین حق کی تبلیغ اور پیچ بولنے
 کی وجہ سے ملا ہے۔

لہذا میری نصیحت ہے کہ تم بھی انہی باتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور خدا جل کے
 دامن سے وابستہ رہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان اہل بیت اپنے متعلقین کو پیچ بولنے اور اس پر ثبات
 قدم رہنے کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی یہ وصیت و تلقین اس کے بالکل
 خلاف ہے۔ کیونکہ لقبہ زاجبور ملتا ہے۔ لہذا یہ جملہ کہ تلقین ان اہل بیت کا طریقہ
 نہ تھا۔ بلکہ پیشید مذہب کا معنوی شاہکار ہے۔

دلیل ششم:

اصول کافی ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَبِيهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنْ أَرْضَى
سُلْطَانًا لِيَسْخِطَ اللَّهُ خَرَجَ مِنْ
دِينِ اللَّهِ -

۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۲۰۳، ۲۰۴ کتاب

الایمان والحکف باب من اطاع

الخلق فی محصیۃ الخالق - معلوم

تہذیب جلد دوم ص ۲۰۳

توجہ:-

۱۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن محمد انصاری سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو
ناراض کر کے کسی بادشاہ کو خوش کیا۔ وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔

اس حدیث پاک کو سمجھ کر پڑھنے والا کسی بھی تفسیر کے جواز کا قائل نہیں ہو سکتا
کیونکہ تفسیر کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو چھپایا جاتا ہے۔ اور اللہ
کی نافرمانی میں لوگوں سے میل جول اور موافقت کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہاں تک فرمایا کہ عام آدمی نہیں بلکہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اللہ کے

احکامات کو چھپانے والا (تقیر کرنے والا) دین خدا سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

وسیلہ مفتوحہ۔
فروع کافی۔۱۔

الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ لَا تَخَافُوا
فِي اللَّهِ كَوْمَةً لَا تَخَافُوا يَكْفُكُمُ اللَّهُ
مَنْ أَذَاكُمْ وَتَبَغَىٰ عَلَيْكُمْ فَتُؤْمَرُوا
لِلنَّاسِ حُسْنًا كَمَا أَمَرَكُمْ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَتْرَكُوا إِلَّا مَرَدَ
بِالْمَعْرُوفِ وَالتَّقْوَىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ
فَيُؤْتِي اللَّهُ أَمْرَكُمْ شَرَارَكُمْ
لَكُمْ مَذْعُوبَاتٌ فَلَا يَسْتَجِيبُ
لَكُمْ۔

افروع کافی جلد ہفتم ص ۵۶ کتاب الوصایا
مطبوعہ تہران مطبعہ جدید

جملہ ۱۔

دقائم رکھو) نماز، نماز، نماز۔ اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت لگے
داشت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ جو تمہاری اذیت کے درپے ہو گا۔ اس کے مقابلہ
میں اللہ تمہارے لیے کافی ہو گا۔ لوگوں سے بھلائی اور اچھی باتیں کہو
جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر ایسا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری ہاگ ڈور شریر لوگوں کے ہاتھوں
میں سے دے گا۔ پھر تم اللہ سے دعائیں کرو گے۔ لیکن وہ قبول نہ کی
جائیں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد عالیہ سے تعقید کا فائدہ ہی خراب ہو گیا۔
کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہیں کرتا۔
تو اس پر ایک تو ظالم حکمران مسلط کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا اس کی کوئی دعا اللہ کے ہاں
شریت قبولیت نہیں پاتی۔ اس وصیت کا جب ہم یہ پہلو دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے مخاطب
وہ حضرات ہیں۔ جنہیں اہل تشیع ائمہ معصومین مانتے ہیں۔ اور حضرات انبیاء کرام
پر انہیں نصرت دیتے ہیں۔ تو ان حضرات کو ان کے اقا نعمت اور جلا مجد تو یہ نصرت
و وصیت کریں۔ اور شیعہ اہل کو فقہ کے مادی ثابت کریں۔ اب آپ خود فیصلہ کر
لیں کہ ان حضرات کا مسلک کیا تھا؟

دلیل ششم۔

اصول کافی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ
لَقِيَ الْمُسْلِمِينَ يَوْجَعُهُمْ وَيَسْأَلُهُمْ جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُ لِسَانٌ مِنْ قَآءٍ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۳۴۳ کتاب

الایمان والحکف باب ذی

اللسانین۔ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

تقریباً ۱۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مسلمانوں کے ساتھ دو چہروں اور دو زبانوں سے ملے۔ وہ کل قیامت کو اس حال میں آئے گا۔
 کہ اس کی دو زبانیں آگ کی بنی ہوئی ہوں گی۔

دو زبانیں اس طرح کہ ایک ہی بات کو متضاد طریقوں سے بتلایا جائے۔ یا کسی کو کچھ بتلایا جائے اور دوسرے کو کچھ اور جس طرح کہ آپ گوشتہ اوراق میں روایت شیعہ میں حضرت امام جعفر کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ تین مختلف آدمیوں کو ایک ہی فتویٰ کے تین مختلف جوابات دیئے۔ یہ روایت بھی امام جعفر سے ہی مروی ہے۔ کہ معلوم ہوا کہ امام موسیٰ اس قسم کے دو غلط اقوال سے کوسوں دور تھے۔ یہ شیعہ لوگوں کی خرمیتیاں ہیں۔ کہ کبھی کوئی بات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی۔ اور کبھی کوئی بات بہر حال اس روایت سے شیعہ حضرات کو بہرہ حاصل کرنی چاہیئے۔ اور غلوں دل سے تفریق کی بیماری سے بچنے کی ہر ممکن سعی کریں۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کی کل قیامت کو آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ جو کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہے۔

وسیلہ نہم۔
 وضعہ کافی۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 يَقُولُ كَانَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَلْعَلُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ أَنْ قَالَ يَا عَلِيُّ أَوْصِيكَ فِي
 نَفْسِكَ بِخِصَالٍ فَاحْفَظْهَا عَنِّي مَثَرُ

قَالَ اللَّهُمَّ آعِنَهُ أَمَّا الْاُولٰٓئِیْ قَالَ الصِّدِّقُ
وَلَا تَخْرُجَنَّ مِنْ فَيْلِكَ كَذِبَةً اَمِيْدًا وَا
الشَّائِبَةَ الْوَرَعُ وَلَا تَجْعَلْنِي عَلٰی خِيَانَةٍ
اَبَدًا۔

۱۔ روضہ کافی جلد ہشتم ص ۷۹، وصیت نامہ علی رضی اللہ
علیہ وسلم لایمیر المؤمنین علیہ السلام بطبعہ تہران
طبع جدید۔

۲۔ روضہ کافی طبع قدیم ص ۲۹، بطبعہ نوگلشوا

ترجمہ :-

علاء دین محمد بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ خود علی رضی اللہ
علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی، اس میں یہ بھی
تھا کہ اسے علی! میں تجھے تیرے بارے میں چند نصیحتوں کی وصیت کرتا
ہوں۔ انہیں میری طرف سے غیب یا دلکھنا پھر فرمایا اسے اللہ علی کی
امانت فرماتا۔ بہر حال پہلی بات یہ ہے کہ سچائی نہ چھوڑنا۔ اور تیرے منہ
سے جھوٹ کبھی بھی نہ نکلے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پرہیزگاری اختیار
کرنا۔ اور خیانت کی کبھی جرئت نہ کرنا۔

شور سرد کائنات علی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں وصیتیں تفسیر کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ
تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں غیبت بھی ہوتی ہے۔ اور دروغ گوئی بھی اس کا اہم
جزو ہے۔ جب محمود علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت بلا استثناء
فرمائی ہے۔ تو اس وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال
میں تفسیر کا احتمال ممکن پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیغوں

فلان کے پیچھے جو غمنازیں ادا کریں۔ وہ تہیہ کر کے پڑھی تھیں مادر اپنی محنت بلکہ مقدمہ حضرت فاروقی عظم
رضی اللہ عنہ سے جو کیا تھا۔ وہ بھی از روئے تہیہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ حضرت کی اگر یہ بات
مان لی جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال تہیہ پر محمول تھے۔ پھر ترویج کا
غاصب جو ہائے گراسیہ ان شیعہ اور گوں کو اس روایت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے
اور حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم پر غلط التزامات اور بہتانات
لگانے سے استغفار کرنی چاہیے۔

دلیل دہم۔

فروع کافی۔

عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ
لَا تَصْحَبُوا أَهْلَ الْبِدْعِ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ
فَتُصَيِّرُوا عِندَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الْمَرْءُ عَلَى
دِينِ حَيْلِهِمْ وَفِي نِيَّةٍ -

(امول کافی جلد دوم ص ۵، ۶۔ کتاب

الایمان والحکف باب مجالستہ

اہل المعاصی۔ مطبوعہ تہسیران

لمبع ہدیہ)

ترجمہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بدعتیوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اور
نہ ہی ان سے ہم نشینی کرو۔ (اگر تم نے ایسا کیا) تو لوگوں کے نزدیک تم بھی

اُن میں سے ہو جاؤ گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی اپنے دست اور ہم مجلس کا ہم نہ حسب ہو سکتا ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر تکیہ کا اقامہ لگھنے والوں کے لیے مقام غور ہے۔ آپ تربیتی کی محبت اور ہم نشینی سے منع فرماتے ہیں۔ کیونکہ ان کی صحبت اور ہم نشینی زہرِ قاتل ہے۔ اور مقبلی کی بربادی کا سامان ہے۔ تو کسی بے دین سے مشورہ کرنا، اس کے پیچھے نمازیں ادا کرنا اور انہیں اپنی بیٹیاں نکاح میں دینا امام موصوف اسے محب جائز قرار دے سکتے ہیں۔ اور کسی بے دین کی بیعت کر کے اس کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنا کب گوارا ہو سکتا ہے؟ جب یہ امور منع ہیں۔ تو ان پر عمل کرنا یا محض ثواب اور ذریعہ تجارت کے جو گاہ۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل بیت کا خلفائے ثلاثہ کی بیعت کرنا اور ان کی اقتدار میں نمازیں ادا کرنا ان کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفائے ثلاثہ کو اپنی قیمتی آرا سے فراز کئے رہے۔ یہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک اُن کی خلافت "خلافتِ حق" تھی۔

دلیل یازدہم:

تہذیب المتین:-

ارشاد میں منقول ہے۔ کہ ایک روز حجاج بن یوسف ثقفی نے کہا۔ کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ کسی کو اصحابِ ابو تراب سے قربتِ اہل اللہ متل کروں۔ حاضرین نے قبرِ مولائے امیر المومنین کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے زیادہ طولِ محبت علی کے ساتھ کسی کی نہیں۔ اس میں کسی کو یہ صحیح کہ قبرِ کربلا علیہ السلام کی محبت حاضر ہوا۔ تو کہا تو ہی قبرِ مولائے علی ابن ابی طالب ہے۔ کہا خلیفہ امیر مولائے امیر المومنین میرے ولی نعمت ہیں۔ کہا اس کے دل سے

تبرہ کر کہا ایسا کروں تو مجھ کو کوئی دین بتا دے گا۔ جو اس سے افضل ہو۔ حجاج نے کہا میں تمھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ جس طریق سے قتل ہو نا پسند کرے۔ بیان کر۔ قنبر نے کہا جس طرح چاہے قتل کر۔ جس طریق سے تو مجھ کو قتل کرے گا۔ بروقیہ مست میں بھی تجھے اسی طریق سے قتل کروں گا۔ اور امیر المؤمنین نے غبردی ہے۔ کہ میں تیرے دستِ ستم سے ذبح ہوں گا۔ پس حکم اس ملعون کے ذبح کیا گیا۔..... حجاج نے کہا۔ اگر حکم کروں کہ تیری گردن ماریں تو تیرا کیا حال ہو گا۔ قنبر نے کہا۔ تب ہی سعادت مندوں میں شامل ہوں گا۔ اور تو گروہِ اشقیاء میں داخل ہو گا۔ پس امر کیا کہ اس سید کو شہید کر دیں۔ فَرَحْمَةُ آتَتْهُ عَلَيْهِ۔

دمتغیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین

جلد دوم ص ۲۸۹ مطبوعہ دہلی

اس روایت سے یہ واضح ہوا۔ کہ جو شخص قتیہ نہ کرے۔ اور حق پر استقامت کی وجہ سے اگر اسے مار دیا جائے۔ تو اس کی یہ موت شہادت کی موت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام دی۔ لیکن قتیہ نہ کیا۔ تو ایسے غلام کے آقا، اللہ کے شیر اور رفیق رسول علی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کا کیا مقام ہو گا۔ پھر ان کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے لوگوں سے ڈرتے ہوئے حق کو چھپائے رکھا۔ اور ساری زندگی قتیہ کی زندگی بسر کی۔ کب درست ہو سکتا ہے؟

دلیل دوازدہم۔

تہذیب المتین ۱۔

مذمت کہتا ہے۔ یہ بھی ویسے ہی حکایت ہے۔ جیسے کہ مغربین شیعہ

نے ابتدا میں خلافت میں آنحضرت کو صلاح دی تھی کہ ابی معاویہ کو امارت
شام پر سال رکھیں۔ بعد چند سے جبکہ اساس خلافت محکم ہو جائے معزول
فرمائیں۔ اور حضرت نے فرمایا تھا کہ ماحکت متحد المسلمین
عہدہ آئیں مگر انہوں کو کبھی مددگار بنائوں گا۔ ایسے ہی یہ امور میں
جن پر بعض کوتاہ بینوں نے جن کی نظروں پر دنیا اور فائدہ دنیا پر مسموم تھی گرفت
کی ہے۔ کہ یا معاویہ کنگ داری و سیاست کے خلاف ہیں حضرت
امیر المومنین نے جو جواب اس مقام پر دیا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت
احکام شرع میں تھوڑا سا ملتا ہوا نہ رکھتے اور حدود و ضوابط سے ذرا بھی تجاوز
نہ فرماتے۔ خواہ کوئی ناراض ہو جائے یا یا مانی ہو جائے اپنی نیابت رسول
اس کو کہتے ہیں۔ اور امارات حقہ حقیقیہ اس کا نام ہے۔ وہ حضرت امام
مسلمین امین الدین تھے۔ کس طرح تیمور دین کے پانچ بندہ ہوتے
اور کتاب و سنت کی کیونکہ پیروی نہ فرماتے۔ خلافت بغیر کوئی سلطنت
کسریٰ و قیصر نہ تھی۔ کہ جس طریق میں کاروائی ہوتی نظر آئی اختیار کیا۔ جہاں
نقصان کا نشانہ پیر میں چھٹیا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اردو لوگوں کا شیوہ تھا۔
و تہذیب التین فی تاریخ امیر المومنین
جلد دوم ص ۲۹۱ مطبوعی یسعی عالی ہولند

مولوی سید مظہر حسین صاحب

اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضرت ملی رضی اللہ عنہ حق کے مفاد میں کسی
کی کوئی رعایت اور کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی گمراہوں سے کسی مدد کے طلبگار
ہوئے۔ چاہے نقصان بے تحاشہ ہو جائے۔ یہی اعلان حق ہے۔ اور یہی طریقہ حق
کا پھر بار بار کرتا ہے۔ اس لیے حضرت ملی رضی اللہ عنہ کی ذات پر جو لوگ تکیہ کرنے

کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور مطلب پرست لوگ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا روحانی طور پر کوئی تعلق نہیں۔

دلیل سیزدہم:

تفسیر منہج الصالحین:

سنیان ثوری فرمود کہ ہر کلمہ برائے ظلم بتراشند یا سیاہی دروایت ایشاں کند یا کاغذ سے بدست ایشاں دہتا در او چیرے کہ موجب ظلم باشد نویسد بایشاں شریک باشد حاصل کو حق تعالیٰ از فرد رحمت خود پر بند گان می فرماید کہ میں انہک بنظلم مکنید چہ جائے سیدار (فتسمک انار) پس برسد بشما آتش دوزخ۔

تفسیر منہج الصالحین جلد چہارم ص ۷۷

مطبوعہ تہران پارہ (۱۲)

ترجمہ:-

حضرت سنیان ثوری فرماتے ہیں۔ جو ظلم ظلم کی نیت سے تراشا گیا۔ یا کسی نے ظالموں کی دواست میں سیاہی ڈالی۔ یا کوئی کاغذ ان کے ہاتھ میں پکڑ دیا۔ تاکہ وہ ظلم اس میں کوئی ظلم کا باعث تحریر کریں۔ تو ان کی ان صورتوں میں مدد کرنے والا ان کے ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش بشارت کی وجہ سے فرماتا ہے۔ ظلم کی طرف معمولی رجحان بھی نہ رکھو۔ چہ جائیکہ ظلم عظیم کی طرف رجحان ہو۔ اگر ایسا ہوا۔ تو تم دوزخ کی آگ میں پہنچو گے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ظلم کی اتنی مدد کرنا جو دنیا ہر معمولی ہے۔ یعنی اس کو ظلم پڑائیں

یہ اس کی دوست میں یہاں ہی ڈالیں۔ یہ بھی جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ تو اس کا خیال رکھتے ہوئے ذرا اس بات کا اندازہ لگائیں۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بقول شیعہ غاصب اور ظالم تھے۔ تو ساری زندگی ان کا معاون بن رہنا اور ان کا مشیر ہونا کتنا بڑا جرم ہو گا۔ جو ناقابل معافی ہو گا۔ اور اس معاون و مشیر کے جہنمی ہونے میں کیا کسر باقی رہ گئی ہو گئی؟ مثلاً وکلاء ثلاثہ ظالم و غاصب تھے۔ اور نہ ہی ان کے معاون و مشیر جہنم کی ہوا تک کھائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سبھرات کی جو معاونت فرمائی۔ وہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ یہ حضرات حق پر تھے۔ اور حضرت علی نے حق پر انہیں سمجھتے ہوئے ان کا تعاون فرمایا۔ اور خلیفہ ثانی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی نفرت بلکہ حضرت ام کلثوم کا نکاح میں دینا بھی اسی حقانیت کا ذریعہ تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ کمال کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے ممکنہ نہ چاہیے۔ اور کراچی کہتا اور اس پر عمل کرنے میں جو مصائب و آلام پیش آئیں۔ ان کو نہ ہی غشی برداشت کرنا چاہیے۔

دلیل چہارم؛

تفسیر منبع الصادقین؛

از پیغمبر مردی است کہ اذ آنکہدت الیہ مع فی امتی نلیکھوا العالیہ
یلئمہ ومن لئمہ یفعل فعلک ولئمہ اللہ۔

تفسیر منبع الصادقین جلد چہارم ص ۲۹۸

مطبوعہ تہران

ترجمہ:-

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہے کہ جب میری امت میں سے کسی نے مجھے بدنامی کا کام ہو کر جو جائے۔ تو ایسے میں ہر عالم دین کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ اور

جو ایسا نہ کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔

معلوم ہوا۔ جب بدعت کا عام چرچا ہو۔ تو ہر عالم دین پر ظلم کا اظہار لازم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں تقیہ سے کام لینا حرام ہے۔ ورنہ جنہم کی آگ میں جانا پڑے گا۔ اسی حدیث کے مضمون کے تحت ہم شیعہ حضرات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ان کے بقول جب خلفائے ثلاثہ کا زمانہ خلافت بدعت کی ایجاد کا زمانہ تھا۔ اور ہر قسم کی بدعت کا عام پیر چاقا تھا۔ تو اس دور کے سب سے بڑے عالم دین، باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ یہی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں مخیر صادق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَالْحَقُّ مَعَ الْحَقِّ دہیشتہ حق علی کے ساتھ اور علی ہمیشہ حق کے حمایتی رہے۔ اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا۔ اور جس طرح علی زندگی بسر فرمائی۔ وہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو آپ برقی کہتے تھے۔

اگر نہ مانا جائے۔ تو پھر آپ کے اقوال و اعمال اذاول تا آخر تقیہ کی شکل میں متشکل نظر آئیں گے۔ اور آپ اعلیٰ درجہ کے تقیہ باز ہوں گے۔ اگر یہ درست ہو۔ تو سادہ اللہ اس فرقہ شیعہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنمی ہوئے۔

اس کے برخلاف اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کتنا مستحکم اور مہذب ہے۔ کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر لعنت کرنے والے کو بھی ملعون کہتے ہیں۔

اور آپ نے جو حق دیکھا۔ حق سمجھا۔ اسی کی تائید و نصرت فرمائی۔ اور باطل کی سرکوبی میں کوشاں رہے۔ ہا تو اب رہا انکم ان کنتم مد قین

فصل ششم

بخشش اور روعاء کے وقت تبرا اور لعنت

فرضی نماز کے بعد لعنت :-

فروع کافی،

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُوَيْرٍ وَأَبِي سَلَمَةَ الشَّارِحِ
قَالَا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ
يَلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوبَةٍ أَرْبَعَةً مِّنَ
الْأَجْبَالِ وَأَرْبَعًا مِّنَ النِّسَاءِ فَلَانٌ وَفُلَانَةٌ
فُلَانٌ وَمَعَاوِيَةُ وَبَيْسَ قَيْسِهِمْ وَفُلَانَةٌ وَفُلَانَةٌ
وَمِثْلُ ذَلِكَ أَمَّا الْحُكْمُ أُنْخِصَ مَعَاوِيَةُ

(۱۔) فروغ کافی جلد سوم ص ۳۶ کتاب الصلوٰۃ
باب التقیب بعد الصلوٰۃ والدعا لمطبوعہ
تہران لمبج جدید
(۲۔) فروغ کافی جلد اول کتاب الصلوٰۃ
ص ۳۰۳ مطبوعہ نو کشور لمبج قدیم

ترجمہ:-

(محض اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فرضی نماز کے بعد چار
حور تول پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہما حور تیس پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔
خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما حور تیس چار یہ تھیں۔
حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و ہند و ام المکرم مشرور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما
ان کے نام پر لعنت کرتے تھے۔

تہذیب الاحکام:-

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ شَوَّيْرٍ وَ أَحِبِّ سَلَمَةَ
الشَّرَاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
وَهُوَ يَنْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوبَةٍ
أَرْبَعَةً مِنَ الرِّجَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ
الْقَسِيمِ الْعَدَوِيِّ وَ فُلَانٍ وَ مَسَاوِيَةٍ
وَ يَسْتَقْبِلُهُمْ وَ فُلَانَتَهُ وَ فُلَانَتَهُ وَ
هَندٌ وَ أُمُّ الْحَكَمِ أُنْثَى

معاویہ۔

(تہذیب الاسکام جلد اول باب کیفیۃ الصلوۃ
و منہا ص ۲۷۷ مطبوعہ نو کشور طبع قدیم)

قولہ جہا:-

(بخلاف الاسناد) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر روز کے
بعد چار مردوں اور چار عورتوں کے بیچ بیچہ طہنہ نام سے کران پر لعنت کیا
کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ رتبی (ابن عمرہ قتی) العدوی (مہر فاروق)
اور عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم۔ چار عورتیں یہ تھیں۔ حضرت
عائشہ انصر، ہند اور حضرت معاویہ کی حبشیہ ام الحکم۔ (رضی اللہ عنہا)

تنبیہ:-

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مردوں میں سے صرف امیر معاویہ اور عورتوں
میں سے ام حکم حبشیہ امیر معاویہ کا ذکر صحت سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ میں مرد
اور عورتوں کا نام صراحتہ نہیں۔ لہذا جمالی طور پر مذکور ہے۔ لیکن ان کی کتب میں بعض
جگہ ان مردوں اور عورتوں کی صراحت موجود ہے۔ اس لیے ہم نے تو ہمیں نکال دلائل
کی بجائے وہی نام لکھے ہیں۔ جو ان کی مراد تھے۔

تاریخ کرام! اس مذہب کی بے ہودگی اور ناپاکی کا اندازہ کیجئے۔ جس میں ہر روز
خدا داد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی درخواست، نہ مومن کے لئے۔
کاموال اور نہ ہی قبولیت نماز کے لیے دعا مانگی جاتی ہے۔ بلکہ مفسر علی اللہ علیہ السلام کے
سمراں، دوا و ادویہ کی ازواج مطہرات پر لعنت بھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
بڑے اور ناپاک مذہب سے ہر مومن کو بچائے۔

نوٹ: ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت کے خیال میں ایک بات اُسے یا شیعوں خود کہیں کہ کبھی کسی نے نماز کے بعد ان کی زبان سے یہ الفاظ سنے؟ اگر نہیں تو مذہب شیعہ پر یہ پیمان ہے۔ تو اس کا جواب بڑا آسان ہے۔ ایک یہ کہ جو روایت ذکر کی گئی ہے۔ وہ ہماری دابل سنت (انہیں) اور نہ ہی ہم اس کے راوی میں کتاب بھی تمہاری مصنف بھی تمہارا اور راوی بھی تمہارا۔ ہم تو صرف ناقل ہیں۔ اس لیے اگر گھر کا بیدہ ہی کوئی بات بتاتا ہے۔ اور اسے گھر والے منہ سے لے کر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو پھر اس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ شیعہ لوگ یہ سب کچھ بطور تلقیہ کرتے ہیں۔ اگر اعلانہ کریں۔ تو قیہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جو کہ مذہب امامیہ میں قطعاً جائز نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نماز مغرب و عشاء کے بعد جو بھی دعا مانگی جاتی ہے۔ یہ اس کے قبولیت کے اوقات میں سے ایک وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرماتا ہے۔ کتنی دشمنی ہے ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے مومن اس وقت اللہ سے دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت کی خوشخبری دیں۔ لیکن ان کی قسمت میں کہاں دعا مانگا؟ کہاں اس کی قبولیت میسر آنا اور کہاں مومنین کی ملاقات چاہتا؟ جیسے یہ خود ویسے ہی کاموں سے انہیں پیار و محبت۔ دعا و استغفار کے وقت ان کی زبانوں اور دلوں میں تبرا بازی اور مسلمانوں پر لعنت کے الفاظ۔۔۔ اللہ ان سے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس

کے لیے لعنت

فروع کافی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَجُلًا
مِنَ الْمُتَأَفِّقِينَ مَاتَ فَخَرَجَ الْمُحْسِنُونَ
ابْنُ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا يَمْنِيْنِي
مَعَهُ فَلَقِيَهُ مَوْلَى لَهُ فَقَالَ لَهُ
الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ آيْتَكَ تَذْهَبُ
يَا هَذَا كَالْهُلَاكِ فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ
أُفٍّ مِنْ جَنَازَةٍ هَذَا الْمُتَأَفِّقُ أَنْ
أُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ أَنْظِرْ أَنْ تَعُودَ عَلَى يَمِينِي
فَمَا كَسَمْتَنِي أَهْمُولُ فَقُلْ مَقْلَةٌ فَلَمَّا
أَنْ كَثُرَ عَلَيْهِ وَلِيَّهُ قَالَ الْحُسَيْنُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ
الْعَن مَوْلَانَا عَبْدَكَ أَلْفَ لَعْنَةٍ
مُوتَلَقَةٍ خَيْرٌ مُتَحَلِّقَةٍ اللَّهُمَّ أَخْرِ
عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبَلَادِكَ وَأَصْلِهِ
حَرَّ نَارِكَ وَأَذْخُهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّكَ

كَانَ يَتَوَلَّى اَعْدَاءَكَ وَيَعَادِي حَتَّى اَوْ لَيَا نَكَ
وَيَبْخُضُ اَهْلَ بَيْتِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(مفرد و کافوق کتاب الجنائز باب ۱)

الصلوة على الناصب جلد ۱ ص ۱۸۹

مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث ۲۱

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوة

على الميت جلد ۱ ص ۱۵ حدیث ۲۱

مطبوعہ تہران

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک منافق ہو گیا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ
اس کی میت کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ راستہ میں آپ کا غلام آپ کو لایا۔
امام حسین نے اس سے پوچھا۔ کہ مر جا رہے ہو۔ اس غلام نے کہا۔ میں اس
منافق (یعنی) کے جنازے میں شرکت کرنے سے بھاگ رہا ہوں۔ امام نے فرمایا
(بھاگو) بلکہ اس کی نماز جنازہ میں میری دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔ اور جو کچھ
میں پڑھوں۔ تم بھی نماز جنازہ میں وہی پڑھنا۔ پھر جب اس میت کے ولی
نے تکبیر تحریر کی۔ تو امام حسین نے بھی اشد اکبر کہا۔ بعد میں امام نے یہ کہا۔
وہ اشد اس میت پر کھتا ہر ہزار فضیلت بھیجے۔ اسے اللہ! اس کو تو اپنے
بندوں اور شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اس کو دوزخ کی آگ میں ڈال۔ اس کو
اپنا مذاہب چھو۔ کیونکہ یہ تیرے دشمنوں سے یا لادہ رکھتا تھا۔ اور تیرے
دوستوں سے اسے مدد و تفریق تھی۔ اور تیرے نبی کے اہل بیت سے
بغض رکھتا تھا۔

فروغ کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَاتَ
رَجُلٌ مِّنَ الْمُتَافِقِينَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْشِي فَلَحقَ مَوْتِي لَهُ فَقَالَ
لَهُ إِلَى أَيِّنَ تَذْهَبُ فَقَالَ أَهْرًا مِّنْ جَنَازَةٍ
هَذَا الْمُتَافِقِ أَنْ أَصِلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ
الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ إِلَى جَنَّتِي فَمَا
سَمِعْتَنِي أَقُولُ قَتْلُ مِثْلِهِ قَالَ فَرَفَعَ
يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَخِزْ عَبْدَكَ فِي
عِبَادِكَ وَبَلَادِكَ اللَّهُمَّ أَصِلْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُ
اللَّهُمَّ أَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ كَانَ
يَتَوَلَّى أَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي أَوْلِيَاءَكَ وَيَبْغِضُ
أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

(فروغ کافی کتاب الجنائز علیہ الصلاة)

علی الناصب جلد ۱ ص ۱۸۹ مطبوعہ بیروت

مجمع بدیع حدیث ص ۲۱

اس حدیث کا ترجمہ وہی ہے۔ جو اس سے پہلی کتاب میں تھا۔ اس لیے دوبارہ لکھا

مردی نہ سمجھا۔

فروغ کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُ عَلَى
عَدُوِّ اللَّهِ قَتَلْتُ أَنفُسَهُمْ إِنَّ قَتْلَنَا لَا تَكْفُرُ مِثْلَهُ إِلَّا

اِنَّكَ عَدُوٌّ لَّكَ وَلِرَسُوْلِكَ اَللّٰهُمَّ هَا حَيْشُ قَبْرِهِ
 نَارًا وَاَوْحَشُ جَوْفُهُ نَارًا اَقَعَجِلْ بِهِ اِلَى النَّارِ فَيَا قَتْلُ
 كَانَ يَتَوَلَّى اَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي اَوْلِيَاءَكَ وَيَبْغِضُ اَهْلَ
 بَيْتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ صَنِّيقٌ عَلَيْهِ قَبْرُهُ فَيَا دَارُ فِعْ قَتْلُ
 اَللّٰهُمَّ لَا تَرْفَعْهُ وَلَا تُزَكِّهِ .

(۱۔ فروغ کافی مکتب الجناح باب

الصلوة علی الناصب ص ۱۹ جلد ۳

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ باب

الصلوة علی المیت جلد ۱ ص ۱۰۵

حدیث ۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو کسی اشد کے دشمن
 کا جنازہ پڑھے۔ تو یہ کہہ۔ اے اشد اس فلاں نامی میت کے پاس
 میں مجھے مرث آنا ہی علم ہے کہ وہ تیرا اور تیرے رسول کا دشمن تھا
 اے اشد اس کی قبر کو آگ سے بھر دے۔ اس کے پیٹ کو آگ سے
 بھر دے۔ اور جلدی سے اسے آگ میں ڈال دے۔ کیونکہ تیرے
 دشمنوں سے دوستی کرتا تھا۔ اور تیرے دوستوں سے صداقت رکھتا
 تھا۔ اور تیرے نبی کی اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اے اشد
 اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دے۔ پھر جب اس کا جنازہ دفن کرنے
 کے لیے اٹھایا جائے۔ کہیں کہیں کہو۔ اے اشد اس کے گئی ہوں کہ

اس سے ڈاٹھانا اور نہ ہی اسے گناہوں سے پاک کرنا۔
فروع کافی :-

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا
 السَّلَامُ قَالَ إِنْ كَانَ جَاهِدًا يُلْحِقُ قَتْلُ
 آلِهِمْ أَمْلاً جَوْفَهُ نَاسِراً وَ
 قَبْرَهُ نَاراً وَ سَلَطَ عَلَيْهِ الْحَيَاتِ
 وَالْعَقَارِبُ -

(فروع کافی کتاب الجنازات باب
 الملوۃ علی الناسب جلد سوم
 ص ۱۸۹ تا ۱۹۰ مطبوعہ تہران بیج جدید
 حدیث ۵)

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا اگر کوئی حق کا
 منکر ہو۔ یعنی حضرت علی کی خلافت بلا فصل کو نہ مانے (تو ایسے شخص
 کے مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ میں ایوں کہو۔ اے اللہ!
 اس کو پیٹھ میں اور اس کی قبر میں آگ بھروسے۔ اور اس پر سانپ
 بچھو مسلط کر دے۔

تنبیہ :

نماز جنازہ ان مسلمانوں کا ایک اخلاقی اور اسلامی حق ہے۔ جو انہیں چھوڑ کر دوسری
 دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور اس حق کی ادائیگی ان کے حق میں ہمارے مفرت

کی صورت میں ہوتی ہے۔ جسے فقہی اصطلاح میں فرض کفایہ کہا جاتا ہے۔ لیکن شیعہ لوگوں کی بد نصیبی دیکھیے۔ کہ اس حق کی ادائیگی مغفرت کی بجائے مرنے والے کے لیے لعنت بھیج کر کرتے ہیں۔ اور اندر سے اُسے جہنم میں ڈالنے کی بھرپور درخواست کرتے ہیں پھر اس بد نصیبی پر روزا اس لیے آتا ہے۔ کہ انہوں نے اس طرز کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس پر ستر اوید کہ اس عقیدہ کی انتہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کی ہے۔ وہ امام مظلوم جنہوں نے اپنا کفر میدان کر بلا میں شہید کروایا۔ لیکن باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا۔ اسی عظیم شخصیت کے متعلق یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ قیصر کے ڈرتے ڈرتے کسی مٹنی کے جنازے میں شامل ہوں۔ اور پھر اس کی مغفرت کی دعا کی جائے اس پر لعنت بھیجیں۔ اور دوزخی ہونے کی دعوت کریں۔ خدا کی قسم ایہ فعل ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے ایسے فرضی واقعات بنائے۔ اور ان کی نسبت ان عظیم شخصیات کی طرف کر دی لہذا اسے سنیں! اگر دنیا سے رخصتی کے وقت اللہ کے ہاں سرخوئی

چاہتے ہو۔

تو کسی شیعوے سے بناوٹی دوستی بھی ترک کر دو۔ ورنہ اس بناوٹی تعلق کی بنا پر وہ تمہارے جنازہ پر آکر دلعلمے مغفرت کی جگہ لعنت کا ورد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے حق میں بددعا کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ائمہ کی ہدایات پر ضرور عمل کرنا ہے۔ اور نہیں دوزخی بنا کر چھوڑنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری و کثرت

شیعوں کی پسندیدہ دعا

تہذیب الاحکام

لَعَنَ اللَّهُ مَنْ خَالَفَكَ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ افْتَرَى
عَلَيْكَ وَظَلَمَكَ وَعَصَيْكَ وَمَنْ بَلَغَهُ ذَلِكَ
فَرَضِيَ بِهِ. أَذًا إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَلَعَنَ
اللَّهُ أُمَّةً خَالَفَتْكَ وَأُمَّةً جَحِدَتْ
وَلَا يَتَكَ وَأُمَّةً تَظَاهَرَتْ ضَيْقَكَ وَأُمَّةً
فَاتَلَتْكَ وَأُمَّةً خَدَلَتْكَ وَخَذَلَتْ
عَنْكَ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الْمَارَّ
مَشْوَاهُمْ وَيَسِّرَ الْيُسْرَةَ الْمَوْدُودِ.

(۱۔ تہذیب الاحکام باب فی زیارت

علی علیہ السلام جلد ۱ ص ۶۶ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ثانی ص ۹

کتاب المزار۔ مطبوعہ تہران

طبع قديم)

ترجمہ:-

جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ پر جھوٹ یا نہدہا جس نے آپ پر ظلم کیا، جس نے آپ سے خلافت جعفری سب پر اشد کی لعنت ہو۔ اور جس شخص کو ان باتوں کا علم ہوا۔ اور وہ ان پر خوش ہو اس پر بھی لعنت۔ میں ان تمام سے بیزار ہوں ماس گروہ پر جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ کی ولایت کا انکار کیا جس نے آپ پر چڑھائی کی، جس نے آپ کو شہید کیا جس نے آپ کے لڑائی کی، جس نے آپ کی رسوائی چاہی۔ جس نے آپ کی نصرت چھوڑ دی ان سب پر بھی اشد کی لعنت۔ سب خبریاں اس اشد کے لیے جس نے دوزخ کو ان کا ٹھکانہ بنایا۔ اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی دعا

تحفۃ العوام:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر دو رکعت نازل پڑھے۔ اور یہ دعا کہے
 اَللّٰهُمَّ خُصِّ اَنْتَ اَوَّلَ طَالِعٍ بِاللَّعْنِ
 مِثْنِیْ وَ اَبْدَیْہِ اَوَّلَ شَمْسٍ مِّنْ الشَّامِیْ ثُمَّ
 الْمَثَلِیْ ثُمَّ الرَّابِعِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ یَزِیْدَ
 ابْنَ مَعَاوِیَہِ خَامِسًا وَ الْعَنْ عُبَیْدَ اللّٰہِ بْنِ
 زَیْدٍ وَ ابْنِ مَرْجَانٍ وَ عُسْرَ بْنَ
 سَعْدٍ وَ شِمْمَرًا وَ اِلَ اَبِیْ سُنَیْہِ اَنْ
 وَ اِلَ زَیَادٍ وَ اِلَ مَرْوَانَ اِلَ یَزِیْدَ

الْقِيَامَةُ

در کفۃ العوام باب بیسواں ماہ محرم کے
احمال میں ص ۸۷، المغبورہ نو کشتہ طبع قدیم

قون جملہ :-

اے اللہ! خاص کر جسک پہلے ظالم پر میری طرف سے لعنت بھیج۔ اس
پر پہلے لعنت شروع ہو۔ پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے پر۔ اے
اللہ! زید بن معاویہ پر پانچویں قبر پر لعنت بھیج۔ اور عبید اللہ بن زیاد
ابن مرجانہ، عمر بن سعد، شمر، آل ابی سفیان، آل زیاد و آل مردان پر تا
قیامت لعنت بھیج۔

تنبیہ :-

اول دوم، سوم اور چوتھے سے مراد بالترتیب ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب
عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (العیاذ باللہ)
اہل الصاف نور فرمائیں۔ کہ نیک بندوں اور اللہ کے دوستوں کے عزرات پر
ماضی دینے والے اپنی بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور مشکلات میں آسانی کی
دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن شیعہ حضرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں لعنت
و تبرازی کھدوائی ہے۔ دیکھئے کہ جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ کے عزرات مقدسہ پر ماضی ہوتے ہیں تو انہیں اپنی مغفرت کی دعا مانگا نصیب
نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں ان کی عارت یہ ہوتی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال
دادا اور دیگر متعلقین بارگاہ نبوت پر لعن طعن کرتے ہیں۔ مسخاروں کے لیے ایسے مقامات
پر ماضی مغفرت کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ کرب و استغفار کرتے ہیں۔ اور شیعوں کی

کی قسمت میں اسی کی بجائے نیکیوں پر لعنت و تبرا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ان لوگوں کی تبر و بازی اور لعنت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی شکل میں ان کے لیے نمودار ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بڑے اپنی کتب میں یہاں تک لکھ گئے کہ بوقتِ ضرورت تفتیح کرتے ہوئے ائمہ اہل بیت پر گالی گلوچ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک الگ فصل میں چند حوالہ جات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں۔ جن سے آپ ہماری مذکورہ باتوں کی تصدیق کریں گے۔

ۛ

فصل ہفتم

ائمہ اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے

نہج البلاغہ:

الَا وَاتَّهَ سَيِّئاً مُرْكُؤِيَّتِي وَالْبَوَاءُ عَوْثِيَّتِي فَمَاذَا
الْتَبَّ قَسَبُوْنِي فَاِنَّ لِيْ ذِكْوَةً وَلَكُمْ نَجَاءٌ وَأَمَّا الْبُرْدَةُ
فَلَا تَبْرَأُوْا مِنْ قِيَابِيْ وَ لِيْذٌ عَلَى الْيَطْرِ وَ سَبَقْتُ إِلَى
الْإِيْمَانِ وَالْهَجْرَةِ۔

(نہج البلاغہ علیہ السلام ص ۹۲ چھوٹا سائز)

بیر دست اہل بیت جدید

ترجمہ ۱۔

سنو! عنقریب لوگ تمہیں مجھ پر تبر بازی اور مجھے گالی گلوچ دینے کا حکم
کریں گے۔ تو گالی بے شک دے دینا۔ کیونکہ یہ میرے حق میں ذریعہ
نجات ہو گا۔ لیکن تبر بازی نہ کرنا کیونکہ میں فطرت اسلام پر پیدا کیا گیا

ہوں۔ اور ایمان و ہجرت میں مجھ اوریت مائل ہے۔

اصول کافی؛

عَنْ مِسْعَرَةَ بْنِ صَدَقَةَ قَالَ قِيلَ إِنَّكُمْ
سُئِلْتُمْ عَنْوَ إِلَى مَسِيحٍ فَسَبُّوْنِي ثُمَّ دَعَوُنِ
إِلَى الذَّبَرَاءَةِ مِثِّي فَلَا تَكْبُرُوا مِنِّي فَقَالَ
مَا أَكْثَرَ مَا يَكْذِبُ النَّاسُ عَلَى عَلِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا سَبُّدَعَوُنِ
إِلَى مَسِيحٍ فَسَبُّوْنِي ثُمَّ سَبُّدَعَوُنِ إِلَى
الْبِرَاءَةِ مِثِّي وَإِنِّي لَعَلِّي دِينٌ مُحْتَمِلٌ قَوْلُ
يَقُولُ لَا تَكْبُرُوا مِنِّي -

(۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ تہران)

طبع جدید حدیث (۱)

(۲۔ اصول کافی ص ۴۸۴ طبع قدیم مطبوعہ

لکھنؤ)

(۳۔ تفسیر جامع التفسیر ج ۱ پارہ ۴ ص ۴۸۵

تحت ایت الامن اکبرہ و قلبہ

مطبع بالایمان۔)

ترجمہ:-

مسعرہ بن صدوق کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ
کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر فرمایا۔ وگو! بہت
جلد تمہیں مجھے گالی دینے کے لیے کہا جائے گا۔ تو ایسے وقت میں مجھے

گالی دے لینا۔ پھر تمہیں اس بات کی طرف بلایا جائے گا۔ کہ مجھ پر تبر باندھی
 کرو۔ تو تبر باندھی نہ کرنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگ حضرت
 علی رضی اللہ عنہ پر کوئی جھوٹا قصہ کہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ حضرت علیؑ نے تو
 یوں فرمایا تھا۔ تم جلد ہی میرے سب دشمن کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تو تم
 مجھے سب دشمن کر لینا۔ پھر تم کو مجھ پر تبر باندھی کی طرف بلایا جائے گا چیک
 میں طریقہ محمد علیؑ اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ تم مجھ سے
 تبر نہ کرنا۔

درجال کشی:-

عَنِ ابْنِ مَسْكَانَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَّارَةَ يَقُولُ
 رَحِمَ اللَّهُ أَبَا جَعْفَرٍ وَ أَمَّا جَعْفَرُ هَآنُ
 فِي قَلْبِي عَلَيْهِ لَعْنَةٌ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا
 حَمَلَ زُرَّارَةَ عَلَى هَذَا قَالَ حَمَلَهُ
 عَلَى هَذَا أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَخْرَجَ
 قَمَازِيَهُ۔

درجال کشی زرارہ بن اوسین ص ۱۳۱ مطبوعہ

کر بلا طبع جبریل

ترجمہ:-

ابن مسکان نے کہا۔ میں نے زرارہ کو کہتے سنا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ پر اللہ
 رحمت کرے۔ البتہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو میرے دل میں ابن پریست
 ہے۔ ابن مسکان کہتا ہے۔ میں نے زرارہ سے پوچھا۔ کہ تیرے دل
 میں امام جعفر کے بارے میں نفرت کیوں ہے؟ تو اس نے کہا۔ اس وجہ

سے کہ انہوں نے اپنے کمزوروں کو نکال دیا تھا۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ میں ان حدیث سے ثابت ہوا کہ تہقہ ایک ایسی سنت ہے جس سے ہمارے
 تو کجا خود مسلمات احمدی، سینہ بھی اس کی زو میں آگئے۔ شیعہ مسک ایک ایسا مسک ہے
 جس کا دار و مدار سنت احمدیہ پر ہے۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایات پر ہے۔ پھر تعجب کی بات
 ہے کہ جن کی شخصیات ان کے مسک کے روح رواں ہیں۔ تبرہ بازی سے وہ بھی
 ان سے نہ بچ سکے۔ اہل بیت پر تہقہ بازی کا الزام لگانے سے ذرا بھر نہیں شرم
 نہ آئی۔ اور نہ ان پر لعنت بھیجنے کو جائز سمجھنے میں کوئی حارحسوس نہ کی۔ یہ بات کسی ترک
 درست ہے کہ سب کسی شخص کو بڑی عادت کی ت پر جاتی ہے۔ نواپنا بیگانہ کوئی بھی
 اس سے بچ نہیں سکتا۔ شیعہ لوگوں کی رگ و پے میں صحابہ کرام پر تبرہ بازی سرایت کر چکی
 ہے۔ ان عظیم شخصیات پر لعنت کرنا ان کی گشتی میں بڑا ہوا ہے۔ اس خباثت سے
 احمدیہ بیت بھی نہ بچ سکے۔ یہ مسک دنیا میں واحد مسک ہے۔ جو اپنے پیشواؤں
 پر اپنے خود ساختہ قانون (تہقہ بازی) کے ذریعہ تبرہ بازی کرنا جائز سمجھتا ہے۔ حالانکہ
 حدیث پاک میں ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ اس نے مجھے
 گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے خدا کو گالی دی۔

جیسا کہ امامی شیخ صدوق، ایں ہے۔

امامی شیخ صدوق،

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا

فَقُلْتُ بَنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللَّهَ -

۱۱۱ شیخ صدوق، جامع المسائل والاشوک من، جامعہ قم معتمد بہم

ترجمہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس نے علی کو برا بھلا کہا۔ اس نے مجھے ایسا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔

حدیث بالاس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ اہل انصاف غور فرمائیں۔ قید جیسے گندے اور قبیح عقیدہ نے نہ اہل بیت کو صاف کیا۔ اور نہ صحابہ کرام کو چھوڑا۔ نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زد سے بچے۔ اور ان ظالموں نے اس مکروہ و قبیح عقیدہ سے اللہ رب العزت کی ذات، مقدسہ کو بھی نہ چھوڑا۔ لہذا ہم کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ایسے عقیدہ کا اسلام میں قطعاً وجود نہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کے لیے یہ عقیدہ زہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی تباہت و کراہت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(فامتبروا یا اولی الابصار)

فصل ہشتم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سچی دوستی

ایکجاد تئقہ کی علت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ ان حضرات کا آپ سے مشورہ طلب کرنا اور اپنی وزارت میں رکھنا اور پھر ان سے رشتہ نامہ جوڑے رکھنا یہ تمام باتیں اس باہم محبت و عقیدت کا جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ لیکن جب شیعہ حضرات نے یہ تمام باتیں اپنی بے گانی تئب میں دیکھیں۔ تو سمجھنے لگے کہ تمام باتوں کی موجودگی میں اصحاب ثلاثہ پر بھی طعن کرنے کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ لہذا کوئی ایسی تجویز نکالی جائے جس سے ان رتبہ بازی کا راستہ صاف ہو سکے۔ اس لیے انہوں نے اس مذہبم ارادے کو چورا کرنے کے لیے در تئقہ کا استعمال کیا۔ اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے ثلاثہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ اور انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اور ان سے رشتے نامہ قائم کیے۔ یہ سب کچھ تئقہ کر تہ ہوئے کہہ دل۔ ہے آپ خلفائے ثلاثہ کے بارے میں صاف نہ تھے۔ اور دلی محبت نہ تھی۔

لیکن کوئی بھی نوزی شور و آواز نہ کرے اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ حضرت علیؑ جو اللہ کے شیر و کھنڈار تھے اور بن کلابیہ کا چناؤ ملا ہے۔ اگر میرے مقابلہ میں سب ابلے۔ تو بھی ان کی گزریں اڑا دوں۔ اور اس میں قطعاً سستی اور کاہلی نہ کروں۔ (انجیل ابلاغہ خطبہ ۲۴ ص ۱۸) اور یہ بھی فرمایا کہ ہر مضبوط میرے سامنے کمزور ہے۔ اور ہر کمزور میرے سامنے مضبوط ہے۔ اور ہر ایک کا حق میں اس کو دلا سکتا ہوں۔ (انجیل ابلاغہ خطبہ ۲۴ ص ۱۸) ان جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپؐ نے ڈرتے ڈرتے غفائے شام کی بیعت کی۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اور اپنی شخصیت بگرام کھنوم کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عقد کیا۔

شیعہ عوام کو ان کے فاکرین دریافت کرنے پر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یونہی سنیں گے ہمیں بدنام کرنے کے لیے یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں۔ اور محض پروپیگنڈا ہے حقیقت یہ نہیں۔ اس لیے میں نے خیال کیا کہ بطور اختصار ذکر وہ باتوں کی ایک ایک مثال ان کی معتبر کتابوں سے پیش کر دوں تاکہ عوام و خواص دونوں اس حقیقت مال سے آگاہ ہو جائیں۔ اور حق و باطل کے دریا کا امتیاز ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا

احتجاج طبرسی :-

قَالَ فَكَلَّمَا وَرَدَتْ الْكِتَابُ عَلَى أَسَامَةَ
إِنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ
فَلَمَّا دَامَ اجْتِمَاعُ إِلَى آيِهِ بَكْرٍ انْطَلَقَ
إِلَى عَرِيَةِ بَنِ آيِهِ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقَالَ لَهُ مَا هَذَا قَالَ لَهُ عَلَيَّ هَذَا
مَا تَرَى قَالَ أَسَامَهُ هَذَا هَذَا يَا بَيْتَهُ
فَقَالَ نَعَمْ يَا أَسَامَهُ -

(۱- احتجاج طبرسی کتاب الی تحافہ الی الی

بکر مداول ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ جدید)

(۲- احتجاج طبرسی طبع قدیم مطبوعہ مکتبہ

اشرف ص ۵۶)

توجہ ۱-

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
انتقال کے خطوط پہنچے تو آپ اپنے لشکر واپس مدینہ آ گئے وہاں
جب لوگوں کو بیعت کی خاطر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع کیا
تو حضرت اسامہ سید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے
اور پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ وہی ہے جو
کچھ تو دیکھا آیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے پوچھا۔ کیا آپ نے بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے
فرمایا۔ ہاں اسے اسامہ

ۛ

حضرت علی المرتضیٰ کا صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھنا

تفسیر تھی۔

ثُمَّ قَامَ وَتَوَكُّعًا لِّلْمَلَاوَةِ وَحَقَّضَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ ابْنِ بَكْرٍ

(۱۔ تفسیر تھی سورہ روم زیر آیت فسات

ذی القربیٰ حقہ والمسکینی الغر

ص ۵۰۲ مطبوعہ ایران طبع قدیم ۱۳۱۳ھ)

(۲۔ احتجاج طبرسی احتجاج امیر المومنین

علی ابی بکر و عمر ص ۶۰ طبع قدیم مطبوعہ

نہجۃ اشرف)

(۳۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۲۶ مطبوعہ

قم طبع جدید)

ترجمہ:-

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نماز کی تیاری فرمائی مسجد

میں جا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔

✽

ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح

مختار التواریخ:

حدیث از طرق مقبرہ نقل نموده اند کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین علیہ السلام و فاطمہ زہرا علیہما السلام والدہ زید بن عمر و رقیہ بنت عمر و خوجہ حضرت مختار علیہ السلام در مدینہ طیبہ از نیار ملت فرمود و رحلت او و فرزندش زید و رقیہ روز اتفاقی افتاد و تقدیم و تاخر موت احدی باشد الی ان قال و ام کلثوم بنت علی کر نام شریفین در واقعہ در ہمہ جا مذکور می شود و طلب و اشعار با و بسبب میگرد و ام کلثوم دیگر است از سائر زوجات امیر المومنین علیہ السلام چون علی القول با صحیح امیر المومنین علیہ السلام از زیارت دوزینب بود و دوا ام کلثوم زینب کبری زوجہ عبد اللہ بن جعفر بود و کلثوم کبری زوجہ عمر بن الخطاب بود و ہر دو از صدیقہ طاہرہ بودند زینب الصغری و ام کلثوم الصغری از سائر اہبات بوجود آمدند و شیخ حرر در وسائل شیعہ از عمار یا سہرایت کردہ اخرجت جنازہ ام کلثوم بنت علی و ابنہا زید بن عمر و فی الجنائزۃ الحسن والحسین و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و ابوہریرۃ فوضعوا جنازۃ الفلانی مائلی الامام والمرأۃ طائئۃ وقالوا لہذا هو السنۃ۔

مختار تہذیب

تقریباً ۱۔

متبرہم بقول سے حدیث نقل ہے کہ علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔ اور ام کلثوم مذکورہ زید بن عمر اور زینب بنت عمر کی والدہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ام کلثوم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔ ان کی لہان کے بیٹے زید کی ولادت ایک ہی دن ہوئی۔ ان میں سے کسی کی موت کو دوسرے سے پہلے یا بعد نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم نامی بن کا واقعہ کہ بلاس مذکور کتابہ اور کچھ اشعار اور خطبے بھی ان سے مروی ہیں۔ وہ ام کلثوم دوسری ہیں۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی سے تھیں۔ صحیح ترین اقوال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو زینب نامی آپ کی صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسری ام کلثوم نامی۔ زینب کبریٰ جو کہ عبد اللہ بن جعفر کی بیوی تھیں۔ اور ام کلثوم کبریٰ جو کہ حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ الزہراء صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ زینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ حضرت علی کی دوسری بیویوں میں سے تھیں۔ شیخ حرور دو سال شیعہ، میں حضرت علامہ ابن ہاشم شافعی سے روایت کرتا ہے۔ ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کا جنازہ ایک ہی دن اٹھا۔ اس جنازہ میں امام حسن، حسین، جعفر رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ جنازہ رکھے جانے پر ترتیب تھی کہ امام کے نزدیک حضرت زید بن عمر کی میت تھی اور ان کے پیچھے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت تھی۔ اور ان کی میت بھی ہے

تقیہ کے بے اصل ہونے پر بیان

از حجة الکاملین سند الوائین حجة الاسلام

ایشخ العلامة لانا فضل الرحمان صاحب ساکن

مدینہ منورہ خلف الرشید شیخ العرب العجم

علامہ ضیاء الدین صاحب مدفون جنت البقیع (مدینہ منورہ)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ -
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الَّذِي إِنْ مَحَكَّتْهُمْ
فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ -

ترجمہ:

مقبولانِ بارگاہِ خداوندہ لوگ ہیں۔ کہ اگر ہم انہیں زمین کی حکومت
عطا کریں۔ تو وہ اقامتِ صلوٰۃ کا اہتمام کریں۔ اور ادائیگیِ زکوٰۃ
کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔
آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب و مقبول لوگوں کی

چار علامات بیان فرمائیں۔ گویا یہ چار باتیں قرب خداوندی کی علامات ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن لوگوں کو نہ کسی کا خوف روک سکتا ہے۔ اور نہ کوئی لالچ انہیں اس مقصد سے پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ وہ لَا يَخَافُونَ سَوْمَةَ لَا تُشْمِرُ۔ کو شمل راہ بنا کر اپنی منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ اور استقامت عزیمت اُن کا وصف نمایاں ہوتا ہے۔

ایک طرف یحیٰی صریح اور دوسری طرف اہل تشیع کا یہ عقیدہ کہ۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا يَقِيْقَةُ لَدُنْہِ یعنی جو تقيہ پر کار بند نہیں۔ وہ ایمان سے خالی ہے۔ دونوں باہم کس قدر متخالف اور متضاد ہیں۔ اور پھر جب یہ کہا جاتا ہے کہ۔ یہ عقیدہ اہل بیت کرام کا ہے۔ تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اہل بیت کرام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسی عظیم ذمہ داریوں سے کٹا رہ کش اور تارک ثابت کرنا، ظلم عظیم ہے۔ اسی تقيہ کے فضائل اور اہمیت کو یہاں تک اونچا کیا گیا۔ کہ ترکِ تقيہ، ترکِ نماز کی طرح ہے۔ یعنی تقيہ نہ کرنے والا کافر ہے۔ (کیونکہ ترکِ صلوة اہل تشیع کے نزدیک کفر ہے) پھر اسی پر بس نہیں بلکہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ان کی کتب اس عبارت کو اپنے ماتھے کا جھومر بنائے ہوئے ہیں۔

جامع الاخبار:

قَالَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَدَّاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا
مِنْ اَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَلَمْ يَقْتُلْنَا خَطَاً۔

(جامع الاخبار ص ۲۰۸، الفصل الثانی)

(واللہ اعلم فی التقيہ)

ترجمہ ۱

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے ہمارے
 کسی حکم اور ہماری کسی بات کو شائع کیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع کی۔
 تو اس نے ایسا کر کے اتنا جرم کیا۔ گویا ہمیں اس نے عمداً قتل کیا ہو۔
 غلطی سے قتل نہ کیا ہو۔

ان عبارت میں ”دقیقہ“ کی صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ اس کے ترک
 پر شدید وعیدات سنائی جا رہی ہیں اور یہ وعیدات ائمہ اہل بیت کی طرف سے
 پیش کرتے ہیں۔ کونسا وہ مسلمان ہو گا۔ جو ائمہ اہل بیت کے قتل عمد کا جرم قبول کرے
 ایسا کون ہو گا جو ایمان سے ہاتھ دھونا منظور کرے؟ اس لیے اگر کوئی مسلمان ان
 خرابیوں سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لیے قیقہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔
 قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا مضمون اور اہل تشیع کا مندرجہ بالا عقیدہ میں تضاد
 کسی جہالت کی بنا پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک گھناؤنی چال ہے۔ (دور گھسیانی ملی کھینا نوچے)
 کے مصداق جب وہ اہل سنت کے حقائق اور استدلالات کا جواب دینے
 کی کوئی صورت نہیں پاتے۔ تو اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔ تھوڑی سی
 جھلک پیش خدمت ہے۔

اہل تشیع کا ایک عقیدہ: وصال کشی:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ
 أَهْلَ الزَّيْدَةِ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَنَّهُ لَا شَيْءَ
 فَعَلْتُ وَمِنْ الثَّلَاثَةِ فَقَالَ أَلْبَعْدَ أَدْبَنَ الْأَسْوَدِ
 وَأَبُو ذَرٍّ الْغَفَارِيُّ وَسَلِيمَانُ الْفَارِسِيُّ -

(درمیان کشی ص ۱۲)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین آدمیوں کو چھوڑ
 کر بقیہ تمام (صحابی) مرتد ہو گئے تھے۔ میں درادی انہیں عرض کیا۔
 وہ تین کون تھے۔ فرمایا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی
 اس روایت کے پیش نظر خلفائے ثلاثہ (ابو بکر صدیق، عمر فاروق،
 عثمان غنی) پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگ گیا۔ اب اس کی توضیح یا تصدیق
 کے لیے اہل سنت ان شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان مرتدین۔
 (معاذ اللہ) کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت کیوں کی؟
 اور علی المرتضیٰ کا ابو بکر صدیق کی بیعت کرنا خود انہیں بھی تسلیم ہے۔
 حوالہ ملاحظہ ہو۔

اجتہاد طبرسیؒ پر تحریر ہے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خط حضرت اسامہ بن زیدؓ کو پہنچا۔
 تو جناب اسامہ واپس مدینہ منورہ آگئے۔ اُسے ہی دیکھا کہ ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ یہ
 دیکھ کر اسامہ سیدھے حضرت علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہوئے
 حاضری کے وقت کہا۔ یا علی! یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ اس پر حضرت
 علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ هَذَا مَا تَرَى قَالَ
 اِسْمَاءُ فَعَلَّ يَابَعْتَهُ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:

یہ وہی کچھ ہو رہا ہے۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ یعنی ابو بکر صدیق کی

بیعت ہو رہی ہے۔ اس پر اسامہ بوسے۔ تو کیا آپ نے بھی ابو بکر کی بیعت کر لی ہے؟ فرمایا ہوں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو بکر کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کی تھی۔ آپ نے بیعت کرنے کی وجہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائی۔

منج البلاغۃ؛

فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا اطَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ
بِيعَتِي وَإِذَا الْإِثْنَانُ فِي عُنُقِي لَيْغَرِي -

(منج البلاغۃ خطبہ ۲ ص ۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ تو اس پر پہنچا کہ میری طاعت، میری بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس لیے کہ میری گردن میں غیر کے لیے جہد بندھا ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قول کی تفسیر و تشریح ایک شیعہ مجتہد کی زبانی سنئے۔

شرح، منج البلاغۃ؛

فَنَظَرْتُ فَإِذَا اطَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بِيعَتِي طَاعَتِي
لِرَسُولِي اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَمَرَنِي

بِهِمْ مِنْ تَرَكِي الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي لِلْقَوْمِ فَلَا
تَسْبِيلَ إِلَى الْأَمْتِنَاعِ مِنْهَا۔

وَقَوْلُهُ وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِيُغَيَّرَ - أَيْ مِيثَاقُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ
إِلَى بَعْدِهِ الْمَشَاقَّةُ وَقِيلَ الْمِيثَاقُ مَا لَزِمَهُ مِنْ
بَيْعَةٍ أَيْ بِحُكْمٍ بَعْدَ إِيْتَاعِهَا أَيْ فَاذَ الْمِيثَاقُ
الْقَوْمُ قَدْ لَزِمْنِي فَلَمْ يُمَكِّنْنِي الْمَخَالَفَةَ بَعْدَهُ۔

اشرح فتح البلاء لابن ميثم جلد دوم

ص ۱۹۷ (ریز خطبہ ۳۶)

ترجمہ:

میں نے غور و فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ میری طاعت، میری
بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس سے مراد وہ طاعت ہے
جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ
طاہائی مت کرنا۔ آپ کا حکم اس بات پر سبقت لے گیا کہ میں
لوگوں سے بیعت لیتا پھروں۔ اس لیے اب اس سے رکنے
کا کوئی چارہ نہ رہا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ میری گردن
میں میرے غیر کے لیے ميثاق ہے، اس کا مطلب یہ ہے
کہ وہ ميثاق اور عہد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لیا تھا۔
کہ لڑائی وغیرہ نہ کرنا۔ اور کہا گیا ہے کہ ميثاق سے مراد یہ
تھا کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا لوگوں
نے شروع کر دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ ميثاق

یہ تھا۔ کہ تم بھی لازماً بیعت کر لینا۔ لہذا اب قوم کا بھاری
تعداد میں بیعت کر لینا اتنا اہم ہے۔ کہ اس کے بعد میری مخالفت
کرنا ناممکن ہو گیا۔

ان حوالہ جات کی روشنی میں جب اہل تشیع سے یہ پوچھا جاتا ہے
کہ اگر تمہاری عبارات کے مطابق ابو بکر صدیق بھی ان لوگوں میں شامل ہیں۔
جو معاذ اللہ اسلام سے روگردانی کر گئے تھے۔ تو ایسے کی بیعت کرنا حضرت
علی المرتضیٰ کو کیسے نریب دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ علی المرتضیٰ نے
ان کی بیعت کی۔ اور ابو جب ہمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس کا
جواب کوئی اور جب ان سے دین سکا۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ
کا بیعت کرنا بطور ”تقیہ“ تھا۔

اسی طرح جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کسی مرتد کے پیچھے
نماز ایسی عبادت ادا نہیں ہوتی۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ نے ابو بکر صدیق
کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔ صاحب احتجاج طبرسی ص ۴۰ پر نظر آج
احتجاج طبرسی:

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ عَلَى الصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ
وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ -

(صاحب احتجاج طبرسی ص ۴۰)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور نماز کی تیاری فرما
کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابو بکر صدیق کی اقتدا میں

نماز ادا فرمائی۔

اس کا جواب بھی وہی کہ حضرت علی المرتضیٰ نے نمازیں بطور تقیہ ادا کیں ان کے عقائد و نظریات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابو بکر و عمر کے مابین دشمنی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس پر ان کی گرفت کی جاتی ہے کہ اگر حقیقت حال ایسی ہی تھی۔ جیسی تم بیان کر رہے ہو۔ تو پھر درج ذیل حوالہ کا کیا جواب ہے۔

المبسوط فی فقہ الامامہ:

وَرَوَى أَنَّ عُمَرَ تَزَوَّجَ أُمَّ كُثُومَ بِنْتَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَصْدَقَهَا أَرْبَعِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى هَشْرَةَ أَلْفٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ تَزَوَّجَ بَنَاتِ أَخِيهِ عُبَيْدِ اللَّهِ كُلَّ وَاحِدَةٍ عَلَى هَشْرَةَ أَلْفٍ وَتَزَوَّجَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهَا السَّلَامُ امْرَأَةً فَأَصْدَقَهَا مِائَةَ جَارِيَةٍ مَعَ كُلِّ جَارِيَةٍ أَلْفُ دِرْهَمٍ۔
(المبسوط فی فقہ الامامہ جلد ۱ ص ۲۷۶)

ترجمہ:

مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام کثوم سے شادی کی۔ تو پالیس ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ اسی بن ابی ہاشم بھی ایک عورت دس ہزار درہم حق مہر کے عوض نکاح کیا۔ ابن عمر نے اپنی بیانیوں کی

شادی دس ہزار درہم فی کس حتی ہر پر کی۔ امام حسن بن علی نے ایک عورت کا حتی ہر سو لوٹیاں مقرر فرمایا۔ اور ہر لونڈی کے ساتھ ایک ہزار درہم ہی دینے کا وعدہ کیا۔

شیعہ مجتہد ابو جعفر طوسی اگرچہ حتی ہر پر گفتگو کر رہا ہے۔ اور اس کی اسے دلائل پیش کر رہا ہے۔ کہ حتی ہر بہت زیادہ مقرر کرنا جائز ہے۔ اسی ضمن میں وہ چند معروف نکاح بطور نمونہ پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شادی وہ بیان کی گئی۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور جناب فاروقی اعظم کے مدین طے پائی اس پر جب اہل تشیع سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ عمر بن الخطاب مسلمان نہ تھے۔ تو پھر علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں دنیا کیس طرح جائز ہوا؟ جب اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ تو یہاں بھی مدتیقہ ان دھکتا ہے۔ ہندیب التین ص ۴۷۰ جلد اول پر ہے۔ حضرت اس نکاح پر بدل راضی نہیں تھے۔ قلبہ اور دباؤ سے اس طرح مجبور و مجاکٹے گئے جیسے کو دیگر اور میں مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کیے گئے اور چار و ناچار ان کو یہ خیالی نکاح کرتا پڑا۔

ایک طرف حضرت علی المرتضیٰ کی بے بسی اور مجبوری کا یہ عالم کہ اپنی نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اپنی مرضی سے اپنی صاحبزادی بھی بیاہ کر نہیں دے سکتے۔ ابو بکر صدیق کی بیعت سے انکار کرنے کی مجال نہیں۔ اور دوسری طرف آپ کا یہ فرمان ہے۔

نہج البلاغہ؛

وَاللّٰهُ كَوْنًا مَرَّتَ الْعَرَبُ عَلٰی قَتَالِي لَمَّا وَلَّيْتُ

عَنْهَا وَكَوَأَمَّكُنْتَ الْفَرُصُ مِنْ رِقَابِهَا كَأَنَّكَ
إِلَيْهَا وَسَاجِدٌ۔

(شیخ البلاغہ خطبہ ۲۵ ص ۲۱۸)

ترجمہ:

خدا کی قسم! اگر تمام عرب میرے قتال کے لیے ایک دوسرے
کی پشت پناہی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں اس سے روگردانی
نہیں کروں گا۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو میں ان کی گردنیں اٹانے میں
تأخیر نہیں کروں گا۔ اور اس معاملہ میں انتہائی جدوجہد کروں گا۔
کیا ان دونوں باتوں میں کوئی مطابقت نظر نہیں آتی ہے۔ لافتنی
الامی لا سیف الا ذوالفقار کی شان والے کو بزدل
ثابت کرنے کی ناپاک سعی کی جارہی ہے۔ جن کے صاحبزادے
اور خاندانے نے میدان کربلا میں خون کا نذرانہ تو پیش کر دیا
لیکن یزید کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اُن پر کمزوری اور چارونچاری
کا الزام دھا جا رہا ہے۔ اور پھر اسی پر طرہ یہ کہ یہ الزام دھرنے
والے وہ مجتہد علیؑ نام رکھتے ہیں۔ حضرات حسینؑ کو یمن کو حضرت
علیؑ المرتضیٰؑ کرم اللہ وجہہ کی نصیحت کا بھی انہیں پاس نہیں۔ فرمایا
میرے صاحبزادو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے دستبردار
نہ ہونا۔ ورنہ تم پر ایسے حکمران مسلط کر دیئے جائیں۔ جو ظالم ہوں
گے۔ اور پھر تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ شیخ البلاغہ خطبہ ۲۵
ص ۲۲۲) اولاد کو وصیت فرمائیں اور خود اس پر عمل نہ کریں یہ کیونکر
ہو سکتا ہے۔

لہذا شریعت ہو کہ جس نظم ہستی پر ”تقیہ“ کا بہتان لگایا جاتا ہے۔ وہ اس سے بری ہیں۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ تمام کام بطور تقیہ کیے۔ تو پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ اور یہ بات اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ کہ پیغمبر تقیہ، انہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے احکام شرعیہ کا وجود ہی نہیں رہ سکتا۔

صاحب تلخیص الشافی جلد ۱ جزء ۱ ص ۸۷ پر رقمطراز ہے۔

صاحب تلخیص الشافی:

فَأَمَّا الرَّسُولُ فَإِنَّمَا لَوْ تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ
لِأَنَّ الشَّرِيعَةَ لَا تُعَرَّفُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَلَا
يُوصَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ قَمَتْنِي جَارَتِ التَّقِيَّةُ
عَلَيْهِ كَمَا يُكُنُّ لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا كَلَفْنَا طَرِيقًا -

(صاحب تلخیص الشافی جلد دوم جزء ۱)

(ص ۸۷) دارالکتب الاسلامیہ قم طبع جدید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ پیغمبر کا تقیہ کرنا قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت اسی کا طرف ہو سکتی ہے۔ اور شریعت کے احکام تک پہنچنا بغیر پیغمبر کی بات کے ہرگز ممکن نہیں۔ لہذا جب تقیہ کو یہاں جائز

قرار دیا جائے۔ تو پھر ہمیں امور تکلیف کی معرفت کا کوئی راستہ نظر
دائے گا۔

جب کتب شیعہ میں اس امر کی تصریح ہے۔ اور یہ بھی وضاحت
موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی یکے بعد دیگر سے
حضرت عثمان غنی سے شادی فرمائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب:

در بیان احوال اولاد امجاد حضرت است۔ در قرب الاسناد
معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا
از خدیجہ تولد شدند ظاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم و رقیہ و زینب
و فاطمہ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ از تزویج کرد۔
بابر العاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را بشمار بن
عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ شجرانہ اُن برود برحمت الہی
واصل شد و بعد از حضرت رقیہ با تزویج نمود۔

حیات القلوب جلد دوم تہذیب ۱۶۶

باب پنجم ویکم

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کا بیان۔ قرب الاسناد میں
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت معتبرہ کے ساتھ
مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ
سے یہ بچے پیدا ہوئے۔ ظاہر وقاسم۔ فاطمہ، ام کلثوم و رقیہ

marfat.com

ان میں جناب فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ سے کی۔ اور سیدہ زینب کی ابوالعاص بن ربیعہ کے ساتھ شادی کی۔ رخصتی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بعد آپ نے دوسری صاحبزادی جناب رقیہ کا عقد عثمان غنی سے کیا۔

روایت مذکورہ تباقر مجلسی کی نقل کردہ ہے۔ اور اس کو "مختار مغیر" ذکر کیا۔ روایت مذکورہ کی سند قرب الاسناد جلد اول ص ۷ پر یوں منقول ہے۔

قرب الاسناد

”مسعد بن سعد قال حدثني جعفر

ابن محمد عن ابيه قال ولد لرسول الله

صلى الله عليه وسلم - (قرب الاسناد جلد اول ص ۷)

اس کا راوی "مسعد بن سعد" کتب اسماء الرجال کی رو سے

ان کا ثقہ راوی ہے۔ تنقیح المقال میں اس کی تصدیق موجود ہے اس

راوی ابوالعاصم جعفر کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں۔ لہذا روایت کے

راوی تمام ثقہ ہیں۔ ان ثقہ راویوں نے حضرت ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہ بھی

کہ یہ دونوں صاحبزادیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی

صاحبزادیاں تھیں۔ جو بطن خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔ جب انہیں تسلیم

ہے۔ کہ نبی تقیہ نہیں کرتا۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان غنی سے کیا۔ تو اب اس نکاح کو

کس طرح بائز ثابت کر دے گے۔

ابنہ معلوم ہوا۔ کہ بوقت شکست و تفریق، کا ہتھیار ان کی اپنی ایجاد ہے
 ائمہ اہل بیت سے اس کے جواز کو ثابت کرنا ان کی توہین کے مترادف
 ہے۔ اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے علاوہ ائمہ اہل بیت کی ہدایات
 کے سراسر منافی ہے

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حرر فی ۱۲-۱۳-۱۴۰۹ھ - المختار فی ۱۶-۱۷-۱۴۰۹ھ
 فضل الرحمن بن فاضلہ الخلیج
 ضیاء اللہ بن القاری المدنی
 فضل الرحمن
 عفا ربہ عنہ آمین



بحث جنازہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب دوم:

بحث جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم طعن اول

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں

پڑھا۔ (معاذ اللہ)

خیر لوگ ساوہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے بہت سے افسانے تراشتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ اسی طرح ایک من گھڑت افسانہ وہ یہ بھی سناتے ہیں۔ کہ جب نجا کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہی تھا تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے لیے خلافت کے حصول کے لیے اس قدر دؤر و دھوپ کی کہ آپ کا جنازہ بھی چھوڑ دیا اور اسی وقت تک ادھر متوجہ نہ ہوئے جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور سب لوگوں نے حصول دنیا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہی نہ چھوڑا حصول خلافت سے فارغ ہو کر اسی وقت واپس آئے۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیلہ بننے کے کیسے متفق ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی :-

ہم اس علمی کا تفصیلی جواب عرض کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت و محبت تھی۔ وہ دنیا میں کسی دوسرے انسان کو مسترزاد کی۔ کیونکہ اس ضمن میں ایک پہلو یہ بھی نکال لیا گیا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنی ذاتی خواہشات پسند نہیں۔ اس لیے ہم اس کی تردید کے لیے واقعہ حدیث میں بیان کرتے ہیں۔

مقام حدیث پر جب صلح نامہ تحریر کرنے کے لیے کفار کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ اور اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ صحابہ کرام آپ کے اشارہ و کنایہ پر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ تو اس نے واپس آکر اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی باہمی عقیدت و محبت کا جو نقشہ پیش کیا۔ اس کو علامہ طبرسی ششی نے یوں نقل کیا۔

مجمع البیان ۱۔

وَاللّٰهُ مَا رَأَيْتُمْ مَلِكًا قَطُّ يَعْطِيهِ اَصْحَابُهُ مَا يَعْطِيهِمْ
اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِذَا اَمْرُهُمْ اَبْتَدَوْا اَمْرًا وَاِذَا اَنْوَسُوا
حَكَادًا وَاَيَقْتُلُوْنَ عَلٰی وُضُوْعِهِ وَاِذَا اَتَكَلَّمُوا خَفِضُوْا
اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يَحِذُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰ نمبر ۱۰)

مطبوعہ تہران

ترجمہ ۱۔ خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی آپ کی تعظیم کرتے ہیں آپ جب انہیں کوئی حکم دیتے ہیں۔ وہ فوراً بجا لاتے ہیں۔ اور جب وضو کر رہے ہوں۔ نہ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے قربت یہاں تک آجاتی ہے کہ کہیں آپس میں ٹوٹ نہ

پڑیں۔ اور جب حضور سے گفتگو ہوتی ہے تو آوازیں پست رکھتے ہیں۔
اور آپ کی طرف بوجہ تعظیم نظر بھر کر دیکھا نہیں سکتے۔

یہ تھی ایک کافر کی شہادت۔ صحابہ کرام کے دل میں جو عشق رسول اللہ تعالیٰ نے
جاگزیں کر دیا تھا۔ اس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ ایک طرف غیر مسلم کی یہ شہادت
اور دوسری طرف کچھ نام نہاد "مومنی" یہ پراپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں کہ صحابہ کرام
میں سے بعض نے حصول خلافت کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تک نہ پڑھا۔
پھر ان میں سے بالخصوص سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی پروپیگنڈا بڑے زور و
شور سے کیا جا رہا ہے۔

جن کے متعلق غور حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پوری کائنات میں سے مجھے زیادہ
محبوب اللہ ابو بکر صدیق ہے۔

یہ ارشاد نبوی خود شیعہ کتب میں مذکور ہے۔ چنانچہ رد و فتنۃ الصغار جلد دوم
صفحہ ۳۹۹ ملاحظہ کریں۔

جواب طعن :-

تمام صحابہ کرام کا جنازہ رسول ادا کرنا اجماعی مسئلہ ہے

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ جس پر کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع متفق ہیں
کہ ہاجرین و انصار میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ
نہ پڑھا ہو۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کی صرف ایک روایت پیش کریں گے۔ اور
بقیہ روایات شیعہ کتب سے ہوں گی۔
البدایہ والنہایہ :-

لَسَاكُنَّ رَسُوْلًا اَللّٰهُ مَلَكَ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ وُضِعَ

عَلَى سَيْرِيهِ وَمِنَ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُ صَنَى اللَّهُ عَنْهَا وَمَعَهَا نَفَرٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ يَمْنَعُ رِمَاسِيعَ النَّبِيِّ فَقَالَ السَّلَامُ عَدِيَّةُ ابْنَةِ الْكَلْبِيِّ وَرَحِمَهُ اللَّهُ
بَرَّكَانَهُ وَسَلَّمَهُ اللَّهُ هَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ نَعَا سَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صَفُّوا صُفُوفًا
لَا يُرَى مَعَهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ نَحْمَا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَيْثُ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَنَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَعَثْتَ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْهِ مِنَ الْمُرْسَلِ وَيَخْرُجُونَ وَيَدْخُلُ الْخُرُوجَ حَتَّى
صَلَّى الرِّجَالُ ثَمَّ النَّسَاءُ ثَمَّ الصَّبِيَّانَ وَقَدْ قُبِلَ إِلَهُنَّ
صَلُّوا عَلَيْهِ مِنْ بَعْدِ الزَّوَالِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الْيَوْمِ ثَلَاثًا
الْثَّلَاثَا وَقُبِلَ إِلَهُنَّ مَدْفُونًا ثَلَاثَ أَيَّامٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ .

• (البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۲۶۵)

کیفیت الصلوٰۃ علیہ مطبوعہ عورت

ترجمہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھن پنا گیا اور چار پائی پر کھایا۔ تو ابو بکر صدیق
اور عمر فاروق مہاجرین و انصار کی جماعت سمیت شہر یروگ آئی تھوڑی دیر
تھیں۔ جتنے گھر میں سما سکتے تھے۔ دونوں (ابو بکر و عمر) نے کہا: السلام
علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مہاجرین و انصار
نے بھی حضور پر ویسے ہی سلام بھیجا۔ جس طرح ان دونوں نے بھیجا تھا۔ پھر
صفیں باندھیں۔ لیکن ان کا امام کوئی نہ تھا۔ ابو بکر و عمر نے پہلی صفت میں
کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا۔ اے اقدس! ہم گواہ ہیں
کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام کچھ سنا و سنا جو ان کی طرف اتارا گیا۔ اسی
طرح ایک گروہ سلام کر کے حمل جاتا اور دوسرا آجاتا حتیٰ کہ تمام مرد و عورتیں
ہم آگئے۔ پھر عورتیں اودان کے بعد بچے آئے اور کہا گیا ہے۔ کہ لوگوں نے

جب آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ وہ پیر کا دن اور زوال کے بعد کا وقت تھا۔
اور یہ مسئلہ منگل کے دن زوال کے وقت تک جاری رہا۔ اور کہا گیا ہے کہ
لوگ تین دن تک آپ پر صلوٰۃ پڑھتے رہے۔

خلاصہ کلام:-

روایت مذکور سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ امام لوگوں کی طرح
نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بغیر امام کے لوگ صفت در صفت صلوٰۃ و سلام بھیج کر واپس آجاتے۔
اور دوسرے چلے جاتے۔ حتیٰ کہ مرد، عورتیں اور بچے اسی طرح حاضری دے کر فارغ
ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ یہی تھی۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ اس طرح کی نماز
جنازہ ادا کرنے والوں میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ہذا یہ کہندہ کہ
یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ چھوڑ کر اپنی خلافت کے پیچھے دوڑتے بھاگتے
رہے۔ بالکل ہمتان ہے۔ اور سراسر الزام ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

روایات شیعہ مذکورہ طعن کی تردید

۱۔ احتجاج طبرسی:

ثُمَّ أَدْخَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَعَشْرَةَ مِّنَ
الْأَنْصَارِ فَيُصَلُّونَ وَيُخْرِجُونَ حَتَّىٰ لَمْ يَبْقَ مِّنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا مَسَلَىٰ عَلَيْهِ

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول ص ۶۷ مطبوعہ تہران طبع حیدرآباد دکن مکتبۃ المدینہ

(۲) طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دس مہاجرین اور دس انصار کو جمع فرمایا کہ

میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اندر بھیجا۔ وہ پڑھ کر نکلتے رہے یہاں تک کہ وہاں جہین اور انصار میں سے ہر ایک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور کوئی باقی نہ رہا۔

۱۲) حیات القلوب :-

پس حضرت درمیش درایت و خود برا و نماز کرد و بعد از آن صحابہ را فرمود کہ وہ نفوذ اعلیٰ شدند و ایشان بر در و در جنازہ آنحضرت می ایستادند و حضرت امیر المومنین در میان ایشان ایستادہ ای آیت را می خوانند۔
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمْلِكُوْنَ عَلٰی الَّذِيْنَ يَاۡتِيْهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ پس ایشان آیرا میخوانند و صلوات بر آنجناب میفرستادند و بیرون می رفتند تا آن کہ الی مدینہ و اطراف مدینہ ہر بر آنجناب صلوات فرستادند۔ شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کرده است کہ وہ نفوذ نفوذ اعلیٰ شدند و جنیں بر آنحضرت نماز می کردند بی امامی در روز دوشنبہ و شب دوشنبہ تا صبح و روز شنبہ تا شام تا آنکہ خود بزرگ مردوزن انما الی مدینہ و اطراف اطراف مدینہ ہر بر آنجناب جنیں نماز کردند و کھنی بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کرده است۔ کہ چہل حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند برا و جمیع عالم کہ وہاں جہین و انصار فرج فرج و امیر المومنین فرمود کہ شنیدم آنحضرت رسول کو در حالت صحت خود میفرمود کہ ای آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شدہ است۔

(حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۹۹ باب شصت و چہارم ملبود نول کشور ہند)

ترجمہ۔ حضرت علی کریم اللہ وجہہ دروازے کے آگے کھڑے ہو گئے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ اور اس کے بعد صحابہ کرام کو فرمایا۔ دس دس آدمی آپ کی چارپائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب کے درمیان کھڑے ہو کر ریائیت کر لیں پڑھتے۔ ان الله و مملکتہ یصدق علی النبی۔ الخ۔ بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اسے سونوا تہم بھی ان پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام بھیجنا۔ بعینہ۔ حضرت علی کے بعد حاضرین بھی اس آیت کو پڑھتے۔ اور حضور پر صلوٰۃ بھیجتے۔ اور باہر آ جاتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ تمام مدینہ کے رہنے والے اور اس کے گرد و فواح کے باسی سب نے آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔

شیخ طبرسی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی آتے۔ اور نیز امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے۔ پیر کے دن منگل کی رات جمعہ تک اور منگل کی شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ چھوٹا بڑا امر و عورت مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح کی نماز جنازہ ادا کی۔

کھینچی نے معبرند کے ذریعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، ہجیرین اور انصار نے پڑھی۔ سب گروہ در گروہ آتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی حالت صحت میں سنا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ ریائیت (ای اللہ و مملکتہ) الخ میرے انتقال کے بعد میری نماز جنازہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جلاء العیون :-

پس حضرت در پیش در ایستاد و خود برا و نماز کرو و بعد از آن شخص فرمود
 صحابہ را کہ وہ نفروہ نفر داخل می شدند۔ و ایشان بر دو رجزانہ آنحضرت می ایستادند۔ و امیر المومنین در میان ایشان می ایستاد و این آیه میخواند: اِنَّ اَمْلَکَ
 وَمَکِیَّتَکَ یَعْمَلُوْنَ عَلَی الْبَیِّنِ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا
 عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، پس ایشان آیه را میخوانند۔ و صلوات بر
 آنحضرت میفرستادند و بیرون می رفتند۔ تا آنکہ اہل مدینہ و اطراف مدینہ
 ہمہ بر آنحضرت صلوات فرستادند شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
 روایت کردہ است کہ وہ نفروہ نفر داخل می شدند و بر آنحضرت نماز
 میکردند بے امامی در روز دو شنبہ و شب سه شنبہ تا صبح روز شنبہ تا شام
 تا آنکہ خورد و بزرگ مرد قدی اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنحضرت
 چنین نماز کردند۔ و کہنی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ
 است کہ چون حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرمود نماز کردند
 بر او جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار و فوج و امیر المومنین علیہ السلام فرمود
 کہ شنیدم از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ در حال صحت خود میفرمود کہ این
 آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شد و است۔

(۱) (جلاء العیون جلد اول ص ۱۱۳) بیان رحلت حضرت ختمی مرتبت

مطبوعہ تہران۔

(۲) تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۳۳ ذکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم

ترجمہ:- پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام کو رخصت دی گئی۔ وہ دس دس کی ٹولی میں آتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ تلاوت کرتے: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ الْاَخْمَرِ" پھر تمام حاضرین اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰت بھیجتے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے شیخ طبرسی نے روایت کی ہے۔ کہ دس دس کی ٹولی آتی۔ اور بغیر امام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کرتی۔ یہ سلسلہ سیر کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کے دن شام تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ مدینہ اوداس کے گرد و نواح کے تمام پھوٹے بڑے مردوزن نے اسی طرح آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے یحییٰ نے معتبر سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام قبرستانوں، ہجاءجرین و انصار نے گروہ و گروہ ادا کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی حالت صحت میں سنا کہ آپ نے فرمایا یہ آیت (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ الْاَخْمَرِ) میری وفات کے بعد میری نماز جنازہ کے لیے اتاری گئی ہے۔

خلاصہ کلام۔

کتب اہل سنت سے ایک عدد اور کتب اہل تشیع سے تین عدد روایات مذکورہ سے یہ بات باطل صریح الفاظ کے ساتھ ثابت ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے والے تمام مہاجرین و انصار تھے۔ تمام مرد و زن تھے۔ تمام اہل مدینہ اور ارد گرد مدینہ کے لوگ تھے یعنی سب سے ہی نماز جنازہ ادا کی۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی اگر کوئی کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام صحابہ کرام اور خاص کر ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے نہیں پڑھا۔ تو ایسا کہنا بدیہیات کا انکار ہے۔ بلکہ یہ قول انہی کا ہو سکتا ہے۔ جو ”خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی ابْصَارِهِمْ غِشَاوًا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ کے

حیرت ہوتی ہے۔ کہ جب خود کتب شیعیہ میں روایات صحیحہ کے اندر یہ الفاظ آتے ہیں۔ لَمْ يَمُتْ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ۔ الاصلی علیہ،، (یعنی تمام مہاجرین و انصار نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔) تو ان کو پڑھ کر ایک فیصلہ کن بات سامنے آگئی کہ جن حضرات کو مہاجرین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا نماز جنازہ ادا نہ کرنا کس طرح مفہوم ہوتا ہے۔ ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی مہاجرین میں ہیں۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت تو ایسی امتیازی ہے۔ کہ بقیہ صحابہ مہاجرین کی ہجرت کو قرآن نے ”ہَاجِرُوا“ کے عمومی اور مجموعی الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کو علیحدہ اور مستقل الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ ”ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هَبَا فِي الْغَارِ“ تو اس امتیازی ہجرت والے شخص کو مہاجرین میں سے کس طرح نکالا جاسکتا ہے؟

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین میں اور اہل مدینہ میں داخل ہوئے۔ بلکہ ان کے سرخیل ہیں۔ تو نتیجہ نکلے کہ جہاں دیر مگر مہاجرین اور اہل مدینہ تھے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہاں ان دونوں حضرات کا نماز جنازہ پڑھنا بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔ کیونکہ ان دونوں کی شمولیت اور عدم شمولیت معمولی بات نہ تھی۔ اگر واقعی بقول قائل یہ دونوں شریک نہ ہوتے۔ تو سب اہل مدینہ و مہاجرین و انصار کو معلوم ہوتا۔ لیکن کسی نے بھی ان کے نماز جنازہ ادا کرنے کے خلاف کوئی روایت نہیں کی۔

(۴) اصول کافی ۱۔

مَحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ ابْنِ فَضَالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي مُزَيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَدِّمْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَتْ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَقَالَ لَمَّا غَسَلَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَفَّنَهُ وَسَجَّاهُ ثُمَّ أَدْخَلَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ فَنَدَارًا وَاحِدًا فَقَالَ لَهُ وَقَفْتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي وَسْطِهِمْ فَقَالَ "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" فَيقولون انقول كما يقول حتى صلت عليه أهل المدينة وأهل العراق.

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵۵ کتاب الحجۃ)

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وفاته مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟ امام نے فرمایا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے چکے اور کفن پہنا چکے تو دس افراد کو اندر لے کر کی اجازت دی۔ انہوں نے آپ کے ارد گرد دائرہ بنایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی: اِنَّ اِلٰهَهُمْ وَ مَلٰئِكَتَهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ الْخَیْرِ تو حاضرین نے بھی اسے پڑھا۔ یہاں تک کہ اسی طرح دس دس کی ٹولی آتی جاتی رہی۔ اور صلوات و سلام پڑھ کر فارغ ہوتی رہی۔ تمام مدینہ اور اسی کے گرد و نواح والوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

۵۔ اصول کافی:

عَلِیُّ بْنُ اِبْرٰهیمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ
التَّحْلِیْقِ عَنْ اَبِیْ حَبِیْدٍ اَنَّ اللّٰهَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتٰی الْعَبَّاسُ اَمِیْرُ
الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ اجْتَمَعُوْا
اَنْ یُّدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِی بَقِیْعِ الْمَقَابِرِ
وَ اَنْ یُّزَمَّوْهُمْ وَ یَجْلُوْا مِنْهُمْ فَخَرَجَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ
السَّلَامُ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِمَامٌ حَیًّا وَ مَیِّتًا
وَ قَالَ اِنِّیْ اَدْفِنُ فِی الْبَقِیْعَةِ الَّتِیْ اُقْبَرُ مِنْہَا
مِنْہَا شَعْرٌ قَنَامٌ عَلٰی النَّبَابِ فَصَلُّ عَلَیْہِ ثُمَّ
اَمْرُ الْمَیْمَنِ عَشْرَةٌ عَشْرَةٌ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ

تَمَّيْخَر جُون۔

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۲۵۱ کتاب الحجۃ)

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و وفاتہ مطبوعہ تہران)

(۲۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب

جلد اول ص ۲۳۹-۲۴۰ فی وفاتہ علیہ

السلام مطبوعہ علم طبع جدید)

(۳۔ امالی الشیخ الطوسی جلد اول ص ۲۹۱

الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم

طبع جدید)

ترجمہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا۔ اے علی !
لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یقیع المصلیٰ“
میں دفنائیں۔ اور اپنے میں سے کسی ایک مرد کو امام بنا کر حضور کی نماز
جنازہ پڑھیں۔ یہ سچی کہ حضرت علی باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں سے
کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تمہاری زندگی میں لوگوں کے
امام تھے۔ اسی طرح بعد از وصالی بھی امام ہیں۔ اور آپ نے وصیت
فرمائی ہے۔ کہ مجھے اسی مقام پر دفن کیا جائے۔ جہاں میرا انتقال ہوا۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کی
نماز جنازہ پڑھی۔ پھر دس دس کے گروہ کو نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت
دی۔ اس طرح وہ پڑھتے اور نکلتے رہے۔ (اور سب دس دس آئے اور

جاتے رہے۔

۲۔ اصول کافی ۱۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْحَقَطَاءِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَيْعٍ
عَنْ عَمْرِو بْنِ شَمْرَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ نَعَا قُضِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ صَلَاتُ
عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةِ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمَلَائِكَةُ
قَالَ وَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ فِي سَعْيِهِ وَسَلَا مَنَابِهِ
إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ عَلَى فِي الْعَبْلَةِ عَلَى بَعْدَ قُبْعِ اللَّهِ فِي
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (اصول کافی جلد اول ص ۵۵ کتاب الحجۃ)

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و وفاتہ (مطبوعہ تہران)

ترجمہ۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ وسلم رحلت
فرمائی۔ تو فرشتوں، مہاجرین اور انصار نے گروہ درگروہ آپ کی نماز
جنازہ پڑھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے حالت صحت و سلامتی میں سنا۔ کہ یہ آیت میرے بارے میں
نازل ہوئی۔ جب میرا انتقال ہو جائے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھی
جائے لگے۔ (یعنی میری نماز جنازہ اس آیت کے حکم کی تعمیل ہی ہے۔)
آیت یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا»

۷۔ احتجاج طبری :-

فَلَمَّا قَرَعَ مِنْ ذَلِكَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ أَبِي بَكْرٍ وَمِنْ لَمَّ
بَابِ يَغْ -

(الاحتجاج طبری جلد اول صفحہ نمبر ۹۴)

ماجرى بعد رسول الله صلى
الله عليه وسلم - مطبوعہ نجف
اشرف مطبع جدید

(احتجاج ص ۳۶ مطبع قدیم - فی

بیعت الناس لابی بکر بعد النبى)

توجہ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے
اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ تو ان تمام لوگوں
نے جنہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہ کی۔ آپ کی نماز جنازہ
(صلوٰۃ وسلام) ادا کی۔

۸۔ اخبار ما تسم :-

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الصَّلَاةُ
عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ إِمَامًا مُنَاحِيًا وَمَيِّتًا فَلَا خُلُوعَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ

فَصَلُّوا عَلَيْهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَثِيْلَةَ الْاَثَلَاثَةِ وَحَتَّى الْمُنْبِیْحِ
وَيَوْمَ الْاَثَلَاثَةِ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ صَغِيْرُهُمْ وَكَبِيْرُهُمْ وَ
ذَكَرَهُمْ وَاسْتَاْهُمْ وَتَوَاصَوْا الْمَدِيْنَةَ بِغَيْرِ اِمَامٍ ۔

(۱۔ اخبار راتم ص ۶۵ مطبوعہ حسینی مجلس)

اولی راتم پورا

(۲۔ اعلام الوری مشرق ۱۲ ذکر وفات رسول

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ کتاب سلیمین قیس

ہلالی العامری مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی کیفیت دریافت کی۔ تو آپ نے
فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیات اور حالت ممات میں
میں ہمارے امام ہیں۔ پھر دس آدمی آئے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی
یہ سلسلہ صلوٰۃ و سلام پیر کے دن، منگل کی رات صبح تک اور منگل کے
دن شام تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح
کے چھوٹے بڑے اور مذکور و موزن سب نے اسی طرح آپ کی نماز
جنازہ ادا کی۔

۹۔ تہذیب المتین :

القدر غسل و کفن کے بعد جنازہ کو نماز تیار ہوا۔ تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کا

اس پر بھیجی۔ پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی۔ بعد ازاں امیر المؤمنین نے مع اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں دیگر مہاجرین و انصار کو اجازت دی۔ وہ دس دس آدمی اندر آئے اور گرد اگر جنازہ کے کھڑے ہوتے۔ اور حضرت امیر ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت شریفہ "ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما" کی تلاوت فرماتے ہیں وہ درود و صلوات آنحضرت پر بھیجتے۔ اور باہر چلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ و نواحی مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے۔ تو مجھ کو اور ابوذر و مقداد کو اندر بلایا۔ پس آپ آگے کھڑے ہوئے اور ہم مع جناب سیدہ و امام حسن و امام حسین ان کے پیچھے نماز جنازہ پھا لائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود و صلوات ان سے کہلواتے تھے۔ حتیٰ کہ تمام مہاجرین و انصار نے اس طرح اپنا روادا کی (تہذیب المستعین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد اول ص ۱۷۱) ۴۴۴

حسب

دس ہزار روپیہ انعام

اہل انصاف غور فرمائیں کہ ہم نے کتب شیعہ ص ۹ حوالہ بات مؤثر کے ہیں۔ سن میں سے ہر ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار خور و کلاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ ہم ان میں سے ہر ایک حوالہ

کے بارے میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ ان میں سے کوئی ایک حوالہ غلط ثابت کر دے۔ تو اسے فی حوالہ دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔
مگر اس اعلان کے ساتھ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ تمام شیعہ اگر مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ تو ہمارا ایک حوالہ بھی غلط ثابت نہیں کر سکتے۔

”فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَنْفَعُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اَعْدَتْ لِلْكَافِرِيْنَ“

اب اہل انصاف ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہم نے جو شیعہ کی کتب معتبرہ حوالہ جات پیش کیے۔ انہیں غلط بھی کوئی ثابت نہ کر سکے۔ اور یہ بھی رٹ لگاتا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ صحابہ کرام نے حموٰ اور بالخصوص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تو اس سے بڑھ کر ضدی ہٹ دھرم اور کتاب کون ہو سکتا ہے۔

اعتراض:-

بعض شیعہ بحوالہ کنز العمال یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اس وقت اُسے جب لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تھے۔

جواب:

شیعہ لوگوں نے کنز العمال کی جس روایت سے یہ اعتراض کیا ہے۔ وہ قابل اعتناء نہیں ہے جس کی وضاحت آئندہ طعن میں آ رہی ہے ورنہ کنز العمال میں اس کے برعکس موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ۛ

کنز العمال :-

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَتْنَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهُ فِي مَدْغِيهِ وَقَالَ وَانْبِيَاءَ وَاصْفِيَاءَ وَاخْلِيلَاءَ.

(کنز العمال جلد ۷ ص ۳۳۸ طبرہ علیہ)

لیج جہد و وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وما يتعلق بمیراثہ)

ترجمہ:- اسم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد
آپ کے پاس آئے اور اپنا منہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک رکھا
(بوسہ دیا) اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہا۔ یا نبیاء یا صفیاء
یا خلیلاء۔

تاکہ انہی کو اسم اذا غور فرمائی کہ کنز العمال میں تو صرف یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آئے۔ اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے
چہرہ انور کو بوسہ دیا اور آپ کے خرق اور جدائی کے صدمہ میں و انبیاء و اخیلاء
کہنے لگے۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے فوراً بعد آپ
تشریف لے آئے۔ لیکن جن شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد مسجد نبوی میں ہی نہیں آئے۔ یہاں تک کہ
آپ دفن ہو چکے تھے۔ تو یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔ اگر کسی شیعوں جرات ہے

تو کنز العمال کے حوالہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ اور نہ انکا انعام حاصل کرے۔
فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس
والحجاره اعذت للكافرين۔

اگر بغرض محال کنز العمال کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے زیادہ
سے زیادہ دو امور ثابت ہوتے ہیں۔

امراؤں:-

۔ شیخین رضی اللہ عنہما بوقت جنازہ مسجد نبوی سے غیر حاضر تھے۔

امیر دوم:-

صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا کوئی غم نہ تھا۔

ترویید امراؤں:-

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے
وقت غائب ہونے کا الزام سر اسر باطل اور بے بنیاد ہے۔ اس کی ترویید کتب
شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

۱۔ فروع کافی:- غسل رسول کے وقت شیخین مسجد میں موجود تھے

قَالَ سَيِّدَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَاتَلَتْ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ
يَعْبُدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخَذَلَتْهُ بِمَا
صَنَعَ لِنَاسٍ وَقُتِلَ إِنَّ أَبَا مَكْبُرٍ الشَّاعِرَ عَلَى مَنَابِرٍ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ .

(۱) فروغ کافی جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۹

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم

(۲) فروغ کافی جلد ہشتم صفحہ ۲۲۳ کتاب بارش

طبع جدید بہرائچ

ترجمہ

سیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اسی وقت آیا جبکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے یہی نے بتایا کہ لوگوں نے اس وقت یہ کچھ کیا ہے۔ اور میں نے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت نیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

۲۔ احتجاج طبرسی ۱۔

وَقُلْتُ لَعَلِّي عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ يَغْسِلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الْقَوْمَ فَعَلُوا كَذَا وَكَذَا وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ السَّاعَةَ لَعَلِّي مَنبَرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ .

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۱۰۳ طبع جدید

مطبوعہ نجف اشرف

(۲) احتجاج طبرسی صفحہ ۵۲ طبع قدیم مطبوعہ

نجف اشرف فی ما رواه مسلم

بن تیس الاصلی فی سیمان

ترجمہ:۔ یہاں فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا۔ کہ تو منہ یوں یوں کیا ہے اور اس وقت ابو بکر صدیق منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔

۳۔ حیات القلوب :-

والضابطہ حسن از حضرت صادق روایت کردہ اندہ کہ عباسی بخد مت حضرت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم اتفاق کرده اند کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم را در قیام دفن کنند و ابو بکر پیش بایستاد و بر آنحضرت نماز کند۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۹۹ باب
شخصیت و چہارم حالات بعد از وفات
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نیشی
نامی (لکھنؤ)۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۱۲۲)

ترجمہ:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ اور اسی پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ نماز جنازہ کے امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں۔

خلاصہ کلام:-

شیعہ حضرات کی ان تین کتب سے یہ بات دوزندہ شیخ کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے۔ کو لوگوں کا انہوہ مسجد نبوی میں جمع ہو چکا تھا۔ اور ان سب نے اس پر اتفاق کر لیا تھا۔ کہ آپ کو ”یقین“ میں دفنایا جائے۔ اور آپ کی نماز جنازہ کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کر لیں۔ اس امر کی اطلاع حضرت عباس اور حضرت سلمان فارسی بھی ان حضرات نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہی کو دی۔ مسجد نبوی میں جو اجتماع ہوا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ انہوہ اہل اسلام سراسر غوث ثابت ہوئے کہ بوقت جنازہ شیخین غائب تھے۔ بلکہ اس وقت مہاجرین انصار کے مجمع میں ان حضرات سے لوگوں نے شہود لیا۔ کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر وہاں ہی بنائی جائے جہاں میرا دھال ہو۔ کیونکہ جہاں ہم انبیاء کا دھال ہوتا ہے۔ وہاں ہی ہماری قبور ہوتی ہیں۔

تروید امر دوم:-

وفات رسول پر عمر فاروقی دو گیارہ صدی شدت غم سے حواس کھو گئے

تاریخ وفاتہ الصفا:-

گوئند جمعی از صحابہ کہ در مسجد بودند چون ندید و نوحہ نسواں شیعہ بکبروت حضرت فتمی پندہ از ایشان صادر می شد، سرا سید و متیر گشتند۔ چنانچہ زبان

بعضی از حکم باذیت اور برحق بنیل و لہ نہوی گرفتار شدند و برہا کفر مخی استیلاہ یافت۔ نقل است کہ عمر بن خطاب بعد از انتقال حضرت رسالت مآب در میان مردم فریاد بر کشیدہ قسم یاد کرد کہ رسول خدا فوت نہ شدہ والا اورا مصقر روی نمود چنانچہ موسیٰ را روی نمودہ بود و بخدا سوگند کہ اکی سرور در دوار دنیا چندان باقی ماند کہ ذباہی اہل کذب و نفاق را بہرہ و توحی آنکے طائفہ از منافقان بزبان آوردند کہ اگر محمد پیغمبر ہوسے باستی کہ فوت نہ شد سے۔ عمر کہ ای سخن بشنیدہ شمشیر از نیام کشیدہ بدور مسجد ایستادہ گفت کہ ہر کس کہ بخوید کہ رسول خدا از سر سگے فانی بمنزل باقی نقل کردہ میان اورا بدو ہم کہم بعضے از اہل اسلام را از سخن عمر در موت آنحضرت در خاطر شبہ پیدا شد۔ در ری اشنا و بنت عمیس دست در میان دو کتف پیغمبر نہادہ ہر نبوت را نیافت گفت علی سبیل ایقینی حضرت رسالت چہاں فانی را و داع فرمود کہ ہر نبوت مرفوع گشتہ از بی سخن نزد بعضے محقق شدہ کہ آنسر و از ایں عالم رطت کردہ گریند کہ در زمان وفات حضرت مقدس نبوی ابو بکر در محل خویش بود چون از ایں واقعہ باطلہ خبر یافت تبعیل رواں شد و روئے بحجرہ عائشہ نہاد و می گفت و اما محمد و انقطاع ظہر اہ و گریہ لگاں میفرستاب مسجد حضرت ختمی مرتبت پناہ رسید مردم را پریشان احوال دیدم اتفات بہ ایچکس نہ کردہ بخانہ عائشہ رفت و ردا از روسے مبارک رسول اللہ برداشت و بعضی از اعضائے آنحضرت را بر سیدہ گفت بابی انت وامی۔ طہبت حیات و میتگا، آنگاہ منزل مقدس بیرون آمدہ عمر را دید کہ در میان انجمن ایستادہ می گفت کہ رسول اللہ فوت نشدہ ابو بکر چند نوبت باو گفت اسے عمر بنشیں ادا متناع نمود ابو بکر گفت ایہا الرجل

برستیگ پیغمبر فوت شدہ۔ نشینہ کہ باری تعالیٰ در کتاب خویش بادی خطاب فرمودہ کہ انک میت وانهم میتون۔ و ہمیں در قرآن مجید و فرمان مہمہ وما جعلنا البشر من قبلک الخلق افان مات۔ فہم الخالدون۔ بعد ازاں ابو کریم خیر البشر بالارث و غلاتی عمر را تنہا گذارستہ متوجہ ابو کریم شدند۔ ابو کریم خطبہ خودہ ششکل بر جہد و سپاس باری تعالیٰ و محتوی بر دروید سید کائنات اُنک اگہ گفتہ من کنا یعبد محمدًا فَاِنَّا کنا محمدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّا اللّٰهَ حَتّٰی لَا یَعْبُوْهُ یعنی ہر کس کہ محمد را ہی پرستیدہ برستیگہ اور وفات یافت و ہر کس کہ خدا سے عہد دل را میپرستیدہ برستیگہ از زندہ است و ہرگز غیر وہ بعد از ادا اسے ای کلمات اُیر کرید۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَا یُنِیْ مَاتَ اَوْ قَتِلَ اِنْقَلَبْتُ عَلٰی اَعْقَابِیْ کَمَا اَخْرَجْتُمْ اَدْرٰی اِنَّکَ مِیْتُتَ وَاِنَّہُمْ مِیْتُوْنَ۔ بھذا بان را مہمہ عمر گوید کہ بخدا سو گندہ کہ گویا ای اُیر را نشینہ بودہ۔

(۱۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۲)

ذکر احوال قائم الانبیاء)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۱۱۴ ذکر وفات)

رسول علیہ السلام بانقلاظ منکثر)

ترجمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جو مسجد نبوی میں جمع ہو چکی تھی جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ ان میں سے بعض کی قوت گویائی باقی رہی۔ کچھ ویسے ہی چپ سا رہ گئے۔ اور کچھ دماغی عوارض میں گرفتار ہو گئے

اور کچھ بیماری میں وہ بکٹے نقل ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے انتقال کے بعد بلند آواز سے کہہ دیا تھا۔ کہ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر ”وصعقہ“ طاری ہوا ہے۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس وقت تک رہیں گے۔ جب تک منافقین اور جھوٹوں کی زبان کٹ نہیں جاتی۔

ایک قول کے مطابق مرید کے منافقین نے کہنا شروع کیا۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہوتے۔ نفوت نہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کو تدار نیام سے نکالی۔ اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہہ کہ جو شخص یہ کہے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دوزخانی سے اس درباقی کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ بعض مسلمانوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان سے شبہ پڑا۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی انتقال نہیں ہوا۔ اس دوران اسما بنت عمیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو غائب پاکر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا۔ کیونکہ مہر نبوت الہی گئی ہے۔ اس سے ان حضرات کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محلہ میں تھے۔ حسب اس اندازہ ہنگ و اتر کی خبر ملی۔ جلد ہی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی دون آئے۔ اور واححد اہ واححد اہ، کہہ رہے تھے۔ اور

کہہ رہے تھے۔ میری کمرٹ لگئی۔ دوستے جوئے مسجد نبوی میں آئے۔ وہاں لوگوں کو پریشان حال دیکھا۔ لیکن کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر سیدھے حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی۔ اور آپ کے بعض اعضاء کو بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ قربان۔ آپ زندگی اور موت میں کتنے پاکیزہ ہیں۔ پھر باہر نکلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کو لوگوں کے اجتماع میں کھڑے کہہ رہے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا۔ ابوبکر صدیق نے کئی مرتبہ کہا کہ اسے عمر بیٹھ جاؤ۔ لیکن یہ نہ مانے۔ ابوبکر صدیق نے کہا۔ اسے مرد خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔ نہیں سنا۔ اِنَّكَ يَتَّبِعُكَ الْمَلٰٓئِكَةُ اَيُّهَا تَوْبِيحِي اَسَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذائقہ موت چکھنے والا ہے۔ اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید اور قرآن حمید میں یہ بھی آیا ہے۔ ”وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَالِدِيْنَ“ ہم نے کسی بشر کو آپ سے پہلے ہمیشہ کے لیے دنیا میں نہ دکھا۔ کوئی اگر آپ دنیا میں آگئے ہوتے۔ تو ہمیشہ رہیں گے۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول پر تشریف لائے اور لوگوں نے عمر کو نہا چھوڑ کر ابوبکر کی طرف رخ کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضور پر صلوة و سلام کے ساتھ غلبہ شروع فرمایا۔ پھر کہا۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اتقا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انتقال کر چکے ہیں۔ اور جو۔ ”وَرَبِّ مُحَمَّدٍ“ کی زندگی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ اس کے بعد ”وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ“

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، آیت پڑھی۔ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ
 اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، کی بھی تلاوت کی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا
 کی قسم اگر آج سے قبل میں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔

خلاصہ کلام:-

اس طویل اقتباس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
 کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا اتہائی صدرہ ہوا۔ اس صدرہ کی وجہ سے
 بعضے بیمار ہو گئے۔ کچھ دوسرے گنگ ہو گئے۔ کئی مضبوط الحواس ہو گئے۔ اور اس صدرہ
 کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر کی کیفیت تھی۔ وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرما
 لی۔ لہذا اس صراحت و وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کہہ دے۔ کہ صحابہ کرام کو حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا قطعی صدر نہ تھا۔ اور انہیں کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ تو
 اس سے بڑھ کر کذاب اور کون ہو سکتا ہے۔ اور حقائق کو مسخ کرنے کی اس سے بڑھ کر
 اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار



شمس الاول

اگر صحابہ محب رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل متیقن

میں طلب خلافت کے درپے کیوں ہوئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد حتیٰ کو آپ کی تجہیز و تکفین سے بھی قبل شیخین نے ”ستیفہ بنی ساعدہ“ میں جا کر مہاجرین و انصار کو اپنی بیعت لینے پر آمادہ کیوں کیا؟ اگر واقعی ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ مورتہ نہ تو سب کچھ بھول جاتے۔ اور اس قسم کی جوڑ توڑ نہ کرتے؟

ازالہ شبہہ۔

ہم پہلی گفتگو میں خود شیعہ کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ تمام مسلمانوں کو ہوا۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے روتے حضرت عائشہ کے گھر پہنچے۔ حتیٰ کو آپ نے مسجد میں بیٹھے صحابہ کرام کی طرف بھی توجہ نہ کی۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسی اندوہ ناک غبر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے فرط محبت میں حضور کے انتقال کی خبر سننا بھی گوارا نہ کی حتیٰ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں آیات قرآن سے تسلی دی۔

یہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ مسجد نبوی میں جمع شدہ لوگوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خطبہ دیا۔ اور قسملی دی۔ اور اس دنیاوی زندگی کی ناپائیداری بیان کی۔ اسی دوران میں
 ہمدرد لک معنوم مسجد نبوی میں تھے۔ کہ اچانک خبر آئی۔ کہ انصار ایک مقام پر جمع ہیں
 منہ خلافت پر بحث کر رہے ہیں۔ اور اپنے خیال میں اپنے میں سے کسی کو ہی
 سب کے لیے نامزد کر رہے ہیں۔ تو اس خبر کے پہنچتے ہی مسجد نبوی سے شیخیں
 انصار کی طرف چل پڑے۔ تاکہ وہاں جا کر اندازہ لگائیں۔ کہ کیا ہمدرد باہر ہے۔ اور
 نامزد کرنے کی بات چل رہی ہے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر یہ تھا۔ کہ کہیں اس
 سب کے لیے کوئی نامناسب آدمی نامزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے امت
 فتنہ کی پیٹ میں آجائے۔

جب یہ حضرات وہاں پہنچے۔ تو انصار وہاں جرحہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 کی بیعت کے لیے منتخب کیا۔ ان کے کہنے پر اگرچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار
 دیا۔ لیکن لوگوں نے "ثانی الثنیں" کے مصداق ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ہر کو آخری ایام میں خلیفہ و ناز مقرر فرمانے کی وجہ سے آپ کے انکار کے باوجود
 بیعت کر لی۔ اور ان میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی نے
 اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی آپ کی بیعت کو بڑا جانا۔ اس کی تصدیق "ابن حدید
 نزلی شیمی" نے یوں کی۔

- ثانی الثنیں الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت

صدیقی پر متفق ہو گئے

ابن حدید:

قَالَ لَمَّا تَوَقَّفَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ مِنْكُمْ آمِنًا

marfat.com

Marfat.com

وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ أَخَذَ عَمْرُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَقَالَ سَتَيَانِ فِي
عَمْرٍ وَاحِدٍ إِذَا لَا يَصْلِحَانِ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَهُ هَذِهِ الثَّلَاثُ
ثَلَاثِي أَتَيْنِ إِذَا هُمَا فِي الْعَارِ مِنْ هُمَا إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مَعَ مَنْ تَقَرَّبَتْ يَدُهُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ
فَبَايَعَهُ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ
وَقَدْ ثَنَّا أَسْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَّارِ دَنِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ
عَنْ عِيَّاشٍ عَنْ رُيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى تَنَظَّرَ فِي
قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَاسْطَعْنَاهُ وَلِنَفْسِهِ وَ
بَعَثَهُ بِسَالَتِهِ ثُمَّ تَنَظَّرَ فِي قُلُوبِ الْأُمَمِ بَعْدَ قَلْبِهِ
فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ
وَرِثَاءَ نَبِيِّهِ يُعَاتِلُونَ عَنْ دِينِهِ فَصَارَ أَيْ الْمُسْلِمُونَ
حَسَنًا فَلَمَّا وَجَدَ اللَّهُ حَسَنًا وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ
سَيِّئًا فَلَمَّا وَجَدَ اللَّهُ سَيِّئًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ عِيَّاشُ
وَقَدْ رَأَى الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ يُؤْكَلُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ الْكَلْبِيِّ صَلَّيَ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ وَلَا يُقْبَلُ حَسَنَةً

(ابن جریر شرح معجم البلغاء جلد دوم)

صفحہ ۱۶ معجم جدید المجلد بیروتی

ذکر اخبار السقیفہ و بیعتہ الناس

مع ابن بکر بروایت احمد

بسم عبد العزیز

تبرہ جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اور انصار نے کہا۔ ہم میں سے ایک امیر اور تم (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہونا چاہیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور جب وہاں پہنچے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دو گواہیں ایک نیا م میں نہیں سما سکتیں۔ پھر خود ہی فرمایا کہ میں میں خصلتیں موجود ہوں۔

(۱) ثانی اثنتین اذہا فی الغار میں ہما ضمیر تثنیہ کا مرجع وہ دو گواہ ہیں۔

(۲) اذ یقول لصاحبہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا صاحب ہے۔

(۳) لا تحزن ان اللہ معنا میں تا ضمیر تثنیہ جمع شکم سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون شریک ہے۔ (بیکہ ان تینوں چیزوں سے مراد بلا اختلاف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے) یہ کہہ کر اپنا ہاتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی۔ ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ یہ بیعت بڑے اسی وجہیل طریقہ سے ہوئی۔

زید بن عبد اللہ نے کہہ کر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا۔ تو ان تمام میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو افضل پایا۔ اور اسے اپنے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے دل کی طرف نظر فرمائی تو ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صحابہ کرام کے دلوں کو افضل پایا۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا وزیر مقرر فرمایا۔ لہذا انہوں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہاد کیا۔ پس جس چیز کو مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی اور جسے برا کہیں وہ وہاں بھی بُری ہے۔ ابو بکر بن عیاش کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ کے انتقال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، قرآن کی ولایت اللہ کے ہاں حسین ٹھہری۔

خلاصہ کلام:-

”ابن حنیفہ معتزلہ شیعہ“ کی مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگ کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو بیعت کی غرض سے اکٹھا کیا۔ بلکہ حقیقت حال یہ تھی کہ لوگ پہلے ہی جمع تھے۔ اور خلافت پر گفتگو انجام کر بیٹھنے والی تھی۔ کہ اس اجتماع میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروقؓ کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب دہائی اور علیؓ اور پھر صدیق اکبرؓ کی بیعت کر لینے سے سب حاضرین نے بیعت کر لی۔ اگرچہ صدیق اکبر انکار ہی تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کی وجہ اور دلیل ”شافی اثنبین اذہا فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان الله معنا“ آیت کو بنایا گیا۔ پھر اسی دو ابن حدید نے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کر کے یہ بھی ثابت کر دیا کہ چونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت باتفاق تمام مسلمانوں نے کی اس لیے مسلمانوں کا کسی امر کو اچھا سمجھنا دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہوتا ہے۔ کہ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ کی پسندیدہ تھی۔ کوئی لاکھ ہزار منٹھے۔ اور ہزاروں اعتراض کرے۔ مگر اس خلافت میں برائی اور نقص نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تھی۔

غالباً اسی وجہ سے اب بین الاقوامی قانون بن چکا ہے۔ کہ اگر سربراہ مملکت فوت ہو جائے۔ تو اس کی تدفین سے قبل اس کے جانشین کا تقرر کر لیا جاتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایسے وقت خلیفہ منتخب ہونے میں بے شمار فوائد اور حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ کیونکہ اگر بیعت نہ ہوتی۔ تو بعد میں فوراً امداد اور منع زکوٰۃ کے اٹھنے والے فتنے کامیابی سے نپٹے جاسکتے۔ اور ان فتنوں میں اسلام کا باقی رہنا ناممکن تھا۔ اور اس انتخاب کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ اگر خلیفہ کے انتخاب سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکجین و تدفین ہوتی۔ تو اس میں بہت سے اختلافات رونما ہو سکتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے چاہا۔ کہ ہر کام بہترین طریقہ سے طے ہو جائے۔ اور امت میں انتشار و افتراق نہ آنے پاسے۔ تو اس نے اپنی مشیت کا اظہار اس طرح فرمایا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب نے بیعت کر لی۔ اور ان کی سرکردگی میں ہر کام بخوبی سرانجام پایا۔

(فاعتبروا یا ولی الابصار۔)



شبہ دوم صحابہ کی عدم موجودگی بسبب

جنازہ رسول و دُودن مؤخر رہا

اگر یہ مانا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے وقت تمام صحابہ کرام موجود تھے۔

تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ کے جنازہ کو دودن تک مؤخر کیا گیا؟ پس اس معلوم ہوا کہ جنازہ کے وقت تمام صحابہ موجود نہ تھے۔

جواب:

حقیقت کا انکشاف

سائل نے جو یہ سمجھا ہے کہ دودن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اسی لیے نہیں ہوا کہ تمام صحابہ کرام جمع نہیں ہو سکے تھے تو یہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ بلکہ جنازہ کو آپ کا سوا تر چوسار اہل بیت مدین میں دودھ کا تائیر ہوئی یہاں تک کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حقیقت میں عام لوگوں کے جنازہ کی طرح نہیں تھا بلکہ وقت چار تیکرول کے ساتھ ایک امام کے پیچھے پڑھا گیا ہوتا کہ یہ ثابت ہو کہ دودن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بالکل ہوا ہی نہ ہو بلکہ آپ کا جنازہ تو صرف آپ پر صلوة و سلام پڑھنے کا نام

تھا اور اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میرا جنازہ سب سے پہلے میلہ پر وردگار پڑھے گا اور اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنا تو ہمارے ہی طرح دعائیں گناہیں ہو سکتی ہیں اور نہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کسی دوسرے خدا سے دعائیں گئی ہو جو صریح کفر ہے۔ (اور مذکورہ سوال سے تو ان کی یہ ثابت ہوا کہ جب تک تمام صحابہ کرام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ اس وقت تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں ہوئی۔ بلکہ تاخیر تدفین کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر تمام صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس جگہ انتقال ہوا۔ وہیں مدفون ہوں گے۔ تو اس اتفاق کی وجہ سے آپ کا جسدِ نور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رکھا گیا۔ اور یہاں کہ گذشتہ اوراق میں گورچکا ہے۔ کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلوٰۃ و سلام کی صورت میں آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد دس دس کی گولی آتی تھی۔ اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھ کر چلی جاتی رہی۔

جس حجرہ میں آپ کو رکھا گیا وہ جگہ کے اعتبار سے اتنا ہی کشادہ تھا۔ جس میں ایک وقت دس آدمی آسکتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ اتنی بڑی تعداد ایک دقت نہ حجرہ میں داخل ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس آسکتی تھی۔ لہذا باری باری پڑھنے کی وجہ سے تدفین میں دو دن کی تاخیر ہو گئی۔

۱۔ اصول کافی مترجم :-

اس کی تصدیق اصول کافی کے مترجم سید علی حسینی نقوی امرودی نے یوں نقل کی ہے۔

توضیح۔ چونکہ حجرہ رسول میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا دس دس

اُمیدوں نے نماز پڑھی۔۔

(اشانی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۵)

ترجمہ: ”علامہ نقویؒ نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ کہ آخر وی دس کی ٹولی جانے کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی کہ عمرہ میں اس سے زیادہ افراد کے سمانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

لہذا باری باری آئے جانے میں دو دن اور دو راتیں بیت گئیں۔ یہاں تک کہ تمام مہاجرین و انصار، خورد و کلال اور مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام معتقدین نے نماز جنازہ ادا کر لی۔ بدھ کی رات کا نصف جمعہ گزریکا تھا کہ آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت علی کی نماز جنازہ کی بحث

شیعوں نزدیک علی کی شان ابو مرتبہ رسول خدا سے زیادہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کا مقام و مرتبہ تمام اہل بیت کے بعد ہے۔ شیعوں کے امام و مقتدی ”امام محمد علی بن ابی شہر آشوب“ نے اپنی مشہور تصنیف ”مناقب آل ابی طالب“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کے لیے ایک ”عنوان“ یہ کیا ہے۔ ”فصل فی مناقب مع الیقینی“ اور اس عنوان کے تحت مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً پچاس خوبوں میں مشارکت ثابت کی ہے۔

(مناقب آل ابی طالب جلد سوم مطبوعہ قدس طبع جدید ص ۲۶۰)

اسی طرح جو کچھ ”نعمت اللہ جزائری“ نے درنوار نعمانیہ میں لکھا۔ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بلند مرتبہ ثابت کیا ہے۔ (معاذ اللہ! ملاحظہ ہو۔)

انوار نعمانیہ :-

قَدْ رَوَى الصُّدُوقُ كِتَابَ قُرْآنِهِ عَنِ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ
أُعْطِيتُ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ مُشَارِكِي فِيهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثَةً
وَلَمْ يُشَارِكْهُ فِيهَا قَبِيلُ يَارَسُولَ اللَّهِ وَمَا الثَّلَاثُ الَّتِي
شَارَكَكَ عَلِيٌّ قَالَ لِيَوَاءَ الْحَمْدُ لِي وَعِشْرِينَ حَامِلَةٌ وَأَنْكَوُشِي
وَعِشْرِينَ سَاقِيَةٌ وَالْبَحْثُ وَالشَّارِكِي وَعِشْرِينَ قَسِيمَةٌ وَأَمَّا الثَّلَاثُ
الَّتِي أُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ يُشَارِكْهُ فِيهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ مُجَاعَةً وَلَمْ
أَعْطَ مِثْلَهُ وَأُعْطِيَ ذَا طِمَاسَةَ الزُّهْرَاءُ زَوْجَةً وَلَمْ أُعْطَ
مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيَا الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا۔

(انوار نعمانیہ ص ۳۷۷ تعظیم جبریل لعلی)

علیہ السلام۔ مطبوعہ ایران قدیم۔ ریزہ

صغیر چار انور دنگا ہوا ہے)

ترجمہ :-

”والصّدوق“ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا
مجھے تین چیزیں عطا ہوئیں اور حضرت علیؑ میں میرے ساتھ شریک ہیں۔
اور حضرت علیؑ کو تین چیزیں دی گئیں جن میں میں ان کا شریک نہیں۔ پوچھا گیا
یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں آپ کے ساتھ علیؑ بھی شریک ہیں؟
فرمایا: (۱) اور الحمد مجھے دیا گیا۔ اور علیؑ اس کا اٹھانے والا ہے۔ (۲) اگر مجھے
علیؑ اور علیؑ اس کا ساتھی ہے۔ (۳) جنت و دوزخ مجھے دی گئی اور علیؑ ان

کہاٹنے والا ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ یہی ان میں سے شریک نہیں۔ (دور ہیں)۔ (۱) انہیں شہادت دی گئیں۔ مجھے ایسی شہادت نہیں ملی۔ (۲) انہیں فاطمہ الزہرا جیسی بیوی ملی۔ مجھے ایسی کوئی بیوی نصیب نہ ہوئی۔ (۳) انہیں دس بیٹے دیئے گئے۔ مجھے ان جیسے بیٹے نہیں دیئے گئے۔

علی مرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہ ہوا۔

شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایسی شان ہے۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شریک نہیں۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک رتبہ و مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہوئے۔ اور حضور ان سے رتبہ میں کم،

کواب ہم پر چھتے ہیں۔ کہ تم کہتے ہو۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہ بڑھ کر کفر اور ارتداد کیا۔ اس بیٹے میں چار صحابہ کو چھوڑ کر تم سب کے کفر و ارتداد کے قائل بنے۔ تو کیا جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جو رتبہ و مقام میں تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یا کم از کم مساوی ہیں۔ ان لوگوں کو بھی مرتد و کافر کہتے ہو؟

شیعہ حضرات کی کتب اس بات کی شاہد ہیں۔ کہ شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ دو کفر، یہی ہوئی۔

خلافت علی میں کوفہ میں بسنے والے کون تھے؟

مجالس المؤمنین :-

”وہ ابوبکر شیعہ اہل کوفہ حاجت باقائدہ دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلافت اصل مختار بدلیل است و اگرچہ ابر حنیفہ کوفی باشد۔“

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۷ مطبوعہ تہران)

ذکر کوفہ :

ترجمہ :- خلاصہ کلام یہ کہ کوفہ والوں کا مذہب شیعہ ہونا کسی دلیل کا پابند نہیں۔ یعنی وہ شیعا الاصل ہیں۔ اور کسی اصل کوفی کا اہل سنت ہونا چونکہ خلافت اصل ہے لہذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ چاہے وہ کوفی امام عظیم و عظیم ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ قسمی اس کوفہ کی مذہبی تصویریں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا گویا یہ شہید پیدا ہی شیعہ کرتا تھا۔ اس شیعہ شہید کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور جب آپ کی نماز جنازہ کا وقت آیا تو سوائے حسین کریمؑ اور فرشتوں کے کوئی بھی شریک جنازہ نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ سَمِعَهُ

يَقُولُ لَمَّا قُبِضَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَتَمَّكَهُ الْمَسَنُ وَالْمَسِينُ وَنَجَّلَانِ آخَرَانِ حَتَّى

إِذَا تَمَّ حُجْرًا مِنَ الْكُوفَةِ بَرَكُوهَا عَنْ أَيْمَانٍ فِيهِمْ لَقَدْ

أَخَذُوا فِي الْحَيَاتِ حَتَّى مَرُّوا بِهِ إِلَى الْمُتَرَعِّقَةِ فَنُؤِ

وَسَوَّوْا أَهْبَرَةً فَأَكْصَرُوهَا.

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۴۲۴ باب ذکر مراد)

امیر المؤمنین کے آخری دکن باب الحجۃ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حسین کو یمن اور دادم (فرستے) جنازہ کے لئے کہتے تھے۔ تو چلتے ہوئے کوثر کو راہنی طرف پھوٹا پھر یمن کی طرف آئے۔ اور وہاں مریٰ بن دین کر کے ٹوٹ گئے۔ اور قبر کا نشان مٹا دیا۔ (الثانی ترجمہ مول کافی ص ۴۸۸ ج ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوفی شیعوں کے

کرات

جب حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار کو دفن کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے تو راستہ میں انہیں "شیعوں" نے روک دیا۔ اور یہاں جو گھٹک ہوئی۔ اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر سے ان لوگوں نے سلوک کیا "شیعہ" مفید اسے بیان کرتے ہیں۔

ارشاد شیخ مفید:

فَلَمَّا جِئْنَا قَوْمَ مِّنَ الشَّيْعَةِ لَمْ يَشْهَدُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَلَقَبُوا
بِمَا جَبَرُوا وَيَا كَرَامَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا مِيرَاةَ الْمُؤْمِنِينَ قَالُوا
صَحِبَ أَنْ تُعَايِنَ مِنْ أَمْرِهِ مَا عَايَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهُمْ إِنَّهُ الْمَوْجِبُ

قَدْ عَفِيَ آخِرُ يَوْمِيَّةٍ قِيَمَتُهُ فَمَمَّوْا قَعَادُ قَالُوا أَفَقَالُوا
إِنَّا لَنَحْتَقِرُ مَا قَالَهُمُ يَعْبُدُونَ إِلَّا شَيْئًا

(۱۔ ارشاد بیچ مفید ص ۱۹ مطبوعہ قس۔)

فی ذکر موضوع قبلہ امیر المؤمنین
مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ اصول کافی جلد اول ص ۴۵۸ کتابہ مجد

باب مولد امیر المؤمنین مطبوعہ تہران

طبع جدید

(۳۔ اعلام الورع ص ۲۰۳ ذکر موضع قبر

امیر المؤمنین)

ترجمہ۔

جب ہم جنازہ سے واپس لوٹے۔ تو شیعوں کی ایک جماعت ہمیں
ملی۔ جس نے جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔ ہم نے اُن کو حضرت علی رضی اللہ
کی عزت و تکریم کے بارے میں آگاہ کیا۔ جس کا ہم معاویہ کو چلے گئے تھے۔ ہماری
باتیں سن کر انہوں نے کہا۔ کہ ہم بھی وہ سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا
تم معاویہ کو چلے ہو۔ ہم نے انہیں کہا۔ ہم تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
وہیت کے مطابق ان کی قبر کو زمین کے برابر کر چکے ہیں۔ اور اب اس کا کوئی
نشان باقی نہیں ہوگا۔ (یعنی وہ ضدی نکلے اور ہم سے اس مقام نہ زمین
کی بابت معلومات حاصل کر کے) اُدھر چل پڑے۔ جب واپس پلٹے
تو انہوں نے اگر ہمیں بتلایا۔ کہ جب ہم وہاں گئے تھے۔ تو وہیں حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی قبر مل گئی۔ پھر جب ہم نے اُسے کھودا۔ تو اندر

پر بھی نہ پایا۔

خلاصہ کلام۔

در شیخ مفیدؒ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ کوئی شیعوں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ بلکہ جب سینیں کو ٹہین نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے بعد واپس تشریف لارہے تھے۔ تو کچھ عداوت میں ملے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ بھی در شیخ مفیدؒ نے ذکر کی۔ قبر پر پہنچے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بد شہادت بھی انہیں پھر روکھا تا کہ ادا کر کیا۔

جب بے ادبوں اور نام نہاد مہمان اہل بیتؑ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت نصیب نہ ہوئی۔ اور جب "امویوں" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد مدینہ منورہ کھانا گوارا نہ کیا۔ یہ لوگ کس منہ سے نبی کو ہم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں یہ احترام لگانے کے قابل ہیں۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ ہنسیاں جو گئے وہ ہو گئے۔

اب شیعوں نے اپنے فتویٰ کے مطابق یہ بتایا کہ اس وقت کوئی شیعوں میں سے کوئی کوئی ساشیہ مسلمان موسیٰ باقی رہا۔ کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت کی ہو۔ سب ہونے کا فراموش یا نہ؟

حسین

تمام اہل تشیع کو جانتے ہیں۔ کہ کسی ایک صحیح روایت سے ثابت کر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی پڑھی ہو اور ان تمام کے نام بھی بتلائیں۔

اگر آپ کریں۔ تو ان کو دیکھو اور پھر انہیں اپنی کوری گا۔ اگر ایسا نہ کر سکیں۔ تو پھر دوسری راستے ہیں۔
یا جس طرح انہوں نے حضور کے صحابہ پر فتوے کفر لگایا۔ ان پر بھی لگائیں۔ یا صحابہ کرام کے
بارے میں غلط الزامات سے اپنی زبان کو گام دیں۔ اور سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ خدا غفور
رحیم ہے۔ اور ان دونوں راستوں میں دوسرا راستہ ہی دین و دنیا اور آخرت میں
مفید ہے۔

والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم

جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی صدیقی اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں از مکتب شیعہ

جلاء العيون :-

از تعلیمی روایت کرده است که ابو بکر بن خدمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آمد و در وقتی که مرغی آنحضرت تنگیں شده بود و گفت یا رسول اللہ! اجل تو کے خواہد بود؟ حضرت فرمود کہ حاضر شده است اجل من۔ ابو بکر گفت باز گشت تو کجا است؟ فرمود بسوئے سدرۃ المنتهی و حنظلہ الماوی و رفیق اعلیٰ و مشی نگار و در ہمائے شراب قرب حق تعالیٰ۔ ابو بکر گفت ترا کہ غسل خواہد داد فرمود ہر کہ از اجل بیت من بمن نزدیک تر باشد۔ پرسید در چه چیز ترا کفن کنند؟ فرمود در میان جامہا کہ پوشیدہ ام یا در جلیسائے عیسیٰ یا در جامہائے سفید مصری پرسید چگونه بر تو نماز کنند و راین دست غروشی از مردم برخواست و در و در یوار۔ بفرمود آمد حضرت فرمود کہ مبر کنید خدا غفور کند از شما چون غسل دهند و کفن کنند۔

مرا بر تختی بگذازید و اول کسی کہ بر من نماز میکند خداوند عالم بایست پس
 رخصت می فرمایید ملائکہ را کہ بر من نماز کنند و اول کسی کہ نازل می شود جبرئیل
 است پس اسرافیل پس میکائیل پس ملک موت پس شکر ہائے ملائکہ ہنگامی فرود
 می آیند و بر من نماز میکنند پس شام و فجر فرج این خاند را بنماید و بر من صلوات
 فرستید و سلام کنید مرا آزار کمیند گریہ و فریاد و تاراج بپا و اول کسی کہ از او میان بر من
 نماز کند نزد یگان اہل بیت من باشند بعد از آن زمان و کوہ کان اہل بیت من و
 بعد از ایشان مردم دیگر ابو بکر گفت کہ داخل قبر تو خواہ شد فرمود ہر کہ از اہل بیت
 من بمن نزدیک تر است با منی چند کہ شما ایشان را نخواہید دید پس فرمود برخیز و
 و آنچه گفتہم بدیگر الی رسانید

(جلاد المیون جلد اول ص ۱۰۱ بیان کیفیت
 وفات سیدنا امیر مصلی اللہ علیہ وسلم،
 مطبوعہ تہران مطبع جدید)

ترجمہ:-

شعبی سے روایت کی گئی ہے کہ جب حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بگئی
 ہوئی تو اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور عرض کی کہ حضور آپ کس وقت انتقال فرمائیں گے فرمایا میری اصل کبھی
 ہے۔ ابو بکر نے پوچھا آپ کی بازگشت کہاں ہے؟ فرمایا سورۃ القہر،
 جنۃ الماویٰ، رفیق الاعلیٰ، اچھی زندگی اور اللہ کے قرب کی شرب مطہر کے
 گھونٹ۔ ابو بکر نے پوچھا آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا وہ جو میرے
 اہل بیت میں سے مجھ سے زیادہ نزدیک ہے۔ پوچھا کن کپڑوں سے
 آپ کو کفن دیا جائے۔ فرمایا جو کپڑے میں سے پہنے ہوئے ہیں یا نہ

چادری یا سفید مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ پھر آپ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی؟ اسی وقت لوگوں میں جدائی کے صدمے کی آواز بلند ہوئی۔ اور مدینہ کے درو دیوار کا پینے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ صبر کرنا خدا تمہیں معاف فرمائے گا۔ مجھے نسل دینا۔ اور کفن پہنا کر تختہ پر ہی مجھے رہتے دینا۔ سب سے پہلے جو میری نماز جنازہ پڑھے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پھر فرشتوں کو اجازت ملے گی کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھیں۔ سب سے پہلے جبریل اتریں گے۔ پھر اسرافیل پھر میکائیل پھر ملک الموت۔ ان کے بعد تمام فرشتے بیک سر تہ اتریں گے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم ٹولیوں کی شکل میں اس گھرانہ اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ مجھے رو کر اور فریاد کر کے دکھ نہ دینا۔ اور مجھ پر مین نہ کرنا۔ انسانوں میں سے میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ ادا کرے۔ جو میرے اہل بیت میں سے میرے زیادہ نزدیک ہو۔ پھر اہل بیت میں سے عورتیں اور ان کے بعد بچے نماز جنازہ ادا کریں ان کے بعد دوسرے افراد آئیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا۔ آپ کی قبر میں کن داخل ہو گا۔ فرمایا۔ جو میرے اہل بیت میں سے میرے زیادہ نزدیک ہے۔ اس کے ساتھ چند فرشتے بھی داخل ہوں گے۔ جنہیں تم نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر فرمایا۔ ابو بکر! اظہر جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس سے لوگوں کو آگاہ کر دو۔



نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا

کشف الغمہ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى الْأَجَلُ قَالَ قَدْ حَسَرْتُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ اللَّهُمَّ اسْتَسْكِنْتُ
عَلَى ذَلِكَ كَمَا لِي مَا الْمُنْقَلَبُ قَالَ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَجَنَّةِ الْمَأْوَى
وَالْإِلَى تَرْفِيقِ الْأَعْلَى وَالْكَأَمْسِ الْأَوَّلَى وَالْعَيْشِ الْمُنْهَى قَالَ أَبُو
بَكْرٍ فَمَنْ يَبْنِي عَنْكَ قَالَ رَجُلًا أَهْلِي بَيْنِي الْأَدْنَى قَالَ فِيهِ
مُكَفِّنَتُكَ قَالَ فِي بَيْتِي أَخُوهُ الْخِيَا عَلَى أَوْ فِي حُلَّةٍ رَمَائِيَّةٍ
حَتَّى أَوْ فِي بَيْتِي ضَرْبٍ قَالَ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ فَإِنْ تَجَعَلْتَ
الْأَرْضَ بِأَبْكَاءٍ فَقَالَ نَهَمْتُ أَنْفِي مَهْلًا عَلَى اللَّهِ عَنْكُمْ إِذَا
عُسِدْتُ وَكُونْتُ كَضَعُونِي عَلَى سِرِّي فِي بَيْتِي هَذَا عَلَى
خَشْفٍ قَبْرِي ثُمَّ اخْرُجُوا عَنِّي سَاعَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى أَوَّلُ مَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ ثُمَّ يَأْذُنُ لِلْمَلَائِكَةِ فِي الصَّلَاةِ
عَلَيَّ هَذَا قَوْلُ مَنْ يَنْتَزِلُ جِبْرِئِيلُ ثُمَّ إِسْرَافِيلُ ثُمَّ مِيكَائِيلُ
ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي جَنَّةٍ وَكَثِيرَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
يَجْمَعُونَهَا ثُمَّ اخْلُوعُوا عَلَيَّ زُمَرَةً زُمَرَةً فَصَلُّوا عَلَيَّ
وَسَلِّمُوا قَسِيحًا وَلَا تُؤْذُونَنِي بِتَبْكِيَةٍ وَلَا بِرَشْفٍ
وَلْيَسْبِرُوا بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ الْأَدْنَى قَالَ دُنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي ثُمَّ
الْيَسَاءُ ثُمَّ الصُّبْحَانُ ثُمَّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَنْ يَدْخُلُ
قَبْرَكَ قَالَ الْأَدْنَى ثُمَّ الْأَدْنَى مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مَعَ مَلَائِكَةٍ لَا

تَرَدُّدُكُمْ قَوْمًا فَادْعُوا عِبْرَتَنَا إِلَىٰ مَنْ قَدْ آتَيْنَاكُمْ۔

(در کشف الغمہ فی معرفۃ الامم جلد اول ص ۱۱)

فی ذکر مہجرت اہل بیت علیہم السلام بطور

تہذیبی و جدید

(۲۔ اہل شیخ صدوق ص ۳۷۲ المجلس

الثانی والتسعون مطبوعہ قمہ بالخط مختلفہ

(۲۔ جلد رابعیون جلد اول ص ۱۰۸ زندگانی

رسول خدا مطبوعہ تہران)

ترجمہ۔ (مرضی موت کی تلگنی کے وقت جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت
میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ کے انتقال کا وقت
کب ہے؟ فرمایا۔ ابھی۔ ابو بکر صدیق نے کہا۔ اللہ اس پر مددگار ہوگا۔ پھر
پوچھا۔ کس طرف بازگشت ہے؟ فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ جنت المآویٰ اور نعتی
اسلام کی طرف اور عیش گارا اور شراب حق تنہائی کے گھونٹوں کی طرف بازگشت
ہے۔ ابو بکر صدیق نے پھر پوچھا۔ آپ کو نسل کون دے گا؟ فرمایا۔ میرے گھر
خاویں میں سے جو زیادہ قریب ہو۔ پھر پوچھا۔ کن کپڑوں میں آپ کو کفن دیا
جائے؟ فرمایا۔ میرے انہی پہنے ہوئے کپڑوں میں یا یعنی ریشمی چادر یا سفید
مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ آپ کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ تو اس
پر یزید بن ابی سفیان نے فرمایا۔ اے رسول اللہ! میں نے آپ کو کفن دیا ہے۔ اور
کنہی پہنا دیا ہے۔ تو مجھے میرے گھر میں ہی چادر پانی پر رکھا رہنے دیں۔
اور چادر پانی تبرکے کنارے پر پڑی ہو۔ پھر کچھ دقت کے لیے مجھے تنہا چھوڑ

دی کہ کو اللہ تعالیٰ میرا سب سے پہلے جنازہ پڑھے گا۔ پھر فرشتوں کو جانٹے ملے گا۔ تو سب سے پہلے جبرائیل آئیں گے۔ ان کے بعد اسرافیل، پھر میکائیل اور ان کے بعد ملک الموت آئیں گے۔ اس کے بعد تمام فرشتے بہت سے حکموں میں آئیں گے۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد حمزہؓ کی دروٹی آئے گا اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ لیکن مجھے روکنے پینے سے تکلیف مت پہنچانا۔ اور میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ پڑھے جو قرأت میں مجھ سے زیادہ قریب ہو۔ پھر گھر کی عزت میں اور بچے نماز ادا کریں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: آپ کو قبر میں کون آمارے گا؟ فرمایا: میری بیعت میں سے جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔ اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوں گے۔ لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ اٹھو۔ اور میری باتیں ان لوگوں تک پہنچا دو جو تمہارے علاوہ ہیں۔ یعنی یہاں موجود نہیں۔

مذکورہ دو روایات سے دو باتیں ثابت ہوئیں

پہلی بات :-

ان دونوں روایات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا محرم راز اور گہرا دوست سمجھتے تھے۔ اور یہ تعلق آخری لحظات تک قائم رہا۔ اس خصوصی تعلق کی بنا پر آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی بیماری کے آخری دنوں میں مخصوص وصیتیں فرمائیں۔ اور زندگی کے آخری ایام و لمحات میں آدمی کسی سطحی دوست کو اپنا محرم راز نہیں بناتا۔ چہ جائیکہ وہ صوفیہ باز (منافق) پر اعتماد کیا جا سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں حضرت علیؓ کو اللہ و جہد کی وجہ سے۔

اور ان کے علاوہ بھی اہل بیت کے افراد موجود تھے لیکن ان تمام کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا وصیت فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ نہیں گئے جیسا کہ صاحب مثنیٰ نے ”واذا استقالتہ الی بعض از واجہ حدیثاً“ کے تحت لکھا ہے۔ ”میرے بعد ابو بکر صدیق خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر فاروق خلیفہ منتخب ہوں گے“ آپ کا یہ فرمان بھی اللہ کی طرف سے تھا۔ اسی لیے آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ میرے بعد میرے تمام امور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی متولی ہوں گے۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس اور حضرت علی دو دیگر حضرات اہل بیت کو چھوڑ کر وصیت کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا کیونکہ ان دو صحابہ کا پورا فرمانا آپ کے جانشین کی ذمہ داری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبرائیل کا جبرئیل حاضر مدینہ میں تھا۔ ان کے حکم سے ہی تھا۔ اور جیسے جیسے آپ نے وصیت فرمائی۔ اس طرح آپ نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ کسی ایک بھی وصیت میں رد و بدل نہ کیا۔ جن کتب شیعہ سے ہم نے مذکورہ روایات ذکر کی ہیں۔ وہ ان کی قابل قدر اور اہم کتب میں سے ہیں۔

لہذا ان روایات کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ سنا اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے بدخواہ تھے۔ بلکہ ان روایات سے صدیق اکبر کا محبوب ترین اور مقبول ترین شخصیت ثابت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تو ایسے محرم راز محبوب ترین، قابل اعتبار اور جاثار صدیق کا وقت جنازہ دشمنی کا روپ دھار کر جنازہ میں شرکت نہ کرنا اسے عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟

دوسری بات:-

ان روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام مسلمانوں کے جنازہ کی طرح پڑھا گیا۔ کہ اس کی باقاعدہ جماعت نہ تھی نہ پڑھنے کی جگہیں۔ ان میں میت کے لیے دعائے مغفرت ہو۔ اور جو ایک مرتبہ پڑھ لیا گیا۔ تو وہ بارہ ضرورت نہیں۔ اور جو رہ گیا سو رہ گیا۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ "صلوۃ وسلام" ایسی تھی۔ اور وہ بھی دس کی ٹولی آتی تھی۔ اور فارغ ہوتی تھی۔ اور انسانی کی حاضری سے قبل خود اللہ اور اس کے ملائکہ کا اس طرح آپ کی نماز جنازہ ادا فرمایا جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمایا کہ غسل و کفن کے بعد میری میت کو چند لمحوں کے لیے تنہا چھوڑ دینا، کیا اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی برکت غسل و کفن موجودگی ثابت نہیں ہوتی۔

پھر آپ کی وصیت کے مطابق پہلے اہل بیت کے مرد و زن اور بچے لایا کہ نماز جنازہ ادا کرنا تھا۔ اگر اس وقت جب اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ اور حضور کی اہل بیت کے افراد نماز جنازہ ادا کر رہے تھے۔ صدیق اکبر و مرقدہ فاروق رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے۔ کہ یہ عدم موجودگی خود وصیت کی تعمیل تھی۔

اس کے بعد جب دیگر حضرات کی باری آئی۔ کہ بھی ٹولیوں کی شکل میں لوگ آئے۔ اور صلوۃ وسلام پیش کرتے رہے۔ جو سب سے پہلی ٹولی آئی اس وقت بعد کی تمام ٹولیاں جنازہ رسول میں شریک نہ تھیں۔ جب دوسری ٹولی آئی۔ تو پہلی موجود نہ تھی۔ کیونکہ وہ حجرہ مقدسہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد شریف تھا۔ اس میں صرف دس آدمیوں کے ایک وقت سامنے کی گنجائش تھی۔ تو ہر دس کی ٹولی کے وقت بقیہ تمام حضرت آپ کی

نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ بلکہ کچھ غارغ ہو چکے تھے۔ اور کچھ اپنی باری کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے دونوں اور دوڑات لگا تار ٹولیاں اُتی رہیں۔ اور حسب تمام انصار، مہاجرین اور مدینہ اور اسی کے گرد و نواح کے تمام مرد و زن غارغ ہو چکے۔ تو آپ کو بمطابق وصیت سپرد خاک کیا گیا۔

ان حالات میں یہ کہنا کہ شیعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ اسی وقت درست ہو سکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ اہل دونوں حضرات سنے دو گون اور دوڑات کے عرصہ میں نہایا کسی ٹولی میں شریک ہو کر بارگاہ رسالت میں ہریر ملوۃ و سلام پیش نہیں کیا۔ اور اتنے عرصہ میں متواتر غائب رہے۔ اگر کسی معتبر روایت میں ایسی صراحت ہو۔ نو دکھاؤ۔ ورنہ محض ایک مفروضہ اور وہ بھی من گھڑت کی بنا پر یا نگاہ شیعین میں یہ گستاخی کرنا کہ ان حضرات نے چونکہ نماز جنازہ میں شرکت نہیں فرمائی۔ لہذا یہ خلافت کے حق دار کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ بالکل باطل محض اور دور از عقل و دانش بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



طعن دوم

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے

قول مقبول

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ وَكُنَّا فِي الْأَخْصَارِ فَدَفِنَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا -

دکنز العمال کتاب الخلافۃ

مع الازارۃ من قسم الافعال

جلد ۱ ص ۱۴۰

ترجمہ

جناب ابو بکر و عمر دفن نبی کے وقت قبر مبارک پر حاضر نہ تھے۔ اور وہ دونوں سفیفہ نبی ساعدہ میں قبیلہ انصار میں تھے۔ اور خلافت

کی بنائی کر رہے تھے۔ اور ان کی واپسی سے پہلے ہی رسول پاک کو
دفن کر دیا گیا۔

اور الہدایہ واقتہایہ میں اتنا لکھا ہے۔ کہ بیعت ابو بکر و دفن نبی سے پہلے ہوئی
تھی۔ اور سیرت نبویہ میں لکھا ہے۔ کہ ابو بکر کو عمر و دفن نبی سے پہلے ہی لے کر چلا
گیا تھا۔ اور ریاض النظرۃ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر شام تک مسجد میں بیعت
لیتا رہا۔ اور دفن نبی سے غافل رہا۔

میرے محترم قارئین! ان عبارات سے تو صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابو بکر
عمر لا ش نبی کو بغیر غسل و کفن اور جنازہ و دفن کے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور وہ بھی معلوم
ہے۔ بقول وہاں دوستوں کے روز وفات نبی آسمان سے ایک بلا اتری تھی۔
اور اس نے ابو بکر و عمر کو کہا تھا۔ تم جنازہ رسول کو بھجور دو۔ اور حاکم بناؤ۔ ورنہ میں
تمہیں کھا جاؤں گی۔ چونکہ نبی کریم تو پہلے وفات پا چکے تھے۔ اور ابو بکر و عمر اگر
اس آفت و بلا کا کھنا نہ مانتے تو وہ ان دونوں کو کھا جاتی۔ بس پھر مسلمانوں کے
پاس کیا رہ جاتا۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہوں نے جنازہ رسول بھجور دیا تھا۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ نبوت)

الرسول ص ۵۵۰ مطبوعہ ماڈل

ٹاؤن لاہور

جواب اول،

طعن کی عبارت کی سند پر جرح

”کنز العمال“ سے منقول حوالہ کی تلاش میں ہم نے بہت محنت اور
marfat.com

کاوش کی۔ کیونکہ کسی کتاب کے حوالہ کو نقل کرنے سے وقت اس کی جلد نمبر اور صفحہ کچھ دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی طباعت جدید و قدیم کا بھی تذکرہ ضروری ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ ہر مرتبہ کتاب جب نئی چھپتی ہے۔ تو اس کے صفحات میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ بہر حال مذکورہ صفحہ پر تو ہمیں عبارت نہ مل سکی۔ لیکن شک ہے کہ مل گئی روایت طے کرنے کے بعد ہم نے اس کے مالہ اور باطلہ کو دیکھا۔ کتاب مذکور میں اس کی سند مفقود ہے۔ بخفی کے بقول رجواہی نے ماتم اور صاحبین ذکر کیا۔ کوئی روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کی سند اور وہ بھی صحیح نہ ہو۔ اور مزید یہ کہ وہ تعارض سے خالی ہو۔ لہذا سند مذکور نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت قابل استدلال و حجت نہیں۔ طعن کا جواب اتنا بھی کافی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اس پر اکتفا نہ کیا۔ اس روایت کی سند میں ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں ملی۔ اسی کی طرف کثیر اعمال میں ”ش“ کی علامت موجود پائی۔ روایت کی سند سامنے آنے کے بعد اس کے رجال کو دیکھا۔ تو راوی ہشام میں کچھ حرج پائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ہشام بن عسروہ پر حرج

تہذیب التہذیب

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ دَأَيْتُ مَالِكَ ابْنَ أَسْبَغٍ فِي النَّوْمِ مَا تَسُدُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فَقَالَ إِمَّا مَا حَدَّثَ بِهِمْ وَهُوَ عِنْدَنَا قُلُومًا أَيْ كَمَا تَقْدُ يُصَحِّحُهُ وَمَا حَدَّثَ بِهِمْ بَعْدَ مَا تَحْرَجَ مِنْ

عِنْدَنَا وَكَانَتْ تُؤْهِئُهُ..... وَقَالَ يَعْقُوبُ
 بَنُ ثَيْبَةَ ثِقَةٌ ثَبَتَ لَمْ يُتَّكِرْ عَلَيْهِ شَيْءٌ إِلَّا بَعْدَ
 مَا صَارَ إِلَى الْعِرَاقِ..... وَقَالَ ابْنُ خُرَاشٍ كَانَ
 مَا لَكَ لَا يَرْضَا وَكَانَ مَشَامُ صُدُوقًا تَدْخُلُ
 أَخْبَارَهُ فِي الصَّبِيحِ بَلَقِي أَنَّ مَا لَكَ تَقَرَّ عَلَيْهِ
 حَدِيثُهُ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ قَدِمَ الْكُوفَةَ ثَلَاثَ
 مَرَّاتٍ قَدْ مَسَّكَانَ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ
 سَمِعْتُ مَا شِئْتُ سَمِعَ مِنْهُ بِأَخِيرِهِ وَكَيْفَ وَابْنُ
 جُمَيْلٍ..... وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ تَغَيَّرَ
 قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَلَعَنَ نَزْلَهُ فِي ذَلِكَ سَلَفَاهُ.

دقیبیب التہذیب جلد ۱۱

ص ۵۱، ۵۰ حروف الہاء مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ ۱

یحمی بن سعید کا کہنا ہے۔ کہ میں نے امام الکبیر بن انس کو خوب
 میں دیکھا۔ اور ہشام بن عروہ کے مشق پر چہا تراہوں نے کہا۔
 جو احادیث اس نے ہمارے پاس ہوتے ہوئے بیان کیں وہ
 گویا صحیح تھیں۔ اور جو احادیث ہم سے ملیندہ ہونے پر ذکر کیں۔ وہ
 کمزور تھیں۔ یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا۔ اور کسی چیز کا انکار
 نہ کیا۔ لیکن عراق چلے جانے کے بعد اس کے مشق ان کی رائے
 تبدیل ہو گئی۔

ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ اندرونِ نقل بھی مجروح ہے

جواب دوم:

کنز العمال کے حوالے سے نخعی نے یہ ثابت کیا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مکمل ہونے تک جگہ اس کے بعد تک ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما مسئلہ خلافت میں الجھ رہے۔ اور اس الجھن کی وجہ سے وہ دونوں نہ تو آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور نہ تدفین کے وقت موجود تھے، اور البدایہ والنہایہ کے حوالے سے ثابت یہ کیا گیا کہ ”مسئلہ خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ لیکن فراغت کے باوجود یہ دونوں صاحبِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ و تدفین میں شریک نہ ہوئے۔

ان دونوں حوالہ جات کے ذریعہ ثابت کردہ امور میں شک و موجودہ ہے اول الذکر حوالے سے ثابت کردہ امر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد تک مسئلہ خلافت حل نہ ہوا تھا۔ اور مورخ الذکر کے مطابق جنازہ اور تدفین سے قبل یہ مسئلہ ہو چکا تھا۔ اب تعارض کی صورت میں کیا ہونا چاہیئے لیکن نخعی کو اپنے ثابت کردہ امور میں محو ہونے کی وجہ سے اس طرف خیال ہی نہ گیا۔ چلو اسے چھوڑ دیئے۔ البدایہ والنہایہ میں مذکور مقام اور معاملہ کو دیکھ لیا جائے۔ وہاں اس کی کیا نوعیت مذکور ہے۔

البدایہ والنہایہ:

قُلْتُ كَانَ هَذَا فِي بَقِيَّةِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَلَمَّا
كَانَ الْعَدُوُّ مَيِّحَةً فَيَوْمَ الثَّلَاثَاُ اجتمع النَّاسُ

فِي الْمَسْجِدِ فَتَمَتَّتِ الْبَيْعَةَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ قَاطِبَةً وَكَانَ ذَلِكَ قَبْلَ تَجَلُّوْزِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... وَهَذَا اسْنَادٌ
صَحِيحٌ مَحْفُوظٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي نَضْرَةَ الْمَنْذَرِيِّ
مَالِكِ بْنِ قُطَيْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ
مَنْانِ الْخُدْرِيِّ وَفِيهِ قَائِدَةٌ جَدِيدَةٌ وَهِيَ
مُبَايَعَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ-

(البدایۃ والنہایۃ جلدہ

ص ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰ احقرات سعد

بن عبادۃ بصحت ما قالہ

الصدیق الخ طبع قدیم۔)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا
واقعہ بروز پیر ہوا اسی دن پچھلے پیر سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو
بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا معاملہ طے ہوا۔ اور پھر دوسرے
دن بروز منگل تمام مہاجرین و انصار نے مکمل طور پر ان کی
بیعت کر لی۔ اور یہ تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز سے
قبل ہو چکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت
عام کے بعد منبر نبوی پر بیٹھ کر حاضرین کو بخیر و بیکار۔ تو حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ ان کے بارے میں آپ
نے پوچھا۔ چنانچہ کچھ آدمی اسٹے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کو ساتھ لے کر مسجد میں آگئے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ نے بھی ابو بکر کی بیعت کرنی۔۔۔۔۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

”البدایۃ والنہایۃ“ کی درج بالا عبارت سے بخفی کے اس غریب کی نقلی کھل گئی۔ جو اس نے بڑے طعناً سے کہا تھا۔ کہ کنز العمال کی روایت کے مطابق مسئلہ خلافت کے ختم ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین ہو چکی تھی۔ از روئے روایت اس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ جس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہی بقا ہوئے۔ وہ پیر کا دن تھا۔ اور اسی دن پچھلے پیر سقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت پر کچھ اختلاف ہوا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ اور وہاں دونوں تشریف لے گئے۔ ان دونوں کی کاوشوں سے معاملہ یہ طے ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنا کر ان کی بیعت کرنی جائے۔ چنانچہ اسی روز دن ٹھلے خاص لوگوں نے ان کی بیعت کرنی۔ یوں پیر کا دن گزر گیا۔ صبح بروز منگل تمام مہاجر و انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت عام ہوئی۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تدفین نہ ہوئی تھی۔ بلکہ غسل دینے کے بعد آپ کو مجروح شریفہ میں رکھا گیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام آپ کے حجرِ اقدس میں داخل ہوئے اور درودِ سلام پیش کر کے باہر آجائے۔ پھر دوسری ٹولی داخل ہوئی اور اسی طرح صلوٰۃ و سلام کے بعد وہ بھی باہر آجاتی۔ ان داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے اندر جانے والے ابو بکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھے۔

منگل کا دن گزرنے پر رات کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل

میں آئی۔ اس لیے یہ کہنا کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نہ تو آپ کی نجینز میں شامل تھے۔ نہ جنازہ میں اور نہ ہی دفن کرنے وقت موجود تھے کوئی ذی عقل اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ واقعہ نہایت کی بابت نے تو غصی کی ماں مار ڈالی۔

جواب سوم:

کتب شیعہ میں بالوضاحت یہ مسئلہ موجود ہے۔ کہ نماز جنازہ پڑھنے کا حق سب سے پہلے بادشاہ وقت کو ہے۔ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب شیعہ سے حوالہ جات ”سیدہ فاطمہ بنت رسولؐ“ کی بحث میں ہم بیان کر چکے ہیں بطور خلاصہ تحریر ہے۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا
حَقَّرَ الْإِمَامُ فَلَهُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِالنَّسَاءِ وَمَعْلُوكَاتِهَا

(جلد سوم ص ۱۸ مطبوعہ

موسس طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب امام موجود ہو۔
تو نماز جنازہ پڑھانے کا اسے سب سے زیادہ حق ہے

‡

قرب الاسناد

قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوَالِي أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ
عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّهَا۔

دعویٰ ۲۱۰ جلد دوم مطبوعہ تہران مطبعہ جدید

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کا بارشما
ولی سے بھی زیادہ حق دار ہے۔

مقاتل الطالبین

عَنْ أَبِي الْحَازِمِ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ
بْنِ الْعَاصِ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا أَنَّهُ اسْتَشْتَمَ مَا قَدَّمَ مَثَلَ۔

مقاتل الطالبین۔ ص ۶۱، مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

بروایت ابی حازم ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے
بھائی امام حسن کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو
مصلیٰ پر کھڑے ہونے کو کہا۔ اور پھر کہا۔ اگر اس طرح اسلامی
طریقہ نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں لگے نہ کرتا۔

قرب الاسناد

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا تَوَفَّيْتُ
 أُمَّ كُثُومَ بِنْتَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 خَرَجَ صَوَّانٌ بَيْنَ الْحَكَمِ وَهُوَ أَمِيرُ يَوْمَئِذٍ
 عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَمِيٍّ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ كَوَلَا الشَّيْءَ مَا تَرَكْتُهُ يُعَايَنِي
 عَلَيْهَا۔

(جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب ام کثوم بنت علی
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مردان بن الحکم غار جنازہ پڑھانے
 کے لیے نکلا۔ کیونکہ وہ ان دونوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو دیکھ
 کر امام حسین نے فرمایا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا تو میں مردان کو
 ام کثوم کا جنازہ پڑھانے کی اجازت دیتا۔

شیخہ کتب کے حوالہ جات سے آپ نے دیکھا۔ کہ وقت کے بادشاہ
 امیر اور والی کو میت کی تجویز و تکہین وغیرہ پر زیادہ اختیار ہوتا ہے۔ اس قانون
 کے پیش نظر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ تو
 ان تمام باتوں کا آپ کو زیادہ حق تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نیابت اور خلافت آپ کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ
 کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ ان کی مرضی اور حکم کے بغیر تجویز و تدفین ہوتی۔ لہذا

علوم ہوا کہ یہ سب کچھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ہوا۔
 ”قرب الاسناد“ کی روایت اگر نجی کے پیش نظر ہوئی۔ تو وہ یہ اعتراض نہ
 پس ابو بکر صدیق کی طرف ہرگز منسوب نہ کرتا۔ شیعہ لوگ مروان بن الحکم کو دوسرا
 یزید شمار کرتے ہیں لیکن امام حسین نے اپنی ہمیشہ ام کلثوم کی نماز جنازہ کلا سے
 امام بنایا۔ اور کہا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا الخ یعنی امام وقت یا حاکم و خلیفہ سے
 جنازہ کی نماز پڑھوانا اگر سنت نہ ہوتا تو اس کو اس کے نہ کرتا۔ خدا سوچئے۔ امام مای
 مقام نے والی اور امام سے نماز پڑھوانے کو ”سنت“ کہا۔ اس سے مراد کس
 کی سنت ہے۔ یا حضرت علی المرتضیٰ کی سنت۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے
 سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ وقت کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق سے
 پڑھوائی تھی۔ اور اگر سنت رسول مراد ہے۔ تو وہ یہ کہ حضور صلی علیہ وسلم کی نماز جنازہ
 (جو صلوٰۃ کو سلام تھی۔ ابو بکر صدیق کے حکم سے ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ منگل
 کو بیعت ملے ہو چکی تھی۔ اس کے بعد فجر کی رات کو تجہیز و تکفین وغیرہ کے
 تمام امور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ادا کیے گئے۔
 (فما احتبروا یا اولی الابصار)

بیان

از

پیر طریقت راہبر شعلیت واقف اسرار حقیقت سیدی سندی

حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت یکین نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک کو شیعہ لوگوں کا موردِ طعن بنا کر صحابہ کو ملعون کرنا بڑی ہی قہر خیز بات ہے۔ چنانچہ وہ ان پڑھ منوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھایا تھا۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ کتب اہل سنت میں تو آپ کے جنازہ مبارک کے متعلق کو کوئی یہ اختلاف نہیں کہ صحابہ نے پڑھایا نہیں لیکن اگر کتب شیعہ کو مد نظر رکھ لیا جائے تو پھر بھی صحابہ کرام پر یا و لام کسی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ شیعہ کتب میں یہ موجود ہے کہ ولی میت کی موجودگی میں حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

ۛ

فروع کافی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا
حَضَرَ الْإِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ حَقُّ النَّاسِ
بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا -

(فروع کافی کتاب الجنائز صفحہ نمبر ۱۷۷)

مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ جب امام
(حاکم وقت) جنازہ پر حاضر ہو تو اس کی نماز پڑھانے کا حق سب سے
زیادہ اسی کو ہے۔

قرب الاسناد میں ہے:

أَوَّلُهَا أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَرَثَتِهَا -

(قرب الاسناد جلد دوم۔ باب من

أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ

ص ۲۱۰۔ تہران جدید)

ترجمہ

حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا حق ولی میت سے بھی زیادہ رکھتا
ہے۔



مقالہ الطالبین میں ہے :

عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ
بْنَ النَّمَايَ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
وَقَالَ فَتَلَوْ لَا أَتَاهَا مُنْتَهَى مَا
قَدَّمَ مَتَكَ .

(مقالہ الطالبین ص ۷ ذکر حسین بن علی)

ترجمہ :

ابو حازم سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام حسنؑ کا جنازہ پڑھانے
کے لیے (گورنر مدینہ) سعید کو آگے کیا اور کہا اگر یہ سنت نہ ہوتی۔ تو میں
تھیں آگے دیکھتا۔

قرب الاسناد میں ہے :

لَمَّا تَوَقَّيْتُ أَمْرَ كَلْتُو مَرِيئْتِ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَعَرَّجَ مِرْوَانَ بْنُ
الْحَكَمِ وَهُوَ أَمِيرُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ
فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ نَدَا الشَّيْءُ
مَا تَرَكَتُهَا تَعَصَّيْتُ عَلَيْهَا .

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ : جب ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا مردان بن حکم

تے جوان و نول امیر مدینہ تھے۔ نماز جنازہ پڑھائی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو اسے اُگے نہ ہونے دیتا۔

الحاصل:

کتاب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات کے مطابق یہ اصول سامنے آیا کہ میت کے وارث کی موجودگی میں بھی وقت کا حاکم جنازہ پڑھانے کا حق دار زیادہ ہے۔ اس اصول کے منظرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ نزدیک کیفیت سامنے آتی ہے کہ آپ کا جنازہ محض آپ پر درود و سلام پڑھنا تھا۔ کچھ بھی ہو بہر حال وہ حضرت ابو بکر صدیق کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ پیر کے دن نبی علیہ السلام کا وصال اور اس کے فوراً بعد حضرت ابو بکر خلیفہ بنے اور بدھ کو تدفین ہوئی اسی لیے اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی پہلی صف میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔

اگر اس پر بھی تسل نہ ہو تو شیوخ کتب سے کھری کھری عبارتیں چند ایک ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ہماری نماز جنازہ جیسی نہ تھی اور وہ کیا تھی یہ بھی سامنے آجائے گا۔

اصول کافی میں جو شیوخ فرقہ کی سب سے معتبر کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ اہم باقرہ سے سوال کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے تھی۔ فرمایا

لَمَّا عَسَدَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَكُنْتُهُ شَمًّا أَذْخَلَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ فَنَادَوْا

حَوْلَهُ شَمًّا وَقَفَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي

وَسْطِهِمْ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى

الَّتِي إِذَا قِيلَ لَهَا ائْتُوا بِآيَاتٍ قَالَتْ أَنَا نَحْنُ الْعَوَالِي وَأَهْلُ الْعَوَالِي.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵ کتاب الحجۃ)

باب مولانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:

جب حضرت ملی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو غسل دینے سے دیا تو دس آدمیوں کو حجر سے مل کر (وہ حجر حضرت عائشہ صدیقہ رحمہا کا تھا) داخل کیا خود ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ان اللہ وملائکتہ (آیت) پڑھیں لوگ بھی آپ کے ساتھ ساتھ پڑھیں درود شریف پڑھتے جاتے یہاں تک کہ تمام آل مرینہ اور اس پاس والوں نے آپ کا جنازہ یعنی درود شریف پڑھا۔

اصول کافی ۱

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَلَتْ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فَنُوجُوا فَنُوجًا.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵ کتاب الحجۃ)

باب مولانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تمام فرشتوں تمام مہاجرین اور تمام انصاریں نے فوج در فوج

آپ کا جنازہ اعلیٰ درود شریف پڑھا۔

شیخ فرقہ کی مستبر کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

فَلَمَّا قَرَأَ مِنْ ذَلِكَ صَلَّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ هَسَنَ
بَايَعَوْا وَهَسَنَ لَمْ يُبَايَعِ .

(احتجاج طبرسی ص ۹۴ جلد اول)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے
نبی علی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ اور لوگ بھی آپ پر درود شریف
پڑھتے رہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے
والے اور وقت کی کمی کے باعث بیعت نہ کرنے والے سبھی شامل
تھے۔

اس لیے میں آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوار شریف کے تمام توسلین کو اعلان کرتا ہوں
کہ جس شخص کا ذہن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق صاف نہیں اور وہ ان کی ذات کو موردِ
طعن بنا رہے اس کا ہمارے آستانہ عالیہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کی
روز قیامت بخشش ہوگی۔

کیونکہ ان حضرات کے متعلق مولیٰ کریم بہت کا وعدہ فرمایا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَكْثَرُ عَظَمَةٌ رَجَاءُ مِنَ
الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ مَا قَاتَلُوا وَكَانُوا

وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنَ وَاللَّهُ يَمَاتَعْمَلُونَ
عَمِيرٌ

(سائفریڈ یا رے۔ المجدید۔ نیت ۹۷۵، رکوٹ سولرید)

ترجمہ :

”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خریج اور جہاد کیا اور

دو مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خروج

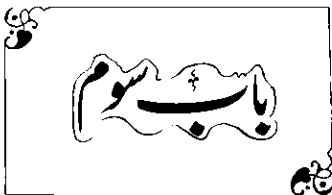
اور جہاں کیا اللہ تعالیٰ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں۔“

اس سے جو مختلف سمجھے وہ سچی پرائس رکودہ روایت ہے اور یہ بات ہے۔ لہذا

روایتوں کو چھوڑ کر آیتوں پر عمل کرو۔ اللہ کی باتیں سچی ہیں۔

سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کھلیا نوالہ شریف



باب سوہ

مناقب اہل بیت

عقائد جعفریہ کی جلد چہارم کی ترتیب و تالیف کے وقت خیال آیا۔
 اس حصہ میں اہل تشیع کے اس خیال کی تردید بھی ہو جائے۔ جو وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت
 اہل بیت کرام کے خفیجی محب اور نام لیوا ہم اہل تشیع ہی ہیں۔ اور اہل سنت و جہات
 کا صرف دعویٰ اسی ہے۔ انہیں اہل بیت کرام سے کوئی محبت اور تعلق نہیں۔
 اور اس کا ثبوت وہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہم
 نے تحفہ جعفریہ کے مختلف مقامات پر اس کے دلائل پیش کیے ہیں۔ جن سے یہ
 ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کا محبت اہل بیت کا دعویٰ صرف ایک زبانی صحیح
 ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں عقائد جعفریہ کی پہلی جلد قابل
 مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل تشیع محبت اہل بیت کی بجائے اس کے بڑھ
 اور دشمن ہیں۔ اسی طرح تحفہ جعفریہ کی دوسری، تیسری اور چوتھی جلد میں ہم اہل سنت
 پر کیے گئے اعتراضات کا مکمل جواب دیا گیا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر یہ تحریر کر رہے
 ہیں۔ کہ ہماری کتب معتبرہ میں حضرت اہل بیت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔
 کیا اس سے ان کی شان کی رفعت و عظمت بیان ہوئی ہے۔ اس کا یہ صدمہ تصدیقاً
 پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ مناقب اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا کتب معتبرہ سے تذکرہ ٹھینے۔



مناقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فصل اول

آپ کی کینت، حلیہ اور آپ کے اسم گرامی

کا بیان

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی دور جاہلیت اور دور اسلامی میں ”علی“ ہی تھا۔ تقریباً چھ برس خلیفہ المؤمنین بنے رہے۔ اور تریسٹھ برس کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کئی کینتیں رکھتے تھے۔ ہر ایک کینت کی وجہ موجود ہے۔ ”ابو الحسن“ اس لیے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے فرزند کبیر تھے۔ ”ابوریحانین“ یعنی دو خوشبوؤں واسے بایں وجہ کے کہ حسین کریمین دونوں ”ریحان“ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ”ابو تراب“ نکلا۔ تو اسے بھی کینت بنا لیا۔ بلکہ سب سے زیادہ اسی کو استعمال فرمایا۔ اُس کینت کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ بخاری شریف کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

ابو حازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص جناب سہل بن سعد کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ فلانا آدمی حضرت علی المرتضیٰ امیر مہدی کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتا ہے۔ اور

وہ بھی برسرِ منبر پوچھا۔ کیا کہتا ہے؟ بتلایا گیا۔ کہ آپ کو ”ابو تراب“ کہتا ہے۔ یثن کر جناب ہل فہم دیے۔ اور فرمایا۔ یہ نام (کنیت) تو انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ نام سب ناموں سے زیادہ محبوب تھا۔ ابو عازم کہتے ہیں۔ کہ پھر میں نے جناب ہل بن سعد سے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ فرماتے گئے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ واپس لوٹے۔ تو مسجد میں لیٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے پوچھا۔ فاطمہ! تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا مسجد میں یثن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ پاؤں کے جسم سے اتر گئی ہے۔ اور ان کی پشت پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر سے مٹی بھاڑتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اسے ابو تراب! اٹھو آپ نے دوسرے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۲۵ پارہ چودھویں

۲۔ مطبوعہ امام بادشاہی

۳۔ ریاض النضر جلد سوم ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت

لیج ہدیر

ریاض النضر

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا طبع شریف۔ آپ میانہ قد، موٹی موٹی اور سیاہ آنکھیں، چودھویں رات کے چاند ایسا حسین چہرہ

اور دراز شکم تھے۔ سعید تہمی کا کہنا ہے۔ کہ بچپن میں ہم چند ساتھی بازار میں
 پکڑا بیچا کرتے تھے۔ اور اس دوران جب ہمیں کہیں حضرت علی المرتضیٰؑ نظر
 آتے۔ تو ہم انہیں "نواک اللہ کھڑکے الفاظ کہاتے۔ ایک مرتبہ اپنے
 ہم سے پوچھا۔ جو لفظ تم مجھے دیکھ کر کہتے ہو۔ اُس کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے
 کہا۔ کہ بڑے پیٹ والا۔ فرمایا۔ ہاں پیٹ بڑا ہے۔ اس کے اوپر والے حصہ
 میں علم اور شے کھانا ہے۔ آپ کے کندھے چڑھے اور کندھوں پر چھوٹی سی
 ہڈی دکھائی دیتی۔ جیسے غور و خوار درندے کی ہوتی ہیں۔ گوشت کی فراوانی
 کی وجہ سے کلائی اور بازو کا جوڑ معلوم نہ ہوتا تھا۔ مضبوط بازو و سخت تریں
 ہاتھ، جند گردن جیسا چانری کی مٹھائی اور سر کے بال نہ ہونے کے برابر صرف
 پھٹی جان ب تھوڑے سے بال تھے۔

اب سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے
 وقت سر کا مسح کرنے کے لیے علامہ اتار تے دیکھا۔ آپ کے سر اور
 کی کیفیت یہ تھی۔ کہ جیسا کہ میری ہتھیلی ہے۔ کہیں کہیں بالوں کے خطوط
 نظر آتے تھے۔ قیس ابن جوادہ کا کہنا ہے۔ کہ میں طلب علم میں مدینہ منورہ
 آیا۔ ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اس کے سر کے بالوں کی دو ٹیڈھیاں سی ہیں۔
 اور دو چادریں اوڑھے ہوئے تھا۔ ادا بنا ایک ہاتھ حضرت عمرؓ کے منہ پر
 کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ جواب
 ملا۔ یہ حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ریاض المنیر جلد سوم ص ۷۰۱ / ۱ / ۱ / ۱

اثاث فی صحتہ۔ مطلوبہ بیروت

جمع بدیع

marfat.com

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سرالو کے بارے میں روایت بالائے جن روایتوں کا ذکر آیا اس سے مراد گندھی ہوئی اور جڑی ہوئی نیندھیاں نہیں۔ بلکہ چند بالوں کا مجموعہ جو گوشت سے بغیر تلک رہا ہو۔ وہ مراد ہیں۔ اس لیے ”علی کے تلک“ اپنی گندھی ہوئی اور جڑی ہوئی نیندھیوں کو ”سنت علی“ کہنے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ بلکہ یہ کہہ کر وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات سے مذاق کرتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔



فصل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام
قبول کرنے کے متعلق حوالہ جات

مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
بروزِ سوموار اعلانِ نبوت فرمایا۔ اور صرت ایک دن بعد یعنی شگل کے
دن میں حلقہٴ بخشِ اسلام ہو گیا۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ ص ۱۰۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

۲۔ ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

در کتاب الرجال جلد ۱ ص ۲۸ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

نیز اسی کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت مذکور ہے۔
فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ بقیعت کے جانے
والے تین اشخاص ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بقیعت کرنے والے
جناب یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بقیعت کرنے والے
صاحبِ نسیج جناب حبیب بن جراح کا جن کا سورہ نسیج شریف کے دوسرے
رکوع میں تذکرہ ہے۔ اور میری طرف بقیعت کرنے والے علی المرتضیٰ ہیں۔

(۱۔ ریاض النضرہ جلد ۱ ص ۱۱۰ ذکر)

انہ اقل من اسلم

(۲۔ مواہق محدث ص ۱۲۵ مطبوعہ بیروت)

ریاض النضرہ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد
اسلام لانے والے علی المرتضیٰؓ ہیں۔ اس حدیث کے متعلق حضرت
عبد اللہ بن عمرؓ کا کہنا ہے۔ کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ اس پر کسی نے
جرح نہیں کیا۔ لیکن یہ حدیث اُس حدیث کی معارض ہے۔ جس میں
سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ
بتلائے گئے ہیں۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہو گی۔ کہ سب سے پہلے اسلام
کو ظاہر کرنے والے صدیق اکبرؓ ہیں۔ اسکی تائید حضرت مجاہدؒ نے

جی کی ہے۔ ابن عباس ہی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چار خوبیاں ایسی ہیں۔ جو دوسرے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اُن میں ایک یہ ہے۔ کہ عربی طہی تمام لوگوں سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے یہ ہیں۔

عیفت کنندی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں تاجر تھا۔ اور حج کے دنوں میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس مال خریدنے کے لیے حاضر ہوا۔ کیونکہ وہ بھی تاجر تھے۔ میں منے میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور قسیمہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریب ہی خیمہ سے نکلا۔ اور نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک عورت نکلی اور اُس نے اُس مرد کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک لڑکا نکلا۔ اُس نے پیچھے اگر نیت باندھ لی۔ عیفت کنندی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان اشخاص کے بارے میں حضرت عباس سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا۔ کہ سب سے پہلے تھکنے والے محمد بن عبد اللہ میرے بھتیجے ہیں۔ عورت ان کی بیوی خدیجہ نامی ہے۔ اور لڑکا ان کے چچا ابو طالب کا بیٹا ”علی“ ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کھڑے کیا کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس نے کہا۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ”جناب محمد بن عبد اللہ“ اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہیں۔ اس وقت تک ان کی نبوت کو ماننے اور ان کی اتباع کرنے والے یہی دو فرد ہیں۔ یعنی ایک عورت جو ان کی بیوی ہے۔ اور دوسرے حضرت علی جو ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ ایک دن اُنے

۱۱۔ کریم دکنی کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔

۱۲۔ ریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲

مطبوعہ بیروت طبع جدید

۱۳۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ باب

اسلام و رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت۔

۱۴۔ کنز العمال جلد ۱۲ افضال علی مطبوعہ

عربیہ طبع جدید



فصل سوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سرکارِ
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ و مقام

[مجمع الزوائد حدیث نمبر (۱)]

رباع ابن عارث کہتے ہیں۔ کہ مقامِ رجبہ میں ایک جماعت نے حضرت علی المرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”السلام علیکم یا مولانا“ کے الفاظ سے حضرت علی المرتضیٰ کو سلام کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ تم عرب ہو۔ میں تمہارا مولیٰ کیونکر ہو سکتا ہوں۔ اس جماعت نے کہا۔ کہ ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ”ختمِ غدیر“ کے موقع پر یہ الفاظ سنے تھے۔ من حکنت مولاه فہذا مولاه۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ یہ (علی المرتضیٰ) بھی اس کا مولیٰ ہے۔ جناب رباع کہتے ہیں۔ کہ جب یہ جماعت واپس چلی گئی۔ تو میں نے تحقیق کی خاطر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ حضور! یہ لوگ کون تھے؟ فرمایا انصاری تھے۔ ان میں حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ روایت

امام احمد اور طبرانی نے بھی نقل فرمائی ہے۔ ان میں آخری لفظ یوں ہیں۔ فَعَلَيْكَ
مَوْلَاہُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد دعاء بھی فرمائی جو
یہ ہے۔ اے اللہ! اُس سے تو بھی محبت کر جو حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کرتا
ہے۔ اور اُس سے تو بھی دشمنی کر جو اُن سے دشمنی کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۰۳)

حدیث ۳۲

عمر و فی مراد زید بن ارقم دونوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ختم غدیر“ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے جس کا میں مولیٰ اُس کا علی بھی مولیٰ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اے اللہ! جس نے علی سے محبت کی۔ تو بھی اس سے محبت کرنا اور جس نے اُن سے دشمنی رکھی۔ تو بھی اُسے دشمن رکھنا۔ جس نے ان کی مدد کی۔ تو بھی اُس کی مدد و اعانت فرمانا۔

(۱) - مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۴۰۱ باب قوله

من حضرت مولانا مطبوعہ بیروت

٢١- رياض النضرة جلد سوم ١٣٧٤، ١٩٦٤

مجله ویرتایطع جدید

۳۲۔ کنز العمال جلد ۳۱ ص ۱۳۱ فقہ اہل علی

لہر تفتی محبوبہ طلب طبع جدید

۴۴ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۲۸۱ فضائل

طی - مطبوعہ کراچی - خلیع جدید

تو ہمارا بھائی اور مولا ہے۔ کیا حضرت زید بن عابد رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ بلا فصل قرار پائیں گے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں ”مولا“ سے مراد دوست اور مددگار لیا ہے۔ اور انہی معنوں کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان اور عظمت بیان ہوتی ہے۔ اس کے برعکس لفظ مولا کا معنی خلیفہ بلا فصل لینا دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی توہین قرار پاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ماننا پڑے گا۔
(دفاعتہ وایا اولی الابصار)

حدیث ۱۰۰:

مصنف ابن شیبہ

حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ کہ تو اگر ان کا مرتبہ دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کی منزل اکٹھی ہے۔ یعنی دونوں حضرات کے مکانات کے دروازے مسجد نبوی کی طرف کھتے ہیں۔ یہ سن کر سائل نے کہا۔ کہیں تو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہے۔ اُس سے اللہ تعالیٰ بھی بغض رکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۵۸ فضائل)

علی ابن ابی طالب مطہرہ کراچی

حدیث ۵ کنز العمال

جناب البہیجی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَ أَخُو رَسُولِهِ لَا يَقُولُهَا أَحَدٌ بَعْدِي إِلَّا كَذِبًا۔ یعنی میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ بات میرے بعد میرے سوا (اگر کوئی کہے گا۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد ایک آدمی نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی کہہ دیا۔ تو وہ مجنون ہو گیا تھا۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۲۹ فضائل علی

المرتضیٰ مطبوعہ ملب)

(۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵

ص ۶۲ کراچی)

حدیث ۵ کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر میں نے یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَخُو رَسُولِ اللَّهِ

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۲۹ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ ملب)

marfat.com

(۷۔ مجمع الزوائد علیہ تہذیب جزء ۹ ص ۱۱۱ باب ما افتاد)

خوف:

مذکورہ دونوں امادیت میں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اکثر اہل
کی حدیث پیش کر کے شدید لوگ اپنے کلمہ کی تائید کرتے ہیں شیعوں کا کلمہ یہ ہے
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ الخ لیکن یہ صاف
غریب ہے اور وہو کہ ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے
دروازے پر علی ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل، کے الفاظ
کہے نہیں دیکھے۔ اور نہ ہی آپ نے ان کا تذکرہ فرمایا۔ بلکہ وہ الفاظ یہ ہیں دو علی
اخوہ رسول اللہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے بھائی ہیں۔ آپ کا بھائی ہونا اور خلیفہ بلا فصل ہونا دو علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔
اسی طرح حضرت علی کا "ولی عہد" ہونے پر کسی کو اعتراض نہیں۔ لیکن ان الفاظ کو کلمہ
کا جزو اور حصہ قرار دینا اور وہ بھی کثر اعمال کی عبارت سے کسی طرح بھی درست
نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد
بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس بھی آپ کے بھائی ہیں۔ لیکن
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بعد جو یہ الفاظ کہے گا۔ وہ
جھوٹا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جو مرتبہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائیوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ
کسی دوسرے کا نہیں۔ اگر کوئی اسی مرتبہ کا دعویٰ کرے۔ تو وہ اس دعوے
میں جھوٹا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو موافقہ فرمائی تھی۔ وہ کسی دوسرے
کو نصیب نہیں۔ قطعاً یہ ہے۔ کہ جب ہمارے مکتب سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ

آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان مٹواہ (بھائی چارہ) قائم فرمائی۔ مثلاً عبدالرحمن بن کوسعد ابن مالک کا بھائی بنایا۔ حضرت فاروق اعظم اور ابو بکر صدیق کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البداية والنهاية

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوست ہوئے ماضی ہوئے۔ اور عرض کی۔ حضور آپ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی مقرر فرما دیا۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(۱۔ البدایۃ والناہیۃ جلد ۴ ص ۳۳۶ حدیث

موافقات۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۲۰ ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

یہ تہی موافقات کہ جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو میرے بغیر اس موافقات کا دعویٰ کرے گا۔ وہ جھوٹا ہو گا۔ لہذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی زاد بھائی تھے۔ لیکن ان کا مرتبہ وہ نہ تھا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ بھرت مہربہ کے وقت

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا بھائی فرمایا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس شرف سے نہیں نوازا گیا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ کنز العمال کی روایت کا مفہوم یہی ہے۔ ورنہ مطلقاً اس بات
کو جھوٹ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی صرف
حضرت علی المرتضیٰ ہی تھے۔ اور نہ ہی شیعوں کا کلمہ علی ولی اللہ الخ۔ اس
روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حدیث ۱۰ مجمع الزوائد

حضرت خازن ابن سعد اپنے باپ سعد سے کہتے ہیں کہ
میرا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سے ارشاد فرمایا کہ میرے اور تیرے بغیر جہنمی حالت میں اور
کسی کے لیے مسجد میں سے گزرنا جائز نہیں ہے۔

رد مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۱۵ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

۲۰۰۲ ترمذی مترجم ص ۳۷۶ جلد دوم البیہار

مطبوعہ ربانی بکٹر پورہ علی

حدیث ۱۱ البدایہ والنہایہ

صحیح ابن عمر کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ سیوہ مائتہ مدینہ
رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ میں نے مائی صاحبہ سے حضرت علی المرتضیٰ

کے بارے میں پوچھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی حضرت فاطمہ الزہرا کے سوا کسی عورت کو آپ کے نزدیک زیادہ محبوب پایا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۲۵۵ باب حدیث
آخر فی فضل علی مطبوعہ بیروت)

حدیث البدایۃ والنہایۃ

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو بھیجا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علی المرتضیٰ کو نہ دیکھ لوں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۲۵۷ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

۱۰۔ ترمذی مترجم۔ جلد دوم ص ۱۷۱/البواب
البواب المناقب)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات کی رعایت

حدیث عاممجمع الزوائد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی جسارت نہ ہوتی تھی۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد ۵، جزء ۱ ص ۱۱۷)

باب مراعات مطبوعہ بیروت
(طبع جدید)

(۲۔ صواعق محرقة صفحہ ۱۲۳)

فی فضائل الخ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید

حدیث عامصنف ابن ابی شیبہ

جیلہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس کسی جگہ میں نہ جاتے تو آپ اپنے ہتھیار حضرت علی المرتضیٰ یا حضرا ستمہ رضی اللہ عنہما کو عطا فرادیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۵، باب
فضائل علی مطبوعہ کراچی

حدیث ۱۱ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ کھڑا فرمایا۔ اور خود نماز میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر شریف کا ایک پتہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔ اے ابن ابی طالب! تو صحت مند ہو گیا ہے۔ اب تمہیں بیماری کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ اور توجہ بھی سوال اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔ میں بھی اس سوال کو اللہ تعالیٰ سے کروں گا۔ اور میرا سوال اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ صرف یہ کہ مجھے اُنہی نے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۱۰ جزء ۹ مطبوعہ

بیروت مطبع جدید)

حدیث ۱۲ کنز العمال

عبداللہ بن عمارث کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ کہ آپ مجھے اپنے بہترین مرتبہ کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ جو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سو رہا تھا۔ اور آپ نمازِ ادا فرما رہے تھے۔ نماز سے فراغت پر آپ نے مجھے فرمایا۔ اے علی!

تو بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ میں بھی تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی سوال کروں گا اور جس شر سے میں اللہ کی پناہ طلب کروں گا۔ تیرے لیے بھی اللہ سے اس شر کی پناہ مانگوں گا۔
 (کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۵۱ مطبوعہ عربیہ طبع جدید)

حدیث ۱۱۰ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور سرور کائنات نے ایک جنگ میں شرکت کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ ہماری غیر حاضری میں سے مدینہ منورہ کی خلافت تمہارے سپرد کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعائی ایسی حکم دیا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ اس بارے میں عرض کرتا۔ میں آپ کا حکم سن کر رو پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! تمہیں کیوں رونانا آیا ہے۔ عرض کی حضور چند باتوں کے پیش نظر رو رہا ہوں۔ فرمایا بتلاؤ وہ کیا ہیں؟ عرض کی پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے ساتھ نہ جانے پر قریش کہیں گے۔ دیکھو۔ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا کر ان کو کتنا ذلیل کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ غازی لوگ کسی ایسی زمین کو لے نہیں کرے کہ جس سے

کفار علیں۔ اور نہ ہی غازی لوگ دشمنوں سے کوئی تحکیمت پائیں گے۔ لیکن اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان کے لیے عمل صالح کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ لہذا میرا ارادہ بھی ہے کہ اس اجر خداوندی کو حاصل کروں۔ تیسری بات یہ کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان تینوں باتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو کئی جواب دیا۔ پہلی بات کو قریش تمہیں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے مجھے ذلیل کرنے کا طعنہ دیں گے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہی قریش ہیں۔ جنہوں نے مجھے کتاب جادو گر اور کافران کہا۔ لیکن تمہارے لیے ایک خصوصیت ہے۔ یعنی تمہنے ایسے الفاظ کہنے کی بجائے ایمان قبول کیا اور دوسری بات کے متعلق جواب یہ ہے۔ کہ میں واقعی اجر حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا تم اس پر خوش نہیں۔ کہ جو منزلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو حاصل تھی۔ وہی میرے ساتھ تمہیں ہو۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ وہی تیسری بات یعنی اللہ کے فضل کا حصول تو اس کے لیے یہ دو ڈھیر نفل کے تمہیں دے رہا ہوں۔ جو میں سے ہمارے پاس اُسے ہیں۔ ان کو نہ چھو۔ اور نفع حاصل کرو اس طرح تم اور تمہاری بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہما اللہ کے فضل کے حاصل کرنے والے ہو جاؤ۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۱)

ص ۱۱۰ فی فضائل علی۔ مطبوعہ بیروت

حدیث ۱۳۱۰ ترمذی شریف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند صلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میری یہ حالت تھی
کہ جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا۔ تو آپ
میرا سوال کبھی رد نہ فرماتے۔ اور اگر خاموش رہتا۔ (کچھ نہ مانگتا) تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ابتدا فرماتے۔ (یعنی بغیر مانگے مجھے
سب پہلے عطا فرماتے۔) یہ حدیث حسن ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد دوم ص ۲۷۵)
مطبوعہ کثرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی طبع دوم

حدیث ۱۵۱۰ صواعق محرقہ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے علی المرتضیٰ کو اذیت دی اس
نے مجھے اذیت پہنچائی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۲ / الباب التاسع)

حدیث ۱۶۱۰ صواعق محرقہ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ جس نے حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کی۔ اس
نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اور

اللہ تعالیٰ کو کالی دے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اوندھے مُنہ کر دے گا۔
 یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن عباس وہاں سے لوٹے۔ اور پھر آپ نے
 ساتھی سے پوچھا اب بھی یہ مجلس واسے کچھ کہہ رہے تھے۔ وہ
 کہنے لگا۔ نہیں اب خاموش ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا تم نے اُن کے
 چہروں کو دیکھا۔ کیسے تھے۔ اس نے کہا۔ انہوں نے آپ کو
 سُرخ آنکھوں سے دیکھا۔ ایسے جیسا کوئی قصاب جانور کو دیکھتا ہے
 عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قرآن۔ کوئی
 شعر کہو۔ اس نے یہ شعر کہا۔

اپنے اُبروں کو کاٹ رہے تھے اور گردن اُٹائی بھی مٹھیں
 یوں دیکھتے تھے جیسے ذیل آدمی کسی غلبہ و عزت ملے کو دیکھتا ہے

دارِ ریاض النفرہ جلد سوم ص ۱۲۲ مطبوعہ
 بیروت مطبع جدید

خوٹے؟

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا
 کہنے والوں کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کا قول پیش کیا۔ اور ثابت کیا کہ جیسے لوگ ہر اہل اللہ اور اس کے رسول کو بُرا بھلا
 کہتے ہیں۔ جن کا انجام ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی ذلت کا نمونہ وہ لوگ تھے۔
 جنہیں ابن عباس سے ایسا پایا۔ کہ ان کی آنکھیں مار سے ذلت کے سُرخ تھیں
 اس سے فار جیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا
 ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ لہذا یہ حدیث امیر معاویہ پر بھی حجت

ہوئی۔ اس معاملہ تحقیق یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے باہمی اختلافات کے ضمن میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے کے سبب واقعات یہ اصل ہیں۔ پوری تفصیل تحفہ جعفریہ کی جلد میں ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث ۱۵ ریاض النضرۃ

عروہ ابن ذبیر کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اِدھر اُدھر کی باتیں کیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا۔ کیا تو اس بُرے واسے کو جانتا ہے۔ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ یعنی یہ دونوں بھائی ہیں۔ اس لیے جب بھی تو علی المرتضیٰ کا نام لے۔ تو بُرے ادب و احترام سے۔ ورنہ ان کی تنقیص دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شمار ہوگی۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۲۳)

ذکر اختصار ص ۵۱ (۵۱)

تنبیہ

ہم اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے۔ جو علامہ طبری نے ذکر کیا۔ یعنی یہ کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والا قرآن کے فیصلہ کے مطابق لعنتی ہے۔ اور

مردود بارگاہ الہی ہے۔

حدیث ۱۹

ترمذی شریف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے واقعہ کے دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اُن کی سرگوشی کی۔ لوگوں نے کہا۔ کہ چھپیرے بھائی سے سرگوشی لمبی ہو گئی ہے۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ یہ حدیث غریبہ ہے اللہ کے سرگوشی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی شریف مترجم جلد ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ دہلی)

حدیث ۲۰

ریاض النضرۃ

جشتی بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اس نے میں آپ کے پاس کچھ مال کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ تم میں سے کوئی ہے کہ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کا وعدہ فرمایا ہو۔ یہ سُن کر حاضرین میں سے ایک شخص (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور کہا۔ کہ مجھ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کے

تین ہبک دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ صدیق اکبر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بوجہ بیجا۔ جب علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ تو ابو بکر صدیق نے ان سے کہا۔ کہ اے ابوالحسن! جابر بن عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین ہبک بکھور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تین ہبک بھر کر انہیں کھجوریں دے دیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ کھجوریں گنو۔ جب انہوں نے گئیں۔ تو ہر ایک ہبک میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور میں مجھ سے فرمایا تھا۔ جبکہ ہم وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ فرمایا تھا۔ اے ابو بکر! میرا اور علی المرتضیٰ کا کھٹ (ہبک) گنتی میں برابر ہیں۔

(۱)۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۲۰

ذکر اختصاراً۔

(۲)۔ مجمع الزوائد جلد ۵ نجم جزو ۵

ص ۱۱۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت تھی۔ اسی طرح بظاہر جسمانی نسبت بھی تھی۔ یعنی دونوں حضرات کے کھٹ برابر تھے۔ اور ان میں برابر اشیاء آتی تھیں۔

حدیث علیٰ ریاض النضرة

مطلب بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں وفد ثقیف حاضر ہوا۔ تو اپنے انہیں فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں تم پر ایک ایسا آدمی مقرر کر دوں گا۔ جو مجھ سے اور میری مثل ہو گا۔ اور وہ تمہاری گردنیں سر سے جدا کرے گا۔ تمہاری اولاد کو قیدی بنائے گا۔ اور تمہارا مال و متاع قبضہ میں لے لے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن کر حضرت عمرؓ نے خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اگر کچھ بھی امیر غنہ کی تمنا نہ ہوئی۔ لیکن ان الفاظ کو سن کر میں نے بھی خواہش کی کہ مجھے اس خریفہ کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا جائے۔ اور میں تیار ہو گیا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے میرے حضرت علیؓ کو تعلقہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ ہے وہ شخص جس کی میں نے تم سے بات کی تھی۔ زید بن نضیع بھی روایت کرتے ہیں کہ بنوریہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم باز آ جاؤ۔ ورنہ ایک ایسے کوئی کو بھیجوں گا۔ جو میری مثل ہو گا۔ اور وہ میرے احکام تم پر جاری کرے گا۔ جو مقابلہ پر اتریں گے۔ ان کو قتل کرے گا۔ اور ان کے بچوں کو قیدی بنا کر ان کے ساز و سامان پر قبضہ کرے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میری گردن میں تھا۔ اور وہ میرے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ ان کا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھ

سے پوچھا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا تذکرہ فرمایا بتلاؤ وہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ کہ آپ کی مُراد اسے عمر تم نہیں ہو بلکہ جو جی سینے والا ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی مُراد ہیں۔

(ریاض النضرۃ جلد ۵ ص ۱۱۹)
(ذکر اختصاصہ)

حدیث ۲۲۷ تو مذی شریف

حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود مقامِ وجہ میں ہمیں حدیث سنائی فرمایا۔ کہ حدیبیہ میں مشرکین مکہ میں سے کئی آدمی ہمارے پاس آئے۔ اُن میں ہبیل ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دو سائے مشرکین بھی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ حضور! آپ کے پاس ہمارے بہت سے غلام اور رشتہ دار ہمارے مال اور ہماری جائیداد بھاگ کر آئے ہیں۔ اور یہاں آکر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چونکہ انہیں اسلام کی کوئی سمجھ نہیں اس لیے آپ وہ ہمیں واپس کر دیں۔ ہم انہیں اپنی طرح اسلامی تعلیمات سکھائیں گے۔ یہ سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے قریش! باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو تم پر مقرر کر دے گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کی اُنکس فرما چکا ہے۔ دین کی واپسی کا تم کہہ رہے ہو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

موجود لوگوں اور ابو بکر و عمر فاروق نے بھی پوچھا۔ حضور اودھ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جو تیاں سینے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی نعلین شریف سینے کے لیے دی تھیں۔ یہ حدیث ذکر کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جان بوجھ کر میری طرف سے کوئی جھوٹی بات لوگوں کو سنائی۔ اسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالینا چاہیئے (یعنی میں تمہارے سامنے کوئی من گھڑت بات نہیں کی ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔
 (ترمذی شریف مترجم جلد ۲ ص ۲۸۷)
 مبلور مکڑی شیخ حامی

نوٹ :

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کے ذریعہ بہت بلند و بالا مقام عطا فرمایا تھا اور میں مکن ہے۔ کہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف سینے کی بدولت میرا ہوا۔

حدیث ۲۳ مصنف ابن ابی شیبہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں، میری والدہ اور میری قالہ ہم سب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے

میری والدہ اور خالہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا تھا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تم نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور پھر اسے ہاتھوں پر ہی مل لیا۔ یہ وہ حرمت ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو لوگ آپ کے دفن کرنے کے بارے میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں کے اس ٹکڑے سے بڑھ کر کوئی دوسرا محبوب نہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے۔ لہذا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں دفن کیا۔ جس جگہ آپ کا وصال شریف ہوا تھا۔

(۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۷۱)

(کتاب الفضائل)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۵ ص ۱۱۲)

(باب منہ فی منزل الخ)

حدیث ۲۲ کنز العمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ابن دینار راوی ہیں انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں تھا۔

اُس باغ میں بٹھنا ہوا ایک پرندہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے پاس تو اُس آدمی کو بھیج دے۔ جو تجھے بہت زیادہ محبوب ہو۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ جناب انس بن مالک کہتے ہیں۔ کہ میں نے علی المرتضیٰ سے عرض کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مصروف ہیں۔ یہ سن کر علی المرتضیٰ واپس ہو گئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد پھر تشریف لائے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا جناب انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے انہیں دوبارہ واپس ٹوٹایا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انس! آنے والے کے لیے نعمت ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ اندر تشریف لائے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہر آدمی کو اپنی ہی قوم سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ

طب۔ طبع جدید)

(۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۳۵۲

فی فضائل علی۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ مجمع الزوائد جلد ۱۲ جز ۱ ص ۱۶۵

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

خوب:

روایت مذکورہ محولہ تینوں کتب میں ملنے والے الفاظ سے مذکور ہوئی۔

مجمع الزوائد میں قدرے اس کی تفصیل ہے۔ کنز العمال سے مذکور روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تبین مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اندرجانے کی اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ دوسری تھی۔ جو اس کتاب میں روایت کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ اور یہ محبت کوئی قابل ملامت اور موجب نفرت بات نہیں ہے۔ مجمع الزوائد میں تصریح ہے۔

قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ تُذَرِكَ الدُّعْوَةُ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلَاكُمْ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ قَوْمِهِ (جلد چہارم)

حضرت انس بن مالک نے کہا۔ میں نے یہ خواہش کی تھی۔ کہ آپ کی دعوت میری قوم کے کسی شخص کو ملے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شخص کی اپنی قوم سے محبت قابل ملامت امر نہیں ہوتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس تمنا اور خواہش کی بنا پر تھا۔ کہ میری قوم کے کسی مرد کو یہ دعوت حاصل ہو جائے۔ اور ان کی یہ تمنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول قابل ملامت نہیں تھی۔

حدیث ۲۵۱۲ قرمذی شریف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حسین کریم رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ "جس نے مجھ سے اور ان دونوں عاجز ادوی اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ کل قیامت کو میرے ساتھ اسی درجہ میں ہوگا۔ جس میں میں ہوں گا۔" یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد دوم
ص ۳۷۷ مطبوعہ کثرۃ شیخ چاند لال
طبع جدید)

حدیث نمبر ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، الویاض المنصوۃ

زید بن ابی اونی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! جنت میں تم میرے محل میں ہو گے۔ اور تمہارے ساتھ میری بیٹی بھی ہوگی۔ تم میرے بھائی اور ساتھی ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
(إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ)۔ (الحجرات آیت نمبر ۱۷)
جنتی بھائی بھائی ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے سامنے
تخت پر بیٹھے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی کہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ الفاظ سنے ہیں: اے علی! قیامت میں تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور جہاں میں جاؤں گا وہیں تم بھی جاؤ گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں سورہ تہا۔ میرے بیٹے حسن اور حسین نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھوڑا دودھ دینے والی ایک بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کا دودھ دوا۔ اتنے میں جناب حسن رضی اللہ عنہ

آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے انہیں ایک طرف کر دیا۔
 سیدہ خاتون جنت یہ دیکھ رہی تھیں۔ عرض کی: ابا جان! میرے
 دونوں فرزندوں میں سے آپ کو حسن زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے
 آج اس کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ فرمایا: بات دراصل یہ ہے۔ کہ دودھ
 پہلے حسین نے مانگا تھا۔ اس لیے اُس کا حق مقدم تھا۔ اور سوا کل
 قیامت کو میں اتم، تمہارے دونوں فرزند اور ان کے والد جو سو
 رہے ہیں۔ ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم بعد اپنے اصحاب کے ایک محاذ پر گئے ہوئے تھے۔
 چند صحابہ کے علاوہ میں اور موجود صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰؓ بڑے
 غصہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے دیکھ کر فرمایا۔ جس نے علی کو ناراض کیا ہے اُس نے مجھے ناراض
 کیا ہے۔ جب وہ اُکریٹھ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
 سے پوچھا۔ علی: کیا ہوا؟ عرض کی۔ چچا زاد بھائیوں نے ستایا ہے
 آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو۔ کہ تم اور حسن و حسین
 جنت میں میرے ساتھ رہو۔ ہماری اولاد ہمارے پیچھے اور
 ہماری بیویاں اولاد کے پیچھے اور بقیہ پیروکار ہمارے ارد گرد
 دوائیں بائیں طرف؟

(یہی روایت امام احمد نے مناقب میں اور ابوسعید نے شرف
 النبوت میں ذکر کی ہے۔ دریا فی النعمۃ جلد ۲ ص ۱۸۶، ۱۸۷ مبعوث دہوت ۲۰۰۷)

حدیث ۳۱۵ قرہذا فی شریف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کریمین کے ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ جس نے مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ قیامت کو میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (یہ حدیث غریب ہے)

ترذی مترجم جلد ۱ ص ۳۷۷
مطبوعہ کٹرہ شیخ چاند لال دہلی۔ ۱۰

حدیث ۳۱۶ کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے علی! تمہیں قیامت میں ایک اونٹنی پر سوار کر کے لایا جائے گا۔ اور حالت یہ ہوگی۔ کہ گھٹنا میرا تیرے گھٹنے کے ساتھ اور میری ران تیری ران کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ یہاں تک کہ ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۲۱ انفضا
علی المرتضیٰ مطبوعہ صلب)

حدیث ۳۱۷ کنز العمال

شرجیل بن مرقہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے علی! تمہیں خوشی ہو۔ تمہاری زندگی میری زندگی

اور تہاری موت میری موت کے ساتھ ہے۔

دکنز العمال جلد ۳۱ ص ۴۴ مطبوعہ

مطبوعہ جدید

حدیث ۳۱ کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں

علی! تو میرا بھائی، میرا ساتھی اور جنت میں میرا رفیق ہے۔

دکنز العمال جلد ۳۱ ص ۵۰ انصاف

علی مطبوعہ بیروت مطبوعہ جدید

حدیث ۳۲ ریاض النضرۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک

مرتبہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک حضرت علی المرتضیٰ تشریف

لائے، اور سلام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔

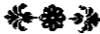
اور گلے سے لگا کر انہی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

پھر اپنی داہنی طرف بٹھا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نے عرض کی حضور! آپ کو اس سے محبت ہے؟ آپ نے

فرمایا۔ چچا! مجھ سے زیادہ اس سے اللہ تعالیٰ کو پیار و محبت ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس نبی کی پشت میں رکھی۔
اور میری اولاد میرے پشت کی بجائے اس کی پشت میں رکھی
ہے۔

دریاض النضرۃ جلد ۱۲ ص ۱۲۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید۔



فصل چہارم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

علم مبارک کے بیان میں

علم و حکمت کے دس حصوں میں

ساڑھے نو حصے آپ کو عطا ہوئے

حدیث ۱۰- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے دیئے گئے۔ فدا کی قسم! حضرت علی اس باقی ماندہ حصہ میں بھی اور لوگوں کے ساتھ شریک تھے۔ جو ان سب کو مشترک طور پر

عطا ہوا تھا۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۴۶)

(۲۔ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۲۲ باب

العین واللام مطبوعہ بیروت)

(۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۳۶۰

مطبوعہ بیروت جدید)

(۴۔ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

حدیث :- اسد الغابہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مجاہد روایت کرتے

ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا میں علم کا شہر ہوں۔ اور علی المرتضیٰ اس کے دروازہ ہیں۔

ہذا جسے علم حاصل کرنا ہو۔ اُسے اس دروازہ سے آنا چاہیئے۔

(۱۔ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۲۲ باب

العین واللام مطبوعہ بیروت)

(۲۔ ریاض النضر جلد سوم ص ۱۵۹ باب

ذکر اہل بیت مطبوعہ بیروت)

(۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۳۶۰ فی فضائل

امیر المؤمنین مطبوعہ بیروت جدید)

(۴۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ بیروت جدید)

علم میں حضرت علی المرتضیٰ اپنے سے پہلے حضرات
سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے
درجہ تک نہ پہنچ سکا۔

حدیث ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ

جناب عامر بن حمزہ کہتے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے
امیر المؤمنین کی شہادت کے دن فرمایا۔ اے اہل کوفہ! یا اے اہل
عراق! آج تمہارے درمیان ایک ایسا شخص رات کو شہید ہوا ہے
کہ نہ تو اس سے پہلے والوں نے علم کے اعتبار سے اس پر سبقت کی۔
اور نہ پچھلے اس تک رسائی پاسکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب
بھی حضرت علی المرتضیٰ کو کسی فوج میں بھیجتے۔ تو جبریل ان کی دائیں
جانب اور میکائیل بائیں جانب ہوتے تھے۔ اور جنگ سے اس
وقت تک واپس نہ لوٹتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ عطا
فرمادیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱)
ص ۶۸ مطبوعہ کراچی مبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی

موت سے باخبر تھے

حدیث۔ کنز العمال

فضال ابن ابی فضال کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد کے ساتھ مقام بمنبع سے واپسی پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ آپ انہیں وقت سخت بیمار تھے۔ اور قریب المرگ معلوم ہوتے تھے۔ میرے والد عمران سے پوچھا۔ آپ کو یہاں کس نے بٹھرایا ہوا ہے۔ اگر آپ کا یہیں وصال ہو گیا۔ تو آپ کی تجہیز و تکفین قبیلہ جہنیہ کے بدوی لوگ ہی کریں گے۔ لہذا اٹھئے اور مدینہ منورہ تشریف لے چلئے۔ وہاں آپ کے ساتھی اور رشتہ دار ہیں۔ وہ نذر جنازہ بھی پڑھیں گے۔ اور اچھی طرح کفن و دفن بھی کریں گے۔ اس حدیث کے راوی فضالہ "مدری" ہیں۔ ان کی بایں سن کہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ میں اس بیماری میں ہرگز نہیں مروں گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔ علی! تم مرنے سے پہلے ضرور قلیفہ بنو گے۔ اور تمہاری داڑھی سر کی کھوپڑی کے خون سے رنگی جاسے گی۔ یہ بیان کرستے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

کنز العمال جلد ۱۲ ص ۸۷ مطبوعہ دار الفکر

نوٹ:

چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے کلمات کے مطابق اپنی خلافت اور پھر شہادت کا یقین تھا۔ اور ابھی تک ان میں سے کوئی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس لیے اس یقین پر آپ نے اپنی موت کو اُس وقت انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنی موت کی علامات جانتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

پانی کی طرح علم پیا

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ حضور! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو کہو۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ میں نے کہا۔ رِزَقِ اللہ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَ اٰلِیْہِ اٰیْبَتُہٗ۔ میرے یہ کلمات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ علی! تمہیں علم مبارک ہو۔ تم نے علم پانی کی طرح پیا ہے۔ یہ روایت ابن بختری اور رازی نے بھی ذکر کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ بیروت مبع جدید)

الریاض النضرۃ

ابو زہرا نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے۔ روئے زمین پر تین عالم ہیں۔ ایک شام میں، دوسرا حجاز میں اور تیسرا عراق میں۔ شام والا ابو درود، حجاز والا علی اور عراق والا یہ فقیر ہے۔ (یعنی خود حضرت عبداللہ بن مسعود) اور شامی و عراقی دونوں عالم حجازی عالم کے محتاج ہیں۔ اور حجازی ان کا محتاج نہیں ہے۔ اسے خضرؑ نے روایت کیا ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۷ ص ۱۹۹)

(مطبوعہ بیروت)

الریاض النضرۃ

سید بن عمر بن سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ مجھے حضرت ابو بکر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ فرمایا۔ ابو بکر صدیق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے اور پہلے ساتھی تھے۔ اب لوگ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف مائل ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ اسے بھیجتے حضرت علی المرتضیٰ کے پاس لوہے کی داڑھی تھی۔ آپ ان صفات کے حامل تھے۔ عمدہ نسب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قربتی رشتہ، آپ کی داماد کی کاشت و زرع، اسلام میں اولیت، علم قرآن، ثقاہت اتباع سنت، جنگ جوئی اور سخاوت، ان کے پاس کٹ ویٹے

والی وارثی تھی۔

اس روایت کو مخلص ذہبی نے ذکر کیا۔
دریاغی النظرۃ جلد ۱ ص ۲۰ مطبوعہ بیروت
طبع جدید

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فقہ ہست اور علم قرآن وغیرہ صفات کی وجہ سے ہی حضرات خلفائے راشدین نے ان کو اپنا مشیر بنائے رکھا۔ اور روایت اس پر شاہد ہیں۔ کہ حضرات خلفائے راشدین نے ہر مشکل مقام میں ان سے مشورہ لیا۔ اور اس پر عمل بھی کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت

اور مضبوطی و راصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کا

نتیجہ تھا۔

کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کچھ مینی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے عرض کی۔ کہ ہمیں کوئی ایک ایسا آدمی عنایت فرمائیں۔ جو ہمیں دین سکھائے اور آپ کی

ہائیں بتلائے۔ اور قرآن کریم کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ جاؤ۔ اور اہل یمن کو اسلام سکھلاؤ۔ میری سنتیں بتلاؤ اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو۔ یمن کو حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی۔ حضور! یمنی حبیب لوگ ہیں۔ میرے پاس ایسے مقدمات لائیں گے۔ جن کے بارے میں مجھے کوئی علم ہی نہ ہوگا۔ تو میں کیا کروں گا۔ اس پر حضور علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔ تمہاری زبان کو مضبوط رکھے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی سے بھی وادائی اپنا فیصلہ مجھ سے کروانے نہیں آئے۔ کہ جن کے فیصلہ میں مجھے شک گزرا ہو۔

دکنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۱۲ باب فضائل

علی۔ محبوبہ عربیہ طلب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا

شان نزول جانتے تھے

صواعق محرقہ

ابن سعد نے نقل کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کی جو بھی آیت اُتری۔ میں اس کے بارے میں یہ جانتا ہوں۔

کہ کن لوگوں کے بارے میں، کہاں اور کس پر نازل ہوئی ہے۔
میرے رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا
فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں جو چاہو مجھ سے
پوچھو۔ قرآن کریم کی ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ وہ دن
کو نازل ہوئی یا رات کو ہوا، زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

(۱۔ صواعق محررقہ ص ۱۲۷ فصل رابع -)

(۲۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

فی فضا (مطبوعہ مطب)

حضرت علی المرتضیٰ کا عام اعلان تھا

کہ جو چاہو پوچھو

کنز العمال

جناب سید بن مقب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ
کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا سنا۔ جس نے اعلان یہ
یہ کہا ہو۔ ”مجھ سے جو چاہو سوال کرو“

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۰ مطبوعہ مطب)

مشکل ترین ایک سوال کافی البدریہ

جواب

ریاض التضرع

محمد بن زبیر راوی ہیں کہ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت ضعیف العمر آدمی بیٹھا ہوا ہے میں نے اسی بوڑھے سے پوچھا۔ آپ نے کسی معافی کی زیارت فرمائی ہے کہنے لگے ہاں میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا، آپ نے کسی جگہ میں شرکت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں جنگ بدر میں شریک ہوا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی بات سناؤ۔ پھر وہ بات سنانے لگے کہ ہم چند آدمی بیت المقدس کی معیت میں حج کے لیے گئے۔ راستہ میں ہم نے کبوتروں کے انڈے توڑ کر کھالیے۔ یہ ہم نے حالت احرام میں کیا۔ حج سے فراغت پر ہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حاضری دی۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اپنے واقعہ سن کر بیٹھ پھیر لی۔ اور ہمیں حکم دیا۔ کہ میرے ساتھ آ جاؤ۔ چنانچہ ہم ان کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے قریب پہنچ کر ایک حجرہ پر دستک دی۔ اندر سے کسی عورت نے جواب دیا۔ جناب فاروق اعظم نے

اُس سے پوچھا۔ کیا آپ کے ہاں علی المرتضیٰ ہیں۔؟ جواب ملا
 نہیں۔ پوچھا میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ حضرت
 فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے ہمیں ساتھ لے کر ایک جگہ
 تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زمین در
 گزر رہے ہیں۔ دیکھ کر فرمایا۔ امیر المؤمنین! کیوں تنہا کی۔ مجھے
 بٹوایا ہوتا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ ہم آپ کے پاس چل کر آنے
 کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک مسئلہ کی خاطر حاضر ہوئے ہیں۔ ان
 ساتھیوں نے احرام کی حالت میں کبوتر کے انڈے توڑ کر کھالیے
 ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ نوخیز اونٹنیاں لی جائیں۔ ان کی
 تعداد انڈوں کے برابر ہو۔ انہیں اونٹوں سے گویا جائے پھر ان
 کے ہاں جو بچے پیدا ہوں۔ انہیں ذبح کر دیا جائے۔ فاروق اعظم
 نے پوچھا۔ اونٹ کے بچے ناکارہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ فرمایا انڈے
 بھی تو ناکارہ ہو سکتے ہیں۔ فاروق اعظم اور ہم وہاں سے واپس آئے
 واپسی پر اپنے یہ کلمات فرمائے۔ ”اے اللہ! مجھ پر ہر شکل اس وقت
 ڈالنا جب علی المرتضیٰ میرے پاس موجود ہوں۔“

(الریاض النضرۃ جلد ۱)

ص ۱۶۱

۵

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک

بیچیدہ مسئلہ کا حل

الریاض النضرۃ

حش بن متمر سے روایت ہے۔ کہ دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سودینا بطور امانت رکھے۔ اور اُسے کہا۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے لینے نہ آئیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی ایک کو تو۔ نہ یہ رقم نہیں دینی ہوگی۔ چنانچہ وہ پے گئے۔ ایک سال مکمل گزرنے پر ان میں سے ایک آیا۔ اور اکر کہنے لگا۔ چونکہ میرا ساتھی مر گیا ہے۔ اس لیے اُس کا امانا ملن ہے۔ لہذا ہماری رقم مجھے واپس کر دو۔ عورت نے مال مٹول کیا۔ لیکن اس شخص نے اُس کے گھر والوں کو تنگ کر دیا۔ مسلسل تقاضا کرتا رہا۔ بالآخر اُنہ نے عورت کو مطلوبہ رقم دینے پر مجبور کر دیا۔ عورت نے وہ ساری رقم اُس کے حوالہ کر دی۔ ٹھیک ایک سال بعد دوسرا شخص آیا۔ اور رقم کا مطالبہ کرنے لگا۔ عورت نے کہا۔ ایک سال پہلے تمہارا ساتھی آیا تھا۔ اور اُس نے تمہارے بارے میں کہا تھا۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ اس طرح وہ رقم لے گیا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ عورت اور مرد دونوں فاروق اعظم کے پاس مقدمہ لائے۔ آپ نے چاہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق

آپ نے یہ کہہ بھی دیا۔ کہ عورت کو مال دینا ہی پڑے گا۔ عورت نے عرض کیا۔ کہ ہمیں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ آپ نے ان کے پاس انہیں بھیج دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واقعہ سُننا۔ اور جان گئے۔ کہ یہ دونوں شخص بے چاری عورت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے اُس شخص کو فرمایا۔ کیا رقم داپسی کے بارے میں تم نے یہ پابندی نہیں لگائی تھی۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں۔ کسی کو مت دینا۔ اُس نے کہا۔ جی یہ پابندی لگائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری امانت ہمارے پاس محفوظ ہے جاؤ۔ اپنے ساتھی کو سے آؤ۔ اور اپنی رقم بے جاؤ۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۵)

ذکر اختصام الملبوعہ بیروت

ملع جدید

حضرت علی المرتضیٰ کی فقاہت کی ایک

نادور جھلک

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر دیاں بھیجا۔ وہاں میرے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا۔ مقدمہ یہ تھا۔ کہ لوگوں نے شیر کو پکڑنے کے لیے ایک گڑھا کھودا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ اس میں یکے بعد دیگرے چار آدمی

گرومر گئے۔ وہ اس طرح کہ پہلے ایک گرا۔ اُس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا دوسرا بھی گر گیا۔ دوسرے نے تیسرے کا دامن پکڑا وہ بھی گر گیا۔ اسی طرح چوتھا بھی۔ شیران پر چھپٹ پڑا۔ اور چاروں کو زخمی کر دیا۔ زخموں کی تاب نہ لاکر چاروں مر گئے۔ ان کے ورثاء میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ جو لڑائی کی شکل اختیار کرنے لگا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں یا اگر تسلیم کر لو۔ تو وہی درست فیصلہ ہے۔ جن قبائل نے گھڑا کھودا تھا۔ اُن سے تم ویت اس طرح لو۔ $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{4}$ اور ایک مکمل ویت۔ پہلے گرنے والے شخص کے ورثاء کو $\frac{1}{4}$ ویت دو۔ کیونکہ اس نے بعد میں گرنے والے کو گرایا۔ اور دوسرے کے ورثاء کو $\frac{1}{4}$ اس لیے کہ اُس نے اوپر والے دونوں کو گرایا۔ اور تیسرے کے ورثاء کو نصف اس لیے کہ اُس نے صرف ایک کو گرایا۔ اور آخری کی پوری ویت اس لیے کہ اس نے کسی کو نہیں گرایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان لوگوں نے تسلیم نہ کیا۔ پھر وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے آپ اس وقت مقام ابراہیم کے قریب تھے۔ آپ سے فیصلہ کر دانا چاہتے تھے۔ کہ ان میں سے ہی ایک بول پڑا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیا تھا۔ آپ نے اُس فیصلہ کی تفصیل سنی۔ اور فرمایا۔ جو علی المرتضیٰ نے کہا ہے۔ وہ درمیان فیصلہ کیا ہے۔ وہ درست اور برحق ہے۔

دریاض النضرۃ جلد ۴ ص ۹۷ اور کتب فضیلتہ

مطبوعہ بیروت طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حساب

کے بھی امام تھے

الریاض النضرۃ

رفیق ابن عیش روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک واقعہ میں دو شخص دوران سفر کھٹے کھانا کھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ اور دوسرے کی تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے اکٹھی کر لیں۔ اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ استنہ میں ایک اور آدمی کھانے میں شریک ہو گیا۔ ان تینوں نے اٹھ روٹیاں کھالیں۔ فراغت پر تیسرے آدمی نے ان دونوں کو اٹھ درہم دیئے۔ اور کہا کہ آپس میں تقسیم کرو۔ یہ میں ان چند لقموں کا معاوضہ ادا کر رہا ہوں۔ جو میں نے کھا سکے ہیں۔ دونوں ساتھی آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ پانچ روٹیوں والا پانچ درہم مانگی تھا۔ اور تین دوسرے کو لینے کے لیے کہتا تھا۔ لیکن تین روٹیوں والا نصف نصف لینے پر رخصا ہوا تھا۔ دونوں بالآخر مقدمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے واقعہ سننے کے بعد تین روٹیوں والے کو فرمایا۔ کہ جو تمہارا ساتھی دیتا ہے۔ لے لو۔ اُس نے کہا میں تو عدل و انصاف کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ اپنے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر میں ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم دیتے ہیں۔ اُس نے پوچھا

امیر المؤمنین! یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ دیکھو آٹھ روٹیاں تھیں۔ تین کھانے والے۔ ہذا ہر ایک روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا۔ اس لیے اس کے تین حصے کرنے پڑیں گے۔ اس طرح آٹھ روٹیوں کے چوبیس حصے ہوئے ان چوبیس حصوں میں سے ہر ایک حصے آٹھ حصے کھائے ہیں۔ ہذا تم نے اپنے ۹ حصوں میں سے آٹھ خود کھالیے اور پندرہ حصوں والے نے آٹھ کھائے اور سات رہ گئے۔ (۱) اور تمہارا ایک حصہ اور اس کے سات حصے وہ تیسرا شخص کھا گیا۔ (۲) اب تمہیں آٹھ دور ہم میرا سے ایک ملے گا۔ اور تمہارے ساتھی کو سات میں گئے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ کہ اب میں راضی ہوں۔

(۱)۔ الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۸

ذکر بعض اقصیۃ۔ مطبوعہ بیروت مطبع جدید

(۲)۔ موائع محررہ ص ۱۶۹، الفصل الرابع

مطبوعہ مصر

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ
کو علم نبوت کا خزانہ سمجھتے تھے۔

الریاض النضرۃ

ابو عازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ جاؤ اور حضرت علی المرتضیٰؑ

سے یہ مسئلہ پوچھو۔ کیونکہ وہ زیادہ علم واسے ہیں۔ سائل نے کہا۔
 امیر المؤمنین؟ میں اُن سے آپ کو زیادہ علم والا سمجھتا ہوں۔ یس
 کہ حضرت معاویہ بوسے۔ دیکھو تم نے بہت بُری بات کہی ہے
 تم ایسے شخص کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہو۔ جسے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی کثرت عطا فرمائی ہے۔ اور اُن کے
 بارے میں یہ بھی فرمایا۔ کہ علی تم میرے نزدیک وہ مرتبہ رکھتے ہو۔
 جو حضرت موسیٰ کے نزدیک حضرت ہارون کا تھا۔ مگر میرے بعد
 کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی
 مشکل سائل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا
 کرتے تھے۔

دریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۴۲ مطبوعہ
 بیروت طبع جدید

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جناب علی المرتضیٰ کو دین کا بہت

بڑا عالم سمجھتی تھیں

الریاض النضرۃ

کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مس

کے بارہ میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور مسئلہ جا کر حضرت
علی المرتضیٰ سے دریافت کرو۔ یہ روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے
(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۲)
مطبوعہ بیروت

الریاض النضرۃ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو
ماشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے دریافت فرمایا۔
تمہیں یہ روزہ رکھنے کا کس نے کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ علی المرتضیٰ
واقعی سنہ نبیؐ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ یہ روایت
ابو عمر نے بیان کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۵۹)
مطبوعہ بیروت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیلہ شریف کے سب سے زیادہ
حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

الریاض النضرۃ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کچھ
یہودی حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوصاف اور جسمانی خدو خال پر ہے۔ مدینِ اکبر رضی اللہ عنہ بڑے یہودیوں میں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غامدیں اس طرح متصل رہا ہوں۔ جس طرح دو انگلیاں جڑی ہوتی ہیں۔ اور حرا پہاڑ پر ہیں اور حضور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چڑھے۔ اس کے باوجود تمہارا سوال میرے لیے مشکل ہے۔ اس کا جواب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے ہیں۔ چنانچہ یہودی حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آئے۔ اور سوال کیا۔ کہ میں اپنے چچا زاد بھائی کے اوصاف کے بارے میں کچھ بتلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت کے متعلق فرمایا۔ آپ زیادہ لمبے قد کے نہ تھے۔ اور نہ ہی بہت ہست قد۔ بلکہ میانہ قد تھا۔ آپ کے چہرہ انور کی رنگت سرخی مائل سفید تھی۔ بال گھنگھریالے تھے جو کانوں کی کونک لمبے تھے۔ پیشانی کشادہ، بڑی اور سیاہ آنکھیں، سینہ مبارک پر بالوں کی لکیر، ناک پتلی اونچی ویدھی، دانت چمکیلے، گردن گہرا چاندی کی صراحی، ہاتھ اور قدم مضبوط، اور چلتے وقت یوں آگے کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ ہوتا جیسا کوئی شخص ڈھلوان سے اتر رہا ہو۔ کسی کی طرف مڑ کر دیکھتے تو پورا گھوم کر دیکھتے، کھڑے ہوتے تو لوگوں سے لمبے دکھائی دیتے بیٹھے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے، کلام فرماتے تو لوگ خاموش ہو جاتے، وعظ فرماتے تو لوگ رو پڑتے۔ آپ سب سے زیادہ مہربان، یتیم پر شفقت فرمنے والے، یتیموں کے خیر خواہ، سب سے زیادہ بہادر اور سخی اور خوش اخلاق تھے۔ چوغازی بن

فرمایا کرتے۔ جو کی رودنی اکثر خوراک ہوتی، دودھ بطور سالن استعمال فرماتے۔ کچھ کی چھال کا بھرا ہوا بستر اور ام غیلان کی چار پائی تھی۔ آپ کے عامہ شریف کے دو شعلے تھے۔ ایک کو حساب اور دوسرے کو عقاب کہتے ہیں۔ تنوار کا نام ذوالفقار، جھنڈے کا نام غزار، اونٹنی کا نام غضباء، شجر کا دلال، گدھا کا یغور، گھوڑا کا مرہیز، بحری کابرت، عصا کا مشوق اور جھنڈا کا حمد تھار اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور انہیں چارہ ڈالتے، اپنے کپڑوں اور جوتوں کو خود سی یا کرتے تھے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۶۲)

مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء کا ملین

میں سے سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔ ایک شخص نے دوران طواف جناب فاروق اعظم کو کہا۔

کہ علی المرتضیٰ سے میرا حق دلوادیں؟ پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ انہوں نے میری آنکھ زخمی کر دی ہے۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے طواف روک دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے طواف کے مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ فاروق اعظم نے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو جناب علی المرتضیٰ کہنے لگے۔ یہ طواف کے دوران مسلمان عورتوں کو گھورتا تھا۔ جناب فاروق اعظم نے فرمایا۔ اسے علی! تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ اس کے بعد اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فاروق اعظم نے فرمایا۔ تم پر اللہ کا غضب اتر رہا ہے۔ تمہارا کوئی حق نہیں بنتا۔ یہ شخص جس نے تمہاری آنکھ زخمی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جوہر ہیں۔ اور اس کے وئی ہیں۔

(الریاض المنيرة جلد سوم ص ۱۵۵ مطبوعہ)

بیروستہ مدنیہ

فصل بنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی

جان نثار کر دینا

الریاض المنصورة

(اختصار کے ساتھ) ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب قریش نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا دن ہلکا پڑتے جا رہے ہیں۔ اور مکتہ کے اطراف و اکناف میں بھی ان کے ہم درد پیدا ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے دار الندوة میں ایک سربراہی مجلس منعقد کی۔ اس مجلس میں ایک بوڑھے کی شکل میں شیخ نجدی بھی شامل ہو گیا۔ ان کی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ بالآخر ابو جہل کی رائے پر شیخ نجدی اور دیگر حاضرین نے ہاں کی۔ وہ یہ کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان منتخب کر کے ان سے یکبارگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درات کے سوتے میں حملہ کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ کر کے اس پر

عمل کرنے کے لیے وہ سربراہ اپنے اپنے قبیلہ میں پلے گئے۔ اور
 جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری حقیقت حال سے باخبر
 کر دیا۔ اور کہا۔ کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ رات
 کا کچھ حصہ گزرا آپ کو حملہ آوروں کا پتہ چلا۔ تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ
 کو اپنے بستر پر آرام کرنے کا حکم دیا۔ خود باہر تشریف لائے۔ اور
 ایک مٹی بھر بیت لی۔ اور دروازے پر کھڑے حملہ آوروں کی
 طرف پھینک دی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ اور بخیر و عافیت سو رہے۔
 نسین کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے۔ اور جہاں
 جانا چاہتے تھے۔ اُدھر تشریف لے گئے۔ بعد میں کفار کے
 قریب سے ایک شخص نے گزرتے ہوئے کہا۔ جن کی انتظار
 میں ہو۔ وہ خدا کی قسم تمہارے سر پر مٹی ڈال کر یہاں سے چلے
 گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ مارا۔ تو واقعی مٹی پڑی
 مٹی۔ پھر اندر جھانک کر دیکھا۔ تو چادر میں پٹا کوئی سویا ہوا نظر آیا۔
 تو کہنے لگے۔ ہمارا شمار تو یہیں ہے۔ صبح ہونے کے بعد جب
 حضرت علی المرتضیٰ چادر اتار کر اسٹے۔ تو یہ دیکھ کر حملہ آور حیران
 ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ واقعی وہ شخص پہنچا کہہ گیا ہے۔ اس کے
 بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ سو آپ بعد
 اصحاب مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

دار یافق النضرۃ جلد سوم ص ۱۷۶

مطبوعہ میرت طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل

سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی:

مجمع الزوائد:

عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سنت گرمی میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور آپ نے اس وقت سردیوں والے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور ایک دفعہ سخت سردی میں تشریف لائے۔ اور اس دفعہ کپڑے گرمیوں والے پہن رکھے تھے۔ آپ نے دعا مانگی۔ پھر اپنی پیشانی سے پسینہ صاف فرمایا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنے والد سے کہا۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمی والے کپڑے اور گرمیوں میں سردیوں والے کپڑے زیب تن فرماتے ہیں۔ ان کے والد ابو بکرؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ذرا تحقیق کی خاطر اپنے بیٹے عبدالرحمن کو ساتھ لیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے محضر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میری آنکھیں دکھی ہوئی تھیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا

عقاب دہن ڈالا۔ پھر مجھے فرمایا آنکھیں کھولو۔ میں نے کھولیں اس وقت سے آج تک پھر کبھی وہ شکایت نہیں ہوئی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ! اس سے سردی اور گرمی دور فرما دے۔ لہذا اس کے بعد آج تک مجھے گرمی اور سردی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

۱۔ مجمع الاوائد جلد ۹، ص ۱۲۲

مطبوعہ بیروت مکتبہ جدید

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲

ص ۶۲ مطبوعہ کراچی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں۔

کنز العمال:

مسند سید الحسن بن علی مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ”سید العرب“ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ سننے والے نے عرض کیا۔ حضور! سید العرب آپ خود نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اسے فرمایا۔ میں ”اولاد آدم کا سید“ ہوں۔ اور سید العرب“ علی ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ آگئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا۔ اے جماعت انصار! کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں۔ کہ اگر تم اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ یہ کہہ کر خود ہی فرمایا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ ان

کے ساتھ محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے اور ان کی عزت کرو
میری عزت کی وجہ سے۔ یہ حکم جبرئیل امین نے دیا ہے۔ جو میں نے
تمہیں ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۳ مطبوعہ)

کنز العمال

شرجیل ابن مرہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
خود یہ الفاظ سنے۔ ”اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ تیری زندگی اور
موت میرے ساتھ ہوگی۔“

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۴)

(مطبوعہ مطب)

حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت
کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی

کنز العمال:

عبداللہ بن الحارث روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ مجھے یہ بتائیے۔ کہ آپ کی
کوئی بات اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت
علیؑ نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس تھا۔ اور آپ نماز میں مصروف تھے۔ فراغت پر آپ نے فرمایا۔ اسے علی! تو اُمّہ سے کوئی بھی بھلائی مانگے گا۔ تو میں اس کے بارے میں اُمّہ سے سوال کروں گا۔ اور تو کسی چیز سے پناہ طلب کرے گا۔ تو میں بھی اس کی پناہ کے بارے میں تیری اُمّہ کے حضور سفارش کروں گا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ

مربیہ طلب)

نوٹ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کوئی دعا روئیں کی جاتی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے کی سفارش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کہنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ کل جنت اس شخص

کے ہاتھ میں دوں گا۔ جس کے ہاتھوں فتح مقدر

ہو چکی ہے

بخاری شریف:

حضرت اہل البیہ اس روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

نے فرمایا۔ کل میں جھنڈا اس آدمی کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔ لوگ رات بھر سوچتے رہے۔ کہ دیکھو صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ حاضر ہوئے۔ اور ہر ایک کی دلی تمنائ تھی۔ کہ جھنڈا اُسے ملے۔ آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ حاضرین نے عرض کیا۔ حضور! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اہلین میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ نے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔ اور دعا کی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی دکھتی آنکھیں فوراً تندرست ہو گئیں گئیں۔ کبھی ان میں تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد اپنے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا۔ کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا۔ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق جو ان پر ہیں۔ وہ یاد دلاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت عطا فرماوے۔ اور یہ دولت تمہارے لیے سرخاؤ نٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۷۵)

(نفاہی علی۔ مطبوعہ کراچی)

ۛ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور
اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ غزوہ خیبر کے دن حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں آج جہنڈا اس شخص کو عطا کروں گا۔
جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہو۔ فتح اسی کے ہاتھوں
ہوگی۔ جناب فاروق اعظم کہتے ہیں۔ کہ اس سعادت کو حاصل کرنے
کے لیے میں نے سینہ تانا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
بجائے علی المرتضیٰ کو جو اگر جہنڈا انہیں دے دیا۔ اور فرمایا۔ جاؤ
مڑا کر نہ دیکھنا۔ چنانچہ علی المرتضیٰ چلے گئے۔ تھوڑا دور جا کر ٹھہر گئے
لیکن مڑ کر نہ دیکھا۔ وہیں اُدھر مدہ کیے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس مطالبہ پر بڑائی
کروں۔ فرمایا۔ اس پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔
اور محمد اللہ کے پیغمبر رسول ہیں۔ اگر وہ یہ مان لیں۔ تو ان کے مال و
خون محفوظ ہو سکے۔ ان کے حقوق ضائع نہ ہوں گے۔ ان کے مال
کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور اگر یہ نہ مانیں تو پھر ان سے جہاد کرو
یہ روایت مسلم اور ابوداؤد نے مختلف الفاظ سے ذکر کی ہے۔

الریاض النضرۃ جلد ہفتم، ۴۷۱ ذکر اختصار معہ ما عطا نہ الرایہ

marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ اشد اور اس کے

رسول کریم کے محبوب تھے

الریاض النضوة

سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اشد تھے آنکھوں کی خرابی کے باعث غزوہ خیبر میں نہ جاسکے۔ لیکن افسوس تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کیوں رہ گیا۔ یہ سوچ کر خیبر کی طرف چل دیئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے۔ فتح کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جہنڈا میں اس شخص کو دوں گا جو اشد اور اس کے رسول کا محبوب ہے۔ اس کے ہاتھ فتح ہوگی اسنے میں علی المرتضیٰ آگئے۔ حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جہنڈا عطا فرمایا۔ اور پھر خیر فتح ہو گیا۔

(الریاض النضوة جلد ۱ ص ۱۴۸ اور شتہ ص ۱۴۸ عطاء اللہ الرازی)

خوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اشد اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور اشد اور اس کے پیغمبر کو حضرت علی المرتضیٰ محبوب تھے۔ گویا دونوں طرف سے محبت تھی۔ یہ سعادت و فضیلت تمام

سادتوں کا جنح اور اصل ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے

دُوبا سورج واپس کیا گیا

صواعق مخرقہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روشن کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی نماز عصر کی خاطر سورج واپس لوٹا یا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی گود میں حضور سرور کائنات آرام فرماتے۔ وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اور نزول وحی کافی دیر تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز عصر پڑھ کر ادا نہیں فرمائی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتقاد وحی پر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ لہذا اس پر سورج لوٹا دیا جائے۔ اس دعا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے سورج لوٹا دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز عصر ادا کر لی۔ سورج واپس ہونے والی روایت امام طحاوی نے بھی ذکر کی ہے تاحضی عیاض نے الشفاء میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور اسے صبح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرعہ نے اس حدیث کو حسن فرمایا۔ اسی طرح کے اور حضرات کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ ابو زرعہ نے ان لوگوں کی تردید کی۔ جو اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ لکھا۔

کہ جن لوگوں کا یہ زعم ہے۔ کہ جب سورج غروب ہو گیا۔ تو نماز بہر حال قضا ہو گئی۔ لہذا اس کے لوٹانے کا کیا فائدہ؟ اس زعم کو باطل کہا۔ اور فرمایا۔ کہ جس طرح سورج کا لوٹنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد نماز مصر کی ادائیگی بھی ان کی خصوصیت ہے۔ علاوہ ازیں غروب آفتاب کے بعد وقت کے لوٹنے کے بارے میں جو تردد نظر آتا ہے۔ اسے میں نے ”شرف العیاب“ کے کتاب العزۃ کی بحث میں ابتدائی سطور میں اسی واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ اسی موضوع پر ہمارے مشائخ عراق میں سے ایک نے یہ عجیب و غریب حکایت بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ میں ابو منصور المظفر بن اردشیر القباوی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ مجلس وعظ عصر تک جاری رہی انہوں نے خوبصورت الفاظ میں اہل بیت کے فضائل بیان کیئے اتنے میں بادل کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور سورج کو ڈھانپ دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گمان گزرا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ یہی ابو منصور منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور سورج کی طرف اشارہ کر کے خطاب کر کے کہا۔ کہ اسے سورج! اس وقت تک غروب نہ ہوتا تب تک میں آل رسول کی پوری مدح بیان نہ کر پاؤں۔ وگاہم تمام نے اگر تو بھی ان کی شان کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں رہا۔ کہ تو ان کی خاطر ایک مرتبہ ٹھہر گیا تھا۔ اگر تیرا ٹھہرنا سولی کے لیے تھا۔ تو اب ان کے غلاموں اور کارندوں کے لیے بھی تیرا ٹھہراؤ ہونا چاہیے۔ یہ الفاظ کہے۔ اور بادل ہٹ گئے۔ اور سورج نکل آیا۔

(صواعق محررقہ ص ۲۸) فصل رابع
فی نبذ من کراماتہ مطبوعہ قازان
طبع جدید

نوٹ:

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "شمس" کے بارے میں جو وضاحت فرمائی اس سے ثابت ہوا کہ معجزہ رونما ہوا تھا۔ اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس لیے کہ سابقہ امتوں کے پیغمبروں سے سورج کے ٹھہرنے اور لوٹنے کے واقعات جب موجود ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تمام انبیاء کرام کے معجزات کے جامع اور ان سے زائد سے مصنف تھے۔ آپ کے لیے ایسا واقعہ سرزد ہونا ضروری تھا۔ تاکہ فضیلت کئی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نے

اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔

مصنف ابن ابی شیبہ

صفیہ بنت ابی شیبہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت صبح کسے بالوں سے بٹھا ہوا کھل شریف اوڑھے باہر تشریف لائے۔ امام حسن آئے۔ آپ نے انہیں کھل میں لے لیا۔ پھر امام حسین آئے۔ آپ نے انہیں بھی کھل میں لے لیا۔

پھر سیدہ فاطمہ حاضر ہوئیں۔ اُن کو بھی کھل میں لے لیا۔ آخر میں حضرت
علی المرتضیٰؑ آئے۔ انہیں بھی کھل میں لے لیا۔ اس کے بعد یہ آیت
ملاوت فرمائی۔ اِنَّمَا يُؤَيِّدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ الْخَاطِئِينَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اہل بیت
کے بارے میں یہ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کی گندگی
دور کر دے۔ اور خوب پاک کر دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲)

ص ۲۷ فضائل، مطبوعہ کراچی۔)

نوٹ:

مذکورہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہوئی ہے۔ اور صحیح ہے۔ اس
سے بعض لوگ یہ منالطردیتے ہیں۔ کہ حضور علیؑ علیہ وسلم کی اہل بیت وہی چار حضرات
ہیں۔ لیکن یہ باطل ہے۔ اس کی پوری تفصیل تحفہ جعفریہ میں ہم نے ذکر کر رکھا ہے
مختصر یہ کہ سورہ احزاب جس کی یہ ایک آیت ہے۔ یہ سورہ اول تا آخر اس
آیت تک حضور علیؑ علیہ وسلم کی اذواج مطہرات کے بارے میں مختلف
واقعات و اوصاف بیان کر رہی ہے۔ اس لیے جن کو اہل بیت کہا گیا۔ وہ
درحقیقت اذواج مطہرات تھیں۔ لیکن پاکیزگی اور طہارت میں شامل کرنے کے
لیے حسین کریمین اور سیدہ فاطمہ و علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہم کو بھی حضور علیؑ علیہ وسلم
نے اہل بیت میں شامل فرمایا۔

ۛ

حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی

عبادت ہے

مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی لیے طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف بڑے غور سے دیکھا کرتے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو بتلایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ”علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔“

مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۱ باب النظر الیہ

ص ۱۱۹ بیروت طبع جدید

الریاض النضرۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبر سے روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے بارہا اپنے والد کو حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو غور دیکھتے ہوئے پایا۔ میں نے

ایک دفعہ عرض کی۔ آپ کا چہرہ علی المرتضیٰ کو بغور دیکھنا کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ ”علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے“

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۶۶، طبع
بیرست طبع جدید)

نوٹ

کچھ عقل کے دشمن اور حضرات صحابہ کرام کے بدخواہ یہ کہتے اور لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابو بکر صدیق اور ان کی صاحبزادی کو حسد و بغض تھا۔ اور ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ روایت مذکورہ اس خیال کی پر زور تردید کرتی ہے۔ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض و حسد ہوتا۔ تو وہ یہ روایت و واقعہ قطعاً ذکر نہ کرتیں۔ اور اسی طرح جناب صدیق اکبر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر نہ فرماتے۔ اور نہ ہی بار بار چہرہ علی المرتضیٰ پر نظر ڈالتے حضرات صحابہ کرام باہم ”رحماء بینہم“ کی تصویر تھے۔ لہذا ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسے خیالات رکھنا اور پھیلانا ازلی بد بختی ہے۔

پتہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیر خُدا

سے عقیدت

الریاض النضرۃ

حضرت سیدہ معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت پیار و انس تھا۔ میں جنگوں میں بھی آپ کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں اور بیماروں کی نگہداشت کرتی۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در و دولت پر حاضر ہوئی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ اس وقت اُسی گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے میں نے کُنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ سے فرما رہے تھے۔ عائشہ! یہ شخص (علی المرتضیٰ) مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کا حق جانو۔ اور اس سے اچھا معاملہ رکھو۔ اس کے بعد جنگ ختم ہونے پر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے گھر آئی۔ اور پوچھا۔ اسے ام المؤمنین! آج آپ کا دل ان ارشادات کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص (علی المرتضیٰ) کے بارے میں جنگ کی کیفیت میں تم سے فرمائے تھے؟ فرمایا۔ اسے کُنا۔ یہ! میرا

دل اس شخص کے بارے میں کیسے برا ہو سکتا ہے۔ جو جب بھی جہاں گھرا یا۔ تو میرے والد ابو بکر کی نظروں اس کے چہرہ پر رچی رچئی تھیں میں نے اس بارے میں ایک مرتبہ اپنے والد گرامی سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ بیٹی! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا ہے۔ کہ اس شخص (علی المرتضیٰ) کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ اسے جندی نے بھی روایت کیا ہے۔
 والریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۹۷ مطبوعہ
 بیروت طبع جدید

الریاض النضرہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت عمر بن حصین کی عیادت کا فرمایا۔ کیونکہ وہ مریض تھے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو اس وقت وہاں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ عمران بن حصین نے مشکلی لگا کر حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا۔ کہ ہم نے بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ ارشاد سنا ہے۔ اسے ابراہیم نے روایت کیا ہے

(الریاض النضرہ جلد ۱ ص ۱۹۷)

(مطبوعہ بیروت طبع جدید)

خوٹ

احادیث مذکورہ سے ہم اہل سنت کے بارے میں جو اہل تشیع کہتے پھرتے ہیں کہ انہیں اہل بیت سے کوئی محبت نہیں ہے۔ اس کا واضح رد ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (جو خلیفہ جانشین ہیں) اور ان کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے کس قدر سلوک تھا۔ یہ بھی ان احادیث سے واضح ہوا اور اس طرح ان حضرات کے مابین حداد و بغض و حسد کے فرضی واقعات کی نقلی بھی کھل جاتی ہے۔ جو اہل تشیع نے اختراع کر رکھے ہیں۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور اسی کہ شیخ صدوق نے بھی لکھا ہے۔

جامع الاخبار

مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۹۹ فصل ۱۳)

ترجمہ:

یعنی جو شخص آل رسول کی محبت لیے دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ

اہل سنت و جماعت مرا۔

اور جامع الاخبار ص ۸۷ پر لکھا ہے۔ کہ جو اہل سنت ہو کر مرا۔ اس پر نہ قیامت کی سختی اور نہ عذاب قبر ہوگا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اہل بیت حضرات کے حقیقی اور صحیح صحب اہل سنت و جماعت ہیں۔ جو کسی صورت میں ان کی شان کی تنقیص نہیں کرتے۔ اور دوسرے بناوٹی صحب یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ بوقت ضرورت علی المرتضیٰ کو برا بھلا کہنا جائز ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں ضرار صدائی کا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان

الریاض النضرۃ :

مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا۔ کہ تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہو۔ ضرار نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! مجھے معاف رکھا جائے۔ لیکن امیر معاویہ نے مجبور کیا۔ اور کہا، تمہیں تعریف کرنا ہی پڑے گی۔ اس پر اس نے یوں تعریف بیان کی۔

خدا کی قسم! علی کا مقام بہت بلند اور تقویٰ انتہائی مضبوط ہے۔ ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عدل پر مبنی ہوتا۔ ہر قسم کا علم آپ کی زبان سے جاری ہوتا۔ ہر قسم کی حکمت زبان سے ظاہر ہوتی۔ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے انہیں نفرت تھی۔ رات کی تاہیگی سے اُنس تھا۔ اُنسو بکثرت اور نظر و فکر کافی عرصہ تک جاری رہتی۔

لباس مختصر، کھانا خشک آپ کی پسند تھی۔ امیر ہوتے ہوئے بھی عام آدمی کی سی بود و باش ہوتی۔ کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب دیتے اور خیر دریافت فرماتے۔ ہم لوگ ان کے قریب ہونے کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے گفت گوز کر سکتے۔ آپ دین والوں کی تعلیم کرتے مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے۔ کوئی طاقت ور آپ سے ناحق فیصلہ نہ کروا سکتا اور کوئی کمزور اپنے حق سے محروم نہ رہتا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ رات جب خوب سیاہ ہو گئی۔ اور ستارے چمکنے لگتے۔ تو اس وقت آپ سانپ کے ڈسے ہوئے انسان کی طرح پریشان حالت میں اپنی دائرہ میں پکڑے غمزدہ اور روتے ہوئے کبھی رہے ہوتے تھے۔ اے دنیا! مجھے چھوڑ دے۔ اور دھوکہ دینا ہے۔ تو کسی اور کو دے۔ میرے پیچھے اس لیے آتی ہے۔ کہ مجھ سے تجھے محبت ہے۔ جاؤ دور ہو جائیں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ اب رجوع نہیں کروں گا۔ پھر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے۔ تیری عمر تھوڑی اور احساس کم ہے۔ افسوس سامان تھوڑا اور سفر لمبا ہے۔ اور راستہ خطرات سے بھرا پڑا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں یہ تقریبی کلمات کہنے۔ تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! علی المرتضیٰ واقعی ایسے ہی تھے۔ پھر پوچھا۔ اے ضرار! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تجھے کیسا غم و صدمہ ہے۔ کہنے لگا۔ یوں جیسا کہی عورت کا اکوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

(دیباغی النفرہ جلد سوم ص ۸۷) الفصل التاسع فی ذکر نبذ من نقضوا

نوٹ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو عداوت و بغض کے قصہ جات اہل تشیع پیش کرتے ہیں۔ ایک طرف اور شخص ان دونوں حضرات کے مابین مخالفت سمجھتا ہے۔ یہ روایت اس کے لیے مستجاب جواب ہے۔ اہل سنت کی کتابوں کی طریقہ ہی واقعہ "مرثیۃ المہمب" میں بھی مذکور ہے۔

قیامت کے دن جہنڈا حضرت علی

المرتضیٰ کے ہاتھ میں ہوگا

کنز العمال

لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ: قیامت کے دن آپ کا جہنڈا کون اٹھائے گا۔ فرمایا۔ کون ہے۔ اچھا شخص جو اس کو اٹھائے گا۔ مگر وہی کس نے دنیا میں اس کو اٹھایا تھا۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۷۷ مطبوعہ
(مطبوعہ)

حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جنت

کے باغات

کنز العمال: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے

ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت علی المرتضیٰ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں گئے۔ ہم ایک باغ کے قریب سے گزرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! یہ کیسا اچھا باغ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تیرا باغ اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اسی طرح ہم یکے بعد دیگرے سات باغات کے پاس سے گزرے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر باغ کو دیکھ کر اس کی تعریف فرماتے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے کہ جنت میں تیرا باغ اس سے کہیں بہتر ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۶۶ مطبوعہ مطب)

فصل ششم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ۔

اسد الغابہ

حضرت علی المرتضیٰ کا قرآن ہے۔ اَلَّذِي نَشَأَ جِيْفَةً فَلَانَ
اَرَادَ مِنْهَا شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلٰی مُخَالَطَةِ الْكَلَابِ۔
یعنی دنیا مر دار ہے۔ لہذا جس شخص نے اس کی کسی شئی کا ارادہ
کیا۔ تو وہ اپنے آپ کو کتوں کے ساتھ ملا ہوا سمجھے۔

(اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۳)

نوٹ

دنیا کی حیثیت اور اس سے بے رغبتی کی اعلیٰ مثال بیان فرمائی۔ مردار اور
پھر اس سے محبت اور اس کے حصول کی کوشش ٹھیک ہے کتے ہی کو ہوتی
ہے۔ انسان تو مرد سے کوکھانا اور اس کے حصول کو پسند نہیں کرتا اس سے
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور اس کی ناپائیداری
بالکل واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی جگہوں میں شرکت

اور پھر وہاں سے مال غنیمت کے ملنے کے باوجود کبھی اس کو نبھال کر نہ رکھا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ فقیر و مسکین کیوں ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔
 رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا۔ لَنَّا عِلْمٌ وَ لَلْجُهَّالِ مَآل۔
 اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ہر خوش ہیں۔ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا۔ اور جاہلوں کو مال و دولت عطا کیا۔

اسد الغایۃ

حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ سے فرما رہے تھے اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسی اخلاقی زینت عطا فرمائی ہے۔ جو دوسرے عام آدمیوں میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب بات یعنی زہد عطا فرمایا۔ اس زہد کی برکت سے تمہاری یہ حالت ہوگی۔ کہ دنیا کی کوئی چیز تم حاصل نہ کرو گے۔ اور نہ ہی دنیا کو تم سے کچھ ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے مساکین سے پیار کرنا عطا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ تمہارے امام ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور تم ان کی اتباع پر راضی ہوئے۔ اس لیے خوشخبری اس شخص کے لیے جو تم سے محبت رکھتا ہو۔ اور تمہارے متعلق سچ کہتا ہو۔ اور تمہاری وبریادی اس کے لیے جو تم سے فتنہ اور بغض رکھتا ہے۔ اور تم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں۔ وہی سچ کہتے ہیں۔ اور وہ تمہارے گھر کے پڑوسی ہوں گے اور تمہارے محل میں تمہارے رفیق ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے

تم پر غصہ کیا۔ اور جھوٹ باندھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ تیاست میں جھوٹوں کے گروہ میں کھڑا کرے گا۔

(اسد الغابۃ جلد ۱ ص ۲۳)

نوٹ:

حدیث بالا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دنیا سے کنارہ کش ہونے کی صراحت کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں غریب مسکین سے محبت تھی۔

لاکھوں کا سامان غسریہ میں تقسیم کرویا

اسلام الغابۃ:

محمد ابن کعب کرزی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "میں نے اپنے آپ کو دیکھا۔ بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھا۔ اور میرا صدقہ آج کے دن پانچ ہزار دینار کو پہنچا ہوا ہے لیکن حجاج اور اسود نے شریک سے روایت کی کہ چالیس ہزار دینار تھا۔ اور اس چالیس ہزار دینار کو ذرکۃ نہیں ہے۔ حجاج نے شریک سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ کہ چالیس ہزار دینار مذکورہ سے مراد ذرکۃ نہیں ہے۔ بلکہ وہ مال مراد ہے۔ جو آپ نے دھت کر رکھا تھا۔ اور اس موقوفہ مال کی اگر آمدنی بزرگۃ دی جاتی تو وہ چالیس ہزار دینار ہوتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی مال خیر نہ کیا۔ اس کی دلیل وہ روایت بنتی ہے جو ہم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلام سے ذکر کی ہے۔ امام حسن نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت

کہا تھا۔ کہ آپ نے چھ سو درہم کے علاوہ کوئی نرک نہیں چھوڑا۔
ان چھ سو درہموں کا امام حسن نے ایک غلام خرید لیا تھا۔
(اسد الغابہ جلد چہارم ص ۲۳)

حضرت علی المرتضیٰ نے دینیوی زیبائش

کا کبھی بھی خیال نہیں فرمایا۔

اسد الغابہ

پکڑے فروخت کرنے والا "ابوالنوار" نامی شخص بیان کرتا ہے
کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ میرے ہاں تشریف لائے اور
آپ کے ہمراہ ایک غلام بھی تھا۔ آپ نے مجھ سے دو عدد قمیص
خرید فرمائیں۔ غلام کو فرمایا۔ ان دونوں میں سے جو قمیص پسند ہے
وہ لے لو۔ اُس نے قمیص ارشاد کرتے ہوئے ایک خود لی۔ اور
دوسری حضرت علی المرتضیٰ نے پکڑ لی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے
اپنے حصہ میں آنے والی قمیص جب پہنی تو اُس کی آستین لمبی تھی۔
آپ نے زائد مقدار کاٹ دی۔ اور اس کو کاٹنے کے بعد آگے
سے اُس کی سلائی نرکی۔ آپ نے ویسے ہی اُسے استعمال فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد چہارم ص ۲۳)

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور سرور کائنات

علیؑ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے شخص! جب لوگ آخرت کے بارے میں رغبت کم کر دیں گے۔ تو تیرا اس وقت کیا حال ہوگا؟ دنیا کی طرف اُن کی رغبت بڑھ جائے گی، اُن میراث گناہ کے ساتھ کھائیں گے، اور مال دنیا کو شدید محبت کے طور پر پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو سازش بنائیں گے اور حکومت کیلئے بڑھ جائے گا۔ یہ سن کر میں دُعا المرقعہؑ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اُس وقت اُن لوگوں کو اور اُن کی پسند کو چھوڑ دوں گا۔ اس کی بجائے میں اللہ، اُس کے رسول اور دار آخرت کو پسند رکھوں گا۔ دُنیا کی مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کروں گا۔ یہ میرا طریقہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ کہیں آپ سے مل جاؤں! انشاء اللہ تعالیٰ! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ! تو نے سچ کہا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ اسے اللہ! اس کے ساتھ ہی کر دے جو اس سے چاہتا ہے۔

(الریاض النضرۃ۔ جلد سوم ص ۱۱۱ مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

الریاض النضرۃ

علی بن ابی ربیعہ کہتے ہیں۔ کہ تیرا نامی شخص حضرت علیؑ المرقعہؑ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! بیت المال تو سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ المرقعہؑ اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ آپ اس وقت طحیہؑ کر

بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے بیت المال تشریف لائے اور لوگوں میں
منادی کروادی۔ اور بیت المال کا تمام خزانہ ان میں تقسیم کر دیا۔
پھر فرمائے گئے۔ اے سونے چاندی! تم کسی اور کو دعو کہ دو۔ اس کے
بعد فسوس فسوس کہتے رہے۔ سچی کہ بیت المال میں ایک درہم
بھی باقی نہ رہا۔ اور وہ جگہ جہاں سونے چاندی کٹھیر گئے ہوئے تھے۔
اُس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ اور اسی جگہ دو گنا زاد افرایا۔

داریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید

الریاض النضرۃ

حضرت حسن ابن جرموز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت
علی المرتضیٰ کو کوفہ کی جامع مسجد میں دیکھا۔ آپ دو چادروں میں
لبوس تھے۔ ایک بطور تہیندا اور دوسری اوڑھے ہوئے تھے۔
تہیندا نصت پنڈلی تک تھا۔ بازاروں میں گھومتے۔ وڑھ ہاتھ میں
ہوتا۔ اور یہ حکم دیتے۔ لوگو! اللہ کا خوف، سچی بات، اچھی بیع
اور پورا کیل و وزن برتو۔

داریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ:

مذکورہ احادیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دینی و مالی ہمت و شجاعت

سے بے رغبتی کس قدر واضح ہوتی ہے۔ اس قدر دل و قلاع کی محبت کی بجائے پناہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ گویا آپ فرشتہ سیرت انسان تھے۔ لاکھوں کی دولت پل بھر میں طرباویں تقسیم کر دی۔ اور شکرانہ کے نفل ادا کیے۔ ایسے غنی اور حبیب جاہ و مال سے خالی شخص کے بارے میں۔ ”باغ فدک“ کے جھگڑے اور اس کے حصول کے لیے ادھر ادھر کی لائینی باتیں کرنا اور کہنا زیب آئیں وہ نہیں۔ اور اسی طرح خاتونِ جنت جو ان کی طرح دنیا سے بے رغبت تھیں۔ ان کے متعلق اس مسئلہ پر تکرار اور جھگڑا وغیرہ نامناسب اور قطعاً روا نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل ہفتم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

مخالفین پر اللہ کی پھٹکار

صواعق محرقہ

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایک وفد ایک حدیث بیان کی۔ حدیث سن کر ایک شخص نے کہا۔ کہ میں اس حدیث کی تکذیب کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تجھ پر بدعا کرتا ہوں۔ اگر تو جھوٹا ہے۔ تو اس نے کہا۔ ٹھیک ہے ضرور کیجئے۔ لہذا آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ اور وہ تائب ہوا۔

(صواعق محرقہ ص ۲۹ فصل ربع مہجودہ)
بیروت طبع جدید

الہدایۃ والہنایۃ:

عثمان ابن حبیب کا کہنا ہے کہ میرے والد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پہلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ شقی اور بد بخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ شخص کو جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی ازمنی کی کھیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ پھر پوچھا کہ پچھلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت اور شقی کون ہو گا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ وہ شخص جو تمہارے سر پر وار کرے گا۔ جس سے تھلا سر اور دماغی خون سے رنگین ہو جائے گی۔

الہدایۃ والہنایۃ جلد ۳ ص ۳۲۴

ذکر فضل امیر المؤمنین حضرت علی

مطبوعہ بیروت جدید

بخاری شریف

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں آیا۔ اور ان سے حضرت عثمان غنی کے متعلق پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی ثمریاں اور عکیاں بیان کیں۔ پھر اس شخص سے کہا۔ شاید تمہیں یہ باتیں بُری لگتی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے

اُسے کہا: ”اُمّہ تجھے ذلیل کرے“ پھر اُسی شخص نے مذمت ابن عمر سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں پوچھا۔ مذمت ابن عمر نے ان کی خوبیاں اور اچھائیاں بیان کیں۔ اور کہا: کہ مذمت علی وہ ہیں جن کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے۔ پھر پوچھا: شائد تجھے یہ باتیں بھی بُری لگی ہوں گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پھر فرمایا: اُمّہ تعالیٰ تجھے رُسوا و ذلیل کرے۔ تو مجھے تکلیف دینے میں جو کر سکتا ہے کرے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم)
ص ۲۲۲ مناقب علی۔ نور محمد صالح
المطابع کراچی

مصنف ابن ابی شیبہ

ابو ہارون بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور ابن مردودوں بیٹھے تھے۔ کہ اچانک تافع بن ارزق آیا۔ اور آتے ہی اُس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سر کی طرف کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا۔ اُمّہ کی قسم! میں علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ حضرت ابن عمر نے سراٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ اُمّہ تعالیٰ تیرے ساتھ بغض رکھے۔ تو ایسے شخص سے بغض رکھتا ہے۔ جس کی ایک سی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۷ ص ۸۲)

فصل ششم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی روحانی قوت اور قلبی خداوندی

الریاض النضرۃ

محمد بن زید رضی اللہ عنہ واثی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! کیا تم جانتے نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا میں عرض کے زیر سایہ اس کی دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ مجھے سنبر صبی پرٹکا پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد دوسرے انبیائے کرام کو ایک ایک کر کے بلایا جائے گا۔ وہ عرض کی دائیں جانب آٹنے سامنے دو قطاروں کو کھڑے ہو جائیں گے۔ انہیں بھی جنت کی سبز پوشائیں پہنائی جائیں گی۔ اے علی! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ سب سے پہلے میری امت کا حساب دکنب ہو گا۔ اور تمہیں مبارک ہو۔ کہ صاب ہو گا۔

کے لیے میری قربت کی وجہ سے ہمیں سب سے پہلے آواز دی جائے گی۔ میرا جھنڈا تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔ جس کا نام ”لواء المحمّدیہ“ تم آستے اٹھائے ہوئے انیلے کرام کی دوقوں مقوقں کے درمیان پھرو گے۔ تمام مخلوق بعد حضرت آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے جائیں گے۔ اس جھنڈے کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہو گی۔ اس کا ڈنڈا سرخ یا قوت کا ہو گا۔ سفید چاندی کا بنا ہوا دستہ اور ہنرمونی کی نوک ہو گی۔ اس کے ساتھ نور کی تین لڑیاں بھی ہوں گی۔ ایک لڑی مشرق دو سری مغرب اور تیسری دنیا کے وسط میں ہو گی۔ جھنڈے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی۔ پہلی میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دو سری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہو گا۔ ہر سطر کی لمبائی اور چوڑائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہو گی۔ اسے علی! تمہارے جھنڈے کے چلو گے۔ حسین کو ہمیں تمہارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اور تم میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے سامنے عرش کے سایہ میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں جنتی لباس پہنایا جائے گا۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک آواز آئے گی۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل باپ آپ کا باپ ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اور سب سے افضل بھائی بھی آپ کا بھائی ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اسے علی! ہمیں مبارک ہو۔ میرے ساتھ تمہیں جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ میرے ساتھ تمہیں جلایا جائے گا۔ اور میرے ساتھ ہی ہمیں

سلام کہا جائے گا۔

(الریاض المنصورة جلد ۱ ص ۱۶۱)

کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن اس کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ جس کی وجہ سے مسلمان اس قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اس دروازے کو حضرت علی المرتضیٰ ایک لاٹھی کی طرح کفار پر استعمال کرتے تھے۔ جب بعد میں اس کا تجربہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ چالیس آدمیوں کے اٹھانے سے اٹھتا تھا۔

(کنز العمال جلد ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ)

طلب۔ طبع جدید)

خوٹ

چالیس آدمیوں کے ل کر اٹھانے سے جو دروازہ اٹھتا تھا۔ اُسے تنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا۔ اٹھالینا اور پھر اسے لاٹھی کے طور پر کفار کے غلاط استعمال کرنا کوئی آپ کی جمائی طاقت نہ تھی۔ بلکہ یہ قوت رومانیہ کا کوشمہ تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی قوت رومانیہ بھی بے مثل تھی۔

الریاض المنصورة

حضرت علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ مقام مدینہ میں ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مشرکین کے کئی ایک نمائندے حاضر خدمت ہوئے۔ اور سوال کیا۔ کہ حضور! ہمارے بھائیوں بیٹوں اور دوستوں میں سے کچھ افراد آپ کے پاس آگئے ہیں۔ وہ ہمیں واپس کر دیجئے۔ اگر وہ کچھ سوجھ بوجھ کے مالک ہوئے۔ تو ہم بھی ان سے دین سیکھیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اے قریش! بازارِ باڈور نہیں تم پر ایک ایسا شخص مقرر کروں گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان پر اس کے دل کا امتحان لے لیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! وہ کون ہے۔ یہی سوال حضرت ابوبکر اور عمر فاروق نے بھی کیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ ہے جو یہ جوتی سینے والا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جوتی درست کرنے کے لیے عطا فرمائی تھی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے طہرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جھوٹی بات میری طرف منسوب کی۔ اُس نے اپنی جگہ جہنم میں بنالی۔ دگوا میں نے جو کچھ کہا۔ وہ درست کہا۔ اترندی نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

(الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۵۶)

مطبوعہ بیروت طبع جدید ذکر اختتام

یوم الحمد بیہ

فصل نہم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی افضلیت کے بارے میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شخصیت میں کہ جن کے اوصاف و فضائل ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں ملے گا اور جسے نہ کہ ان بے پایاں اوصاف کی بنا پر کچھ ناواقف یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت خلفائے ثلاثہ سے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ اور پھر اسی کی بنا پر ان کے خلیفہ بلاغ فعل ہونے کی دُوم لگائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ہم خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور وہ بھی کتب اہل سنت سے لکھیں گے۔ کیونکہ ہم اہل سنت پر یہ طعنہ بھی دیا جاتا ہے۔ کہ ان کو حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی اہل سے کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن بقیہ خلفائے ثلاثہ کا تذکرہ ہم یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کے فضائل و کمالات اور پھر ان پر کیے گئے اعتراضات کا جواب ہم کتب اہل طہن سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض وہ عبارات کہ جن کے ذریعہ اہل سنت کو براہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان کی وضاحت اور حقیقت حال بیان ہو چکی ہے۔ فضائل اصحاب ثلاثہ ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے پیش اس لیے نہیں کیے۔ کہ واقعی لوگوں میں اور

ان کی تقریب میں کھی گئی کتب اہل سنت کو ہی نہیں ملنے۔ تو پھر ان کتب سے ان حضرات کی نفیست ذکر کرنا بے معنی تھا۔ ورنہ یہ موضوع اس قدر طویل ہے۔ کہ ایک ایک خلیفہ راشد پر کئی کئی مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اب بھی تحریر ہو سکتی ہیں۔ سر دست چونکہ اہل سنت پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ ان کی کتابوں میں علی اور اولاد علی کے فضائل مذکور نہیں۔ اس لیے ہم نے اس اعتراض کو ختم کرنے کے لیے اپنی کتب سے ان حضرات کے بارے میں مختصر طور پر فضائل ذکر کیے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نفیست کے ضمن میں خود حضرت علی المرتضیٰ کی زبان اقدس سے کئی ایک حقائق سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ تحفہ جعفریہ جلد اول کے قارئین کے ذہن میں اصحاب ثلاثہ کے خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تحقیق سے سامنے آجائے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل نہیں بلکہ چوتھے راشد خلیفہ ہیں۔ اور یہی حق ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام انبیائے کرام کے بعد نبیہ تمام انسانوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ترین شخصیت میں اور ان کے بعد دوسرا درجہ حضرت فاروق اعظم تیسرا درجہ حضرت عثمان اور چوتھا درجہ حضرت علی المرتضیٰ کا ہے۔ اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی کے مابین نفیست کا کچھ اختلاف موجود ہے۔

لیکن جہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ کہ ان نفیست کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔ اسی مقصد کے ثبوت پر چند تاویدی اور توشیحی اقوال درج ہیں۔

الریاض النضرۃ

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الشُّعْبَةِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ
مِنْ أَهْلِ الْيَقِينِ وَالْإِثْرِ أَنَّ عِدَّةً أَفْضَلُ السَّائِرِ
بَعْدَ عُثْمَانَ هَذَا مِمَّا لَمْ يُخْتَلَفْ فِيهِ وَ إِمْتِنَاعًا
أَخْتَلَفُوا فِي عِلِّيٍّ وَعُثْمَانَ وَ اخْتَلَفَ أَيْضًا بَعْضُ
السَّلَفِ فِي عِلِّيٍّ وَ إِبْنِ بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو قَاسِمٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
ابْنُ الْحَبَابِ السَّعْدِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمَسْنُوعِ بِالْحِجَةِ
لِسَلَفِ هَذِهِ الْمِلَّةِ فِي تَسْمِيَتِهِمُ الصَّدِيقِ بِخَلِيفَةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُمْ فِي ذَلِكَ
أَبُو عَمْرٍو وَ غَطَّاهُ ظَاهِرُ الْإِمْنِ تَأَمَّلْهُ يَعْنِي وَ كَرَّ
الْخِلَافِ فِي فَضْلِ عِلِّيٍّ عَلَى إِبْنِ بَكْرٍ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ قَدْ
ذَكَرَ فِي كِتَابِهِ تَعْرِيفًا لَا تُضَرِّعُهَا أَنَّهُ كَانَ مِنْ
جَمَلَةِ مَنْ يُعْتَقَدُ ذَلِكَ أَبُو سَعِيدٍ وَ أَبُو سَعِيدٍ مَقْنُونُ
رَوَى عَنْ عِلِّيٍّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَيَّدَ الْأَمْرَ بَعْدَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يُعْتَقَدُ فِي
عِلِّيٍّ أَنَّهُ حَيَّدَ مِنْ إِبْنِ بَكْرٍ

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۰ مرافقہ)

محبت الطبری۔

ترجمہ:

اہل سنت کے سلف و خلف یعنی فقہاء اور محدثین کرام کا اس بات پر
اتفاق ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ

کے بعد سب سے افضل ہیں۔ یہ وہ اجماعی مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور بعض علت کا حضرت علی اور ابو بکر صدیق کی افضلیت میں بھی اختلاف منقول ہے۔ ابوقاسم عبد الرحمن بن الجباب السدی نے اپنی تصنیف در الحجة لسنفت هذه الملة فی قسمیتہم الصدیق بخلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات کہی۔ اس میں ابو عمرو کو وہم پڑا۔ اور ظاہری غلطی بھی لگی۔ یعنی حضرت علی امر تفضی رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں۔ اور وہ (غلطی) یہ ہے۔ کہ اس نے اپنی کتاب میں اشارۃً یہ بات ذکر کی ہے۔ اس کی صراحت نہیں فرمائی۔ اور لکھا۔ کہ اسی عقیدہ کا ایک شخص ابوسعید بھی ہے۔ اور اسی ابوسعید نے حضرت علی امر تفضی سے یہ روایت بھی کی ہے۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے بہترین شخص ہیں۔ اور آپ کی بہتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پر ہے۔ تو یہ شخص کیونکر یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ کہ حضرت علی امر تفضی رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

الریاض النضرۃ

وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ النَّعْنَعِيِّ وَقَدْ سَمِعَ مِنْ تَفَضُّلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ قَبِيلَ لَهُ فَإِنَّ أَحْمَدَ بْنَ

حَبْلٌ وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ يَقِفَانِ عَلَى عُثْمَانَ فَقَالَ
أَخْطَأَ لَمَعًا أَدْرَكْتُ النَّاسَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
عَلَى هَذَا أَخْرَجَكَ حَيْثُمَةُ بْنُ سُكَيْمَانَ -

(الرياض النضره جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ :

ابو جعفر نقشبلی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی باہم نقیبت کا
سوال ہوا۔ تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر
صدیق ہیں۔ پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔
ان سے کہا گیا کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن کعب نقیبت صحابہ کے
متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان کو افضل کہنے
میں رک جایا کرتے تھے۔ تو نقشبلی نے جواب دیا۔ وہ دونوں غلطی پر
ہیں۔ میں نے اہل سنت و جماعت حضرات کو اسی عقیدہ پر پایا۔
(یعنی نقیبت باعتبار خلافت پر) اس روایت کو خیر بن سلیمان نے
روایت کیا۔

الرياض النضره

وَعَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْضِيلِ
أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ بَنِي
أَبِي طَالِبٍ فِي الْخِلَافَةِ وَيَذْهَبُ إِلَى حَدِيثِ سَيِّفَةَ

تَكُونُ خِلَافَةً رَحْمَةً تَلَائِيْنُ سَنَةً

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ:

امام احمد بن حنبل سے صحابہ کرام کی فضیلت باہمی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضیٰ ہیں۔ اور احمد بن حنبل حدیث ستیفہ کا حوالہ فرماتے کہ خلافت رحمت کا عرصہ تیس سال کا ہو گا۔

فصل دہم

شیخین کے بارے میں علی اور ان کی

اولاد کا فیصلہ

الریاض النضرۃ

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَمِّي بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ سَبَقَ الْأُمَّاءُ جُرُؤًا وَلَا نَصَارًا
إِلَى بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ وَأَنْتَ أَسْبَقُ مِنْهُمْ سَابِقَةً وَأَوْزَارِي
مِنْهُمْ مَتَقَبَّةً؟ قَالَ فَقَالَ عَمِّي وَيْلَكَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ
سَبَقَنِي إِلَى أَنْ بَعِ كُمْ أَوْ يَهِنَ وَلَمْ أَعْتَفِنِ مِنْهُمْ
بِسَبْقِي سَبْقِي إِلَى إِنْشَاءِ الْإِسْلَامِ، وَقَدِيمِ الْهَجْرَةِ وَ
مَصَاحِبَةِ فِي الْغَارِ وَأَقَامِ الصَّلَاةَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ

بِالشَّعْبِ يَظْهَرُ الْإِسْلَامَ وَأَخْفِيهِ وَتَسْتَحْقِرُنِي
 قَرِيشٌ وَلَسْتُ وَفِيهِ وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ زَالَ
 عَنْ مَن يَتَّبِعُهُ مَا بَلَغَ الَّذِينَُ الْعَبْدِيُّ يَعْنِي الْبَنَانِيُّ
 وَلَكِنَّ النَّاسَ كَرُمَةً تُكَرِّعُهُ طَائِفَاتٌ وَيَلْكَ
 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ذَمَّ النَّاسَ وَمَذَحَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ
 (إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ) الْآيَةُ كُتِبَتْ لَهُ قَرْمَةٌ
 اللَّهُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَبْلَغَ اللَّهُ رُوحَهُ مِنِّي السَّلَامَ
 (الرياض النضرة جلد ۱ ص ۸۹)

ترجمہ:

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ اے امیر المومنین :
 ہماجرین اور انصار نے حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت میں ہمدی
 کیوں کی حالانکہ آپ ابو بکر سے بہت اگے ہیں۔ اور آپ کی
 عظمت و منبت بھی ان سے زیادہ ہے؟ یہ سن کر حضرت علی
 المرتضیٰ نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس! ابو بکر صدیق چار باتوں میں مجھ
 سے بہت اگے ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے
 کے بعد اس کا علی الاعلان اظہار کیا۔ دوسرا یہ کہ ہجرت کرنے میں
 وہ مجھ پر بیعت سے گئے۔ تیسرا یہ کہ حضور علی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 غار ثور میں ہم نشینی کا شرف پایا۔ اور چوتھی یہ کہ انہوں نے نماز پڑھی
 اور میں اس وقت شعب ابی طالب میں تھا۔ وہ اسلام کو ظاہر
 کرنے والے اور میں چھپانے والا ہوں۔ قریش نے ان کی پزیرائی

کی۔ اور مجھے حقیر جانا۔ خدا کی قسم! اگر اس وقت ابو بکر صدیق تبلیغ اسلام سے باز رہ جاتے۔ تو آج اسلام دور دراز نہ پہنچ سکتا۔ اور لوگ شکرِ طاہر کی طرح دین سے منہ موڑ لیتے۔ تجھ پر افسوس! بے شک اللہ عزوجل نے جہاں لوگوں کی مذمت کی وہاں ابو بکر کی تعریف فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلَا تَنْصُرُوهُ الْاِلٰہَ۔ اگر اور لوگ حضور ملی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کریں گے۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کر چکا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی ابو بکر صدیق پر رحمت نازل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو میری طرف سے سلام پہنچا دے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے اُس شخص کو قتل کر دینے

کی دھمکی سنائی۔ جس نے آپ کو ابو بکر

سے افضل کہا

الریاض التضرۃ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الرِّئَاحِ قَالَ
أَقْبَلَ رَجُلٌ فَتَخَلَّصَ النَّاسُ حَتَّى وَقَعَتْ عَلَيَّ عَلِيٌّ
ابْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَالَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ قَدْ مُوَا أَبَا بَكْرٍ؟ وَأَنْتَ أَوْحَى مِنْهُ
مَنْقِبَةً؟ وَأَقْدَمَ إِسْلَامًا؟ وَأَسْبَقَ سَابِقَةً؟

قَالَ إِنْ كُنْتَ قَدْ شِئْتَ فَأَحْسِبْكَ مِنْ عَائِدَةٍ قَالَ
تَعَمَّرَ قَالَ نَوَلَا أَنَّ الْمُؤْمِنَ عَائِدٌ لِلَّهِ لَقَتَلْتَكَ وَ
يُحَلِّهِ أَنْ يَأْتِيَ بِحُكْمٍ سَبَقْتَنِي لِأَنْ بَيْعَ لَمْ أُؤَيِّمَنَّ وَ كَوُ
أَخِيصَ مِنْهُنَّ سَبَقْتَنِي إِلَى الْإِمَامَةِ أَوْ تَقْدَمَ الْإِمَامَةُ
وَقَدَّمَ الْعِجْرَةَ وَالْإِلَى الْغَايَةِ وَإِفْشَاءَ الْإِسْلَامِ -

(الریاض النضرۃ جلد اول ص ۶۰)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ :

عبدالرحمن بن ابی زناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک
شخص آیا اور جب مجمع ادھر ادھر ہو گیا۔ تو وہ حضرت علی المرتضیٰ کے
پاس اکھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین! ان ہماجرین و انصار کو کیا
ہو گیا کہ یہ سب ابو بکر کی بیعت کر بیٹھے حالانکہ آپ ابو بکر سے زیادہ مفاہت و
خوبول کے مالک ہیں۔ اسلام میں آپ کی اولیت ہے۔ آپ نے من
کر فرمایا۔ اگر تم قریشی ہو۔ تو تمہیں کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔ مومن ایسے
بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ
ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ فوس ہے تجھ پر۔۔۔۔۔ ابو بکر صدیق
بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر! ابو بکر صدیق
چار باتوں میں مجھ سے سبقت لے گیا۔ جن میں سے میرے اندر
کوئی ایک بھی نہیں۔ امامت، ہجرت، غار اور اسلام کو اعلان
پھیلانے میں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت میں
 والے کو مغتری کی حد لگانے کی وعید
 صواعق محرقہ

فِي الْبُخَارِيِّ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
 ثُمَّ رَجُلٌ آخِرُ فَقَالَ أَتُبُهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ ثُمَّ
 أَنْتَ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَصَحَّحَ الْأَذَقِيُّ
 وَغَيْرُهُ طَرَقًا أُخْرَى عَنْ عَلِيٍّ بِذَلِكَ وَفِي بَعْضِهَا
 الْأَوَّلُ بَلَعْنِي أَنْ رَجُلًا يُفَضِّلُونِي عَلَيْهَا مَنْ
 وَجَدْتُهُ فَضَّلَنِي عَلَيْهَا فَهُوَ مُغْتَرٌ هَلَكَبَهُ مَا عَلَى
 الْمُغْتَرِيِّ -

صواعق محرقہ ج ۱۰ الباب الثالث

مطبوعہ قادیان

ترجمہ:

بخاری شریف میں حضرت علی سے ہی روایت ہے۔ کہ فرمایا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بقیہ تمام انسانوں سے ابو بکر افضل ہیں۔ پھر عمر فاروق
 پھر ایک اور مرد۔ یمن کو حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ نے کہا۔ پھر آپ

کا درجہ ہے۔ جو اباً حضرت علیؑ نے فرمایا میں ایک عام مسلمانوں کا فرد ہوں۔ ذیہبی وغیرہ نے اس روایت کی دیگر طریقوں سے تصحیح کی ہے ان میں یوں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کچھ لوگ مجھے ابو بکر اور عمر فاروق پر فضیلت دیتے ہیں۔ ہذا جب تمہیں ایسا کوئی شخص ملے۔ تو سمجھ کر وہ مفتری (جھوٹا) ہے۔ اور جھوٹے کی سزا اس پر جہنم چاہیئے

کسی کے سینہ میں میری محبت اور شغین

سے بغض جمع نہیں ہو سکتے (حضرت علیؑ)

صواعق محرقہ

وَ أَخْرَجَ أَبُو بَكْرٍ الْأَحْمَرِيَّ عَنْ أَبِي حَبِيبَةَ سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَى مَنَبَرِ الْكُوفَةِ يَقُولُ إِنَّ عَمِيرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُمَرُ وَ أَخْرَجَ الْحَافِظُ أَبُو ذَرِّ الْهَرَوِيُّ مِنْ طَرِيقٍ مَعْتَوَعَةٍ وَالِدُهُ قَطَنِی وَ عَمِيرُهَا عُمَرُ وَ خَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ فِي بَيْتِهِ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَهْلًا يَا أَبَا حَبِيبَةَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِعَمِيرٍ لِلنَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ يَمُوكَ يَا أَبَا حَبِيبَةَ لَا يَجْتَمِعُ حَقِّي وَ بَغْضُ ابْنِ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ وَ أَخْبَارُكُمْ يَكُونُ نِيَامًا

خَيْرَ الْأَمْرِ عِنْدَهُ فِي رِوَايَتِهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ الْحَقِيقَةِ
وَجَاءَ عَنْهُ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ بِحَيْثُ يَجْزِمُ مَرَّةً
تَنْكِهًا بِصُدُورِ هَذَا الْقَوْلِ مِنْ عَلِيٍّ وَالتَّوَعُّدِ
وَنَحْوِهِمْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ يُعْيِكُهُمْ انْكَارُ صُدُورِ
هَذَا الْقَوْلِ مِنْهُ لِظُهُورِهِ عَنْهُ بِحَيْثُ لَا يُسْكِرُهُ
الْأَجَاهِلُ بِالْأَشَارِ أَوْ مُبَاهِتٍ قَالُوا إِشْمَاعًا قَالِ
عَلَيٌّْ ذَلِكَ تَقِيَّةٌ وَمَرَّ أَنَّ ذَلِكَ كَذِبٌ وَافْتِرَاءٌ
وَسَيِّئٌ أَيْضًا وَآخَسُنْ مَا يَقَالُ فِي هَذَا الْمَحَلِّ
الْأَلَمَةَ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ -

اصول علی محرقہ ص ۶۱ / الباب الثالث

فی الفصل اول - مطبوعہ قاہرہ طبع جدید

ترجمہ:

ابو جعفر سے ابو بکر اجری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ
کو کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ اُس امت میں
سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص ابو بکر ہیں۔ پھر اُن کے
بعد عمر فاروق۔ حافظ ابو ذر ہروی نے بہت سے مختلف طریقوں سے
اور دراقطنی وغیرہ نے بھی بیان کیا۔ کہ ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت علی
المرتضیٰ کے گھر میں گیا۔ اور پوچھا۔ اسے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے۔ (یعنی ان الفاظ سے
انہوں نے حضرت علی کو مخاطب کیا۔) یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا۔
اے ابو جعفر، رک جاؤ۔ کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں
اسے ابو جحیفہ میری محبت اور ابو بکر و عمر سے بغض کسی مومن کے دل
میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کی روایات حضرت علی کے بیٹے
محمد بن الحنفیہ سے بھی مروی ہیں کئی احادیث و اقوال سے یہ بھی آیا ہے کہ
اس لیے جو شخص اس قول کی تحقیق کے درپے ہو گا وہ ضرور اسے حضرت
علی سے ثابت پاسے گا۔ اور انفضی و غیرہ جب اس وضاحت
کے ہوتے ہوئے ان اقوال سے انکار نہ کر سکا۔ کیونکہ انکار کرنے
والا یا تو زنا جاہل کہلائے گا یا منہوط الخواص۔ اس لیے انہوں نے یہ
کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ باتیں بطور تقیہ کہیں۔ یہ
گور چاہے۔ کہ حضرت علی کے متعلق تقیہ کا الزام لگانا، جھوٹ اور افہام
ہے۔ محض مزید آ رہا ہے۔ اس مقام پر سب اچھا یہی قول ہے۔
الا لعنة الله على الكاذبين۔

نوٹ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مختلف طریقوں سے یہ بات ثابت ہے
کہ آپ امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق اور پھر عمر بن الخطاب کو سمجھے جاتے
اور اسی کا اعلان بھی کرتے تھے۔ اور یہ بھی واضح فرما دیا۔ کہ جس شخص کے دل میں
حضرت شیخین سے بغض ہو۔ اس دل میں میری محبت ہرگز نہیں رہ سکتی۔ لہذا شیخین
کے حضور تبرایازی کرنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق
”مومن“ نہیں ہے۔ حضرت علی ایسے بے ایمان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس سے
بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

صواعق محرقہ

وَأَخْرَجَ أَبُودِيَّ وَالْهَرَوِيَّ وَالذَّارِقُطِيَّ مِنْ طَرَفِ
 أَنَّ بَعْضَهُمْ مَرَّ يَنْفَرِ يَسْبُوقُ الشَّيْعَيْنِ فَأَخْبَرَ
 عَلِيًّا وَقَالَ لَوْلَا أَنَّهُمْ يَرَوْنَ أَنَّكَ تَضْمُرُ مَا عَلَنَّا
 مَا اجْتَمَرُوا وَعَلَى ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيُّ أَغُوذُ بِاللهِ
 رَحِمَهُمَا اللهُ ثُمَّ نَهَضَ فَأَخَذَ بِسَيْدِ ذَلِكَ الْمُخَنَفِ
 وَأَدْخَلَهُ الْمَسْجِدَ فَصَيَّدَ الْعُثْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلَى
 لِحْيَتَيْهِ وَهِيَ بَيْضَاءُ فَبَلَّتْ دُمُوعُهُ قَتَمَهَا دُرُّ
 عَلَى لِحْيَتَيْهِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ الْبُعَاغَ حَتَّى رَجَعَتْ مَعَ
 الدَّمَاسُ ثُمَّ خَطَبَ خُطْبَةً بَلِيغَةً مِنْ جُمْلَتِهَا مَا
 بَالُ اقْتَوَامٍ يَذْكُرُونَ أَخَوَتِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ يُرِيهِ وَصَلَ حَبِيْبُهُ وَمَسِيْدُهُ
 قَرْنَيْهِ وَأَبَوِي الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا بِرَأْيِي مِقَايِدُ كُرُونِ
 وَعَلَيْهِ مُعَاوِيَةُ صَحْبَارَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِالْجِدِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجِدِّ فِي أَمْرِ اللهِ
 يَا مُرَّانَ وَيَنْهَبَانِ وَيَقْضِيَانِ وَيُعَاقِبَانِ لَا يَرَى
 رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَاهِيَةً رَأْيَا
 وَلَا يُحِبُّ كَحُبِّهِمَا حُبًّا لَمَّا يَرَى مِنْ عَزَمِيهِمَا
 فِي أَمْرِ اللهِ فَعَبَسَ وَهُوَ رَاضٍ وَالْمُسْلِمُونَ
 رَاضُونَ

(مواقیح مخدوم ۶۲ / الباب الثالث
فی الفصل الاول مطبوعہ کاہرہ مطبعہ بدیعہ)

ترجمہ :

ابو ذر ہروی اور دارقطنی نے متعدد طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک
اودی کا ایک ایسی جماعت گزر رہا تھا۔ جو حضرت شہین کو گائی بگ رہی
تھی۔ اس نے یہ بات آکر حضرت علی المرتضیٰ کو بتلائی۔ اور کہنے لگا۔
کہ اگر آپ کے بارے میں وہ یہ خیال نہ کرتے۔ کہ آپ بھی شہین کے
بارے میں دل کے اندر ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ تو وہ کبھی بھی
اعلانہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ
کی پناہ انگتہ ہوں۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ یہ کہا اور اٹھے۔
پھر اس خبر دینے والا کا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں لے آئے۔ منبر پر چڑھے
پھر بیٹھا سفید وار بھی کو پکڑا۔ آپ کے گرتے ہوئے آنسوؤں سے وہ
تر ہو چکی تھی۔ اور آپ لوگوں کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت سے
اودی مسجد میں جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک مبلغ خطبہ ارشاد فرمایا
جس کے الفاظ میں سے یہ بھی تھا۔ اس قوم کا کیا حال ہے۔ جو
حضرت علی المرتضیٰ کو سلم کے دونوں بجائیوں، وزیروں ساتھیوں اور
قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے روحانی باپوں کے بارے
میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ جانتے ہیں میں اس سے
بیزار ہوں۔ اور اس پر انہیں منہ ہے۔ ان دونوں نے حضرت علی المرتضیٰ
کو دیکھ کر کی صحبت پائی۔ اور اس کو پورے علوم اور فلسفے بنا
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملہ میں بھی وہ دونوں انتہا

منعتی تھے، نبی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے، حق کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور غلط کاموں پر سزا دینے والے تھے جنور علی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان جیسی کسی کی رائے نہ تھی۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی دوسرے سے آپ کو محبت تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ان کا جرم و یقین قابل ذکر تھا۔ جنور علی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور وہ ان دونوں سے راضی تھے۔ اور مسلمان بھی ان سے خوش ہیں۔

شیخین کی فضیلت کو نہ سمجھنے والا جاہل ہے۔

(امام باقر کا قول)

صواعق محرقہ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْقَاسِمِ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ فَضْلَ أَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَدْ جَهِلَ قَالَ بَعْضُ الْأَيْمَنَةِ أَهْلُ
الْبَيْتِ صَدَقَ وَاللَّهُ مَا كَتَبْنَا مِنَ الشَّيْعَةِ وَالزَّائِفَةِ
وَعَبْرِهِمَا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْبَدْعِ وَالْجَهْمَاتِ جَهْلُهُ
بِالشَّيْخَةِ۔

(صواعق محرقہ ص ۵۶ / باب الثانی)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر
و عمر رضی اللہ عنہما کا فضل نہیں پہنچاتا۔ وہ جاہل ہے۔ بعض ائمہ اہل بیت

نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ خدا کی قسم! شیعہ اور رافضیوں وغیرہ جملہ سے بدلت
اور جہالت کی بہت سی باتیں و دراصل ان کی سنت سے جاہل ہونے
کی وجہ سے ہیں۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے

(امام جعفر صادق)

صواعق محرقہ

وَفِي الطَّيُّورِيَّاتِ لِسَنَدِهِ إِلَى جَمْعَرَيْنِ مَعْقِدٍ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ رَجُلٌ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَسَمْعَكَ لَقَوْلِكَ
فِي الْخُطْبَةِ اللَّهُمَّ اصْدَعْهُمَا بِمَا اصْدَعْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ
الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ فَعَنْ هُمَا فَاعْرَفَرَهُمَا
عَيْنَاهُ فَقَالَ هُمَا حَبِيبَايَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ إِمَامَا
الْمُهْدَى وَشَيْخَا الْإِسْلَامِ وَرَجُلَا فُرَيْشِ الْمُعْتَدَى
بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
الْمُتَدَى بِهِمَا عَصِمَهُ وَمَنْ تَبِعَ أَثَارَهُمَا هَدَى إِلَى
الْصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ وَمَنْ تَعَمَّكَ بِهِمَا قَهْوُ مِنْ
حَزْبِ اللَّهِ

اسرائیلی حوالہ ۱۵۵۵ باب الثانی۔ مطبوعہ قاہرہ

ترجمہ:

امام جعفر بن محمد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ہم دورانِ خطبہ آپ کے یہ کلمات سنتے ہیں۔ درے اللہ! ہماری اسی طرح بہتری فرما جس طرح تو نے خلیفہ راشدین کی بہتری فرمائی تھی۔ آپ فرمائیے وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے حبیب ابو بکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے برگزیدہ، قریشی مرد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ جس نے بھی ان کی اقتداء کی وہ اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ اور جس نے بھی ان کے انکار کو اپنایا۔ اسے مراعتِ ستیم مل گیا۔ اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کے گروہ سے ہوا۔

آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیفہ

کہلانے کے باوجود دین کو برا جانیں گے۔

وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)

کتنی اعمال

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

marfat.com

Marfat.com

أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
لَوْ شِئْتُ أَنْ أَسْمِيَ لَكُمْ الثَّالِثَ لَسَمَّيْتُهُ وَقَالَ
لَا يُغْنِيَنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ إِلَّا جَلَدْتُهُ
جَلْدًا وَجِيعًا وَمَسِيكُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ فَتَوْمٌ
يَنْتَحِلُونَ مَحَبَّتَنَا وَالتَّقِيْعَ فَيَسَاءَ لَهُمْ شَرًّا
عِمَادِ اللَّهِ الَّذِينَ يَسْتَمُوكَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ هَذَا
وَلَقَدْ جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ وَأَعْطَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَعْطَاهُ عُمَرُ
وَأَعْطَاهُ عُمَرَانُ فَطَلَبَ الرَّجُلُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْدَعُوهُ فَيَمَّا أَعْطُوهُ
بِالْعِرْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَيْفَ لَا يُبَارَكُ لَكَ وَلَمْ يُعْطِكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَأَوْصِيَاءُ
أَوْصِيَاءُ.

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِدُهُ عَلَى فَوَيْدِي إِذْ طَلَعَ أَبُو
بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنْ مَوْخِرِ الْمَسْجِدِ فَنَظَرُ إِلَيْهِمَا
نَظْرًا شَدِيدًا وَصَوَّبَ فَانْتَفَتَ إِلَى فَقَالَ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمَا لَسَيِّدَا كَهْمُلُوا أَهْلَ الْجَنَّةِ مِنَ
الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ
وَأَنْعَمًا لَا تَعْلَمُهُمَا بِذَلِكَ.

(کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۰۹)

توجہ :

عبداللہ بن کثیر کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے
امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام سے افضل شخص ابو بکر و
عمر ہیں۔ اور اگر تیسرے شخص کا نام پوچھنا چاہے۔ تو میں بتا سکتا
ہوں۔ اور پھر فرمایا دیکھو۔ کوئی شخص مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہنے
کی جرأت نہ کرے۔ ورنہ میں اسے سخت ترین کوڑے لگاؤں گا
ہمت جلد ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہماری محبت
اور ہمارے شیعہ ہونے کا راگ الاپیں گے۔ حالانکہ وہ شریر
ترین انسان ہوں گے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جو ابو بکر و عمر کو
برا بھلا کہیں گے۔ حضرت علی مزید فرماتے ہیں۔ کہ ایک سوالی نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ اُس نے عطا فرمایا۔ پھر اُسی نے
ابو بکر و عمر و عثمان سے مانگا۔ انہوں نے بھی دیا۔

۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم درخواست

کی۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں برکت کیونکہ نہ ہوگی۔
کیونکہ یہ عطیہ دینے والے ایک نبی دوسرے صدیق اور شہید ہیں
حضرت علی المرتضیٰ سے ہی روایت ہے۔ کہ میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس اس طرح بیٹھا ہوا تھا۔ کہ آپ کی ران میری ران پر
تھی۔ اچانک ابو بکر و عمر مسجد کے ایک کونے سے نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان دونوں کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ پھر سر اُٹھکھٹکایا۔ اور بعد
میں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے
قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ دونوں جنتی عمر رسیدہ لوگوں کے

سرواریں۔ ماسوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ تمام لگے پکیوں سے بہتر
ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں انعامات عطا کیے۔ تو وہ انہیں نہ
بتلانا۔

یہی ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت ہے

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ قَالَ فَتَى مِنْ بَنِي هَاشِمٍ
لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ انْصَرَفَ مِنْ ضَيْفَتَيْنِ
سَمِعْتِكَ تَخْطُبُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجُمُعَةِ
تَقُولُ اللَّهُمَّ أَصْلَحْنَا بِمَا أَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ
الرَّاشِدِينَ فَمَنْ هُمْ قَاعَرٌ وَرَقَّتْ عَيْنَاهُ شَمَّ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَهَمَزُ إِمَامًا مَا الْهَدَى وَشَيْخُنَا
الْإِسْلَامِ وَالْمُهْتَدَى بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اتَّبَعَهُمَا هَدَى إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ وَمَنْ أَهْتَدَى بِهِمَا يُرْشَدُ وَمَنْ تَعَتَكَ
بِهِمَا فَهُوَ يَهْدِي اللَّهُ وَجِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

(کنز العمال جلد ۴ ص ۱۱)

ترجمہ:

علی بن حسین کہتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم کے ایک لوجوان نے حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ مغنین سے واپسی پر پوچھا۔ میں نے آپ کو خطبہ میں یہ کہتے سنا۔ اسے اشد ہمارے اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے نطفہ راشدین کی اصلاح فرمائی۔ میں پوچھتا ہوں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ یہ کن کہ حضرت علی کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ پھر فرمایا۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے بزرگ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے مقتدا اور پیشوا۔ جس نے ان کی اتباع کی اسے صراطِ مستقیم مل گیا۔ جس نے ان کی اقتداد کی وہ رشد و ہدایت پا گیا اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اشد کا گروہ ہوا۔ اور اشد کی عمت ہی کو کامیاب ہے۔

”شیخین“ اُمت میں افضل ترین ہیں۔

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ لَا إِنْ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَجُلٌ وَأَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ

لَا يُؤَاوِئُنَا أَحَدٌ

دکنز العمال جلد ۱۷ ص ۸۱۷

ترجمہ:

حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ رسول کہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں بہترین شخص ابوبکر ہیں۔ اور ان کے بعد عمر فاروق ہیں۔ ابوالخزری سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ اگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب افضل ابوبکر و عمر ہیں۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ اور آپ اسے امیر المؤمنین؟ فرمایا۔ ہم اہل بیت پر۔ ہمارے مرتبہ میں کوئی پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔

شیعین سے محبت علامت ایمان اور ان سے دشمنی
بد بختی کا نشان ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَبْدِ بْنِ وَهَبٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ غَفْلَةَ دَخَلَ عَلَى
بَنِي فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي
مَرَرْتُ بِسَفَرٍ يَذْكُرُونَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَقْنِيَانِي
هَذَا أَهْلٌ فَتَنَّهُمْ إِلَى الْمُسْتَبِيرِ فَقَالَ وَاللَّهِ
فَلَقَّ الْحَقَّ وَبَرَّ الْقِسْمَةَ لَا يَبْعَثُهُمَا إِلَّا مَوْفُورٌ

marfat.com

فَاضِلٌ وَلَا يَمُغْضُهُمَا وَلَا يَحْتَايُهُمَا إِلَّا شَيْئًا
مَّا بَيْنَ فَحْبُهُمَا قُرْبَةً وَبُغْضُهُمَا مُرُوءًا مَا بَالُ
أَقْوَامٍ يَتَذَكَّرُونَ أَخَوِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَوَزِيرِيهِ وَصَاحِبِيهِ وَسَيِّدِي قُرَيْشٍ
وَأَبَوِي الْمُسْلِمِينَ قَاتِلِي يَمُوتُ يَتَذَكَّرُهُمَا يُسَبِّحُ
وَعَلَيْهِ مُعَاقِبٌ

(کنز العمال جلد ۱۱ ص ۸)

ترجمہ:

سید بن غفلہ حضرت علی المرتضیٰ کے دو خلافت میں ان کے ہاں گیا
اور کہا۔ اے امیر المومنین! میں کچھ لوگوں کو ابو بکر و عمر کے بارے
میں ایسی باتیں کرتا پاتا ہوں۔ جو ان میں نہیں تھیں۔ یہ سن کر حضرت
علی المرتضیٰ منبر پر تشریف لائے۔ اور کہا۔ اس ذات کی قسم جو
نے دامن پھاڑا اور دوع کو پیدا کیا۔ ان دونوں (ابو بکر و عمر) سے
محبت کرنے والا صفت مومن اور صاحب فضل ہی ہو سکتا ہے۔
اور ان دونوں سے بغض و مخالفت کرنے والا ہر ایک بد بخت
اور گمراہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس قوم کا کیا حال جو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے دو بھائیوں، دوسروں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں
اور مسلمانوں کے باپوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی ہے
جو لوگ بھی ان دونوں کے بارے میں بُرے احادیث بیان کریں (علی
ان سے بیزار ہوں۔ اور دوسرا کلمہ سنتی ہیں۔

شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں۔ وہ دونوں جنتی
بوڑھوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا أَرَى رَجُلًا يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ
تَتَيَسَّرُ تَوْبَةُ أَمِّدَا.

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ
أَنَّ رَأْيَ طَالِبٍ كَالْبَيْنِ مَا أَمَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ أَبُو بَكْرٍ وَهُمُ فَقَالَ
يَا عَلِيُّ هَذَا ابْنُ سَيِّدَةِ الْكُهُولِ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَا أَخْلَا
النَّيِّبِينَ وَالْمُؤَسِّلِينَ يَقْنُ مَضَى فِي مَالِغٍ
الذَّهْرِ وَغَايِرِهِ يَا عَلِيُّ لَا تُخَيِّرْهُمَا بَعَثَ إِلَيْهِ
هَذِهِ مَاعَاثًا قَالَ عَلِيُّ فَكَلَّمَ مَا تَأَلَّخْتُ النَّاسَ
بِذَلِكَ.

(کنز العمال جلد نمبر ۱۲ ص ۸۹)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس شخص کی توبہ
کبھی قبول ہو۔ جو ابو بکر و عمر کو گالی دیتا ہو۔

حضرت علی ہی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں تھا۔ اچانک ابو بکر و عمر آگئے۔ حضور نے مجھے فرمایا۔ اے علی! یہ دونوں جنتی بوڑھوں کے ماسواۓ انبیاء و مرسلین سترار میں اُن تمام لوگوں میں سے جو اقرعین و آخرین ہوئے۔ اے علی! میری یہ بات ان دونوں کو ان کی زندگی میں نہ بتانا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات لوگوں کو سنا دی۔

— شیخین مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ —

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مَنْ أَوَّلُ النَّاسِ دُخُولًا الْجَنَّةَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلَانِ مَعًا قَبْلَكَ قَالَ آتَى وَالَّذِي خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ التَّيْمَةَ إِنَّهُمَا لَيَأْتِيَانِ مَعًا يَوْمَ تَخْرُجُ أَرْبَابُهَا وَيُزَوَّيَانِ مِنْ مَآثِلِهَا وَيَشْكَاكَ فِرَاشُهَا وَأَنَا مَوْثُوقٌ مَخْمُومٌ مَهْمُومٌ بِالْحِسَابِ.

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۹)

ترجمہ: عبد خیر روایت ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا۔ سب

پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنت میں کون داخل ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو بکر و عمر۔ میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ سے بھی پہلے فرمائے گئے۔ اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا۔ وہ دونوں جنت کے پھل کھا رہے ہوں گے، اس کے پانی سے سیراب ہو رہے ہوں گے۔ اور اس میں تکیہ لگا کر آرام کر رہے ہوں گے۔ اور میں حساب و کتاب کے بارے میں غم نہ اٹھاتا ہوں گا۔

فاروق اعظم کے اوصال پر حضرت علی نے فرمایا۔ میں ان کا

نامہ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں

کنز العمال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَضَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى سِرِيرِهِ فَتَكَلَّمَ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُزْقَعَ فَيَاذَاجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَتَرَحَّمْ عَلَى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَقْتُ أَحَدًا أُحِبُّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِمِثْلِ عَلَيْهِ مِنْكَ وَأَتَيْمَ اللَّهَ إِنْ كُنْتَ لَا ظَنُّكَ لِيَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذَلِكَ إِنِّي كُنْتُ أَكْثَرُ أَسْمَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَهَبَتْ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَلَّتْ أَسَا

وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
فَإِنْ كُنْتُمْ لَا ظَنَّ لِيْ جَعَلْتُكَ اللهُ مَعَهُمَا۔

:(کنز العمال جلد ۱۷ ص ۷۷۷)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب کو جنازہ پر رکھا گیا۔ لوگوں نے آپ کو کفن پہنایا۔ اور اٹھانے سے قبل ان کے لیے دعا اور رحمت کی طلب کر رہے تھے۔
اچانک حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی حضرت عمر کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحم کی دعا مانگی۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اس شخص کے عمل کے بغیر اب پیچھے اور کوئی نہیں رہا۔ کہ جس کے اعمال کوئے کر میں اللہ کے پاس جانا پسند کروں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر) سے ضرور ملا دے گا۔ کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے میں، ابو بکر اور عمر گئے۔ میں ابو بکر اور عمر آئے، میں اور ابو بکر اور عمر نکلے۔ اس لیے میرے یقین کا قائل ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اور ابو بکر کو اپنے تقریباً تمام کاموں میں ساتھ رکھا۔ اب بھی تم ان کے ساتھ جاؤ گے۔

✽

ابوالدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

شیخین سے آگے چلنے سے منع فرما دیا

کنز العمال

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ قُلُقٍ فِيهِ إِلَى أُذُنِي وَدَانِي
وَأَنَا أَمْشِي بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَسَدَّ عَائِي
تَالِي يَ أَبَا الدَّرْدَاءِ أَمْشَيْ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ هُوَ
عِزَّتِكَ ؟ فَقُلْتُ وَمَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ
وَبَكْرٌ وَعُمَرُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلَى
أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرَ

کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲

مطبوعہ حلب

ترجمہ:

ابوالدرداء رضوان اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان اقرص سے اپنے کانوں سے یہ الفاظ سنے۔ آپ مجھے دیکھ رہے
تھے۔ اور میں ابوبکر و عمر کے آگے آگے چلتا ہوا تھا۔ فرمایا: اے ابوالدرداء

کیا تو ان کے اُسکے اگلے چل رہا ہے۔ جو تم سے بہتر ہیں؟ میں نے عرض کیا
 حضور اودھ کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں۔ انبیاء اور مرسلین کے علاوہ
 آج تک کسی اور پر یہ سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔ جو ان دونوں
 سے بہتر ہو۔

نفوذ با فضیلت شیخین کے بارے میں ہم نے کتب اہل سنت سے تقریباً وہی حوالہ
 پیش کئے ہیں۔ جن کی روایت یا حضرت علی المرتضیٰ سے ہے۔ یا اہل بیت کے کسی فرد
 سے اگر اس پابندی کا خیال نہ رکھا جاتا۔ تو اس قدر حوالہ جات موجود ہیں۔ کہ کئی
 ایک جلدیں تیار ہو جاتیں۔ لیکن ہم نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا۔ کہ کسی مخالف
 رافضی کو یہ دھوکہ دینے کی نہ سوجھے۔ کہ دیکھو۔ تمہارے سنی بھی حضرت علی المرتضیٰ
 کو افضل مانتے ہیں۔ تو پھر ان کی خلافت بافضل اور افضلیت مطلقہ کا انکار کہوں گے
 ہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخین کے بارے میں کچھ دیگر صحابہ کرام کے اقوال
 بھی پیش کیے ہیں۔ ان تمام حوالہ جات کے ذکر کرنے کا مقصد وحید ہے کہ شیعہ
 لوگ جو یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ سنیوں کو حضرت علی اور ان کی اہل بیت سے محبت و
 عقیدت نہیں۔ اس کا رد ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ ہم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور ان کی آل پاک سے محبت و عقیدت رکھتے
 ہیں۔ بے شمار فضائل و مناقب ہماری کتب میں مذکور ہیں۔ باقی خلفائے
 کے فضائل ہم نے اپنی کتب کی بجائے شیعہ کتب سے تحفہ جعفریہ جلد اول
 میں درج کیے ہیں تاکہ ان کا یہ بہانہ بھی ختم ہو جائے۔ کہ نہ ہم تمہاری کتابوں
 کو مانیں۔ اور نہ اصحاب ثلاثہ کے ان میں درج شدہ فضائل تسلیم کریں۔ امید
 ہے۔ کہ حقیقت کا متلاشی ہماری ان گزارشات سے اپنے مقصد تک پہنچنے میں
 کامیاب ہو جائے گا و باللہ التوفیق

فصل یازہم

امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا

①

جو دنیا میں عدل ہی عدل قائم کر دے گا

کنز العمال

ابو اسحاق کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چہرہ حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ میرا بیٹا سرور ہے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام سرور رکھا ہے۔ اس کی پشت سے ایسا آدمی پیدا ہو گا۔ جو صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ اور آپ کا ہم نام ہو گا۔ اگر چہ قیید اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو گا۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۲۷ رقی
فصل مفصلاً الحسن مطبوعہ طبع)

ان کا لعاب حضور ﷺ کے جسم مقدس پر گرتا رہا

(۲)

کنز العمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے امام حسن کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ ان کا لعاب دہن حضور ﷺ کے جسم مقدس پر گرتا تھا۔
(کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۵۰ مطبوعہ مکتبہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زبان کو چمتے تھے

(۳)

کنز العمال

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسن کی زبان چرتے دیکھا۔ گویا آپ کھجور چوس رہے ہوں۔
(کنز العمال جلد ۱۵ ص ۶۵۰ مطبوعہ مکتبہ)

ایک صحابی نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا

(۴)

کنز العمال:

میرزا بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب

امام حسن کو ملے۔ اور کہا۔ کہ آپ اپنی قمیص اٹھائیے۔ تاکہ میں بھی اس جگہ کا بوسہ
لوں۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے۔ امام نے اپنے پیٹ
سے کپڑا ہٹایا۔ تو ابو ہریرہؓ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔

(کنز العمال جلد ۳ ص ۶۵ مطبوعہ مطب)

⑤ امام حسن سے پیار رکھنے والے کو اللہ پیارا
بجھتا ہے۔

کنز العمال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن
کو پکڑ کر اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے۔ اور پھر یہ الفاظ فرماتے: "اے
اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ میں اس سے پیار کرتا ہوں۔ لہذا تو بھی اس
سے پیار کر جو جس سے پیار کرتا ہے۔"

(کنز العمال جلد ۳ ص ۶۵۲ مطبوعہ مطب)

⑥ ان کی پیاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لب
وہن سے بجھائی۔

کنز العمال :

ابو جعفر روایت کرتے ہیں۔ کہ امام حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہیں پیاس محسوس ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پانی تلاش کیا۔ لیکن زل سکا۔ اس پر آپ نے اپنی زبان مبارک
حسن کے منہ میں دی ردہ چوستے رہے۔ حتیٰ کہ اُن کی پیاس بجھ گئی
اور وہ سیراب ہو گئے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۳ مطبوعہ مطب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ یہ مجھ

_____ سے ہے۔ _____

⑤

کنز العمال

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے
کہ امام حسن کا انتقال ہو چکا ہے۔ مقدم نے سن کر انا للہ وانا
الیہ راجعون پڑھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم سے پوچھا
کیا تم ان کے وصال کو مصیبت سمجھتے ہو؟ وہ بولے کیوں نہیں۔
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ امام حسن اُن کی گود میں تھے
اور آپ فرماتے تھے۔ حسن مجھ سے ہے۔

(کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۵۳)

(مطبوعہ مطب)

ۛ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی سواری
 انہیں میسر ہوئی

(۸)

کنز العمال

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت امام حسن آپ کی گردن پر سوار تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ کتنی اچھی سواری نصیب ہوئی ہے تجھے۔ بچے ایسے سن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر سواری بہتر ہے تو سوار بھی کچھ کم نہیں ہے۔

(صواعق عرقہ ص ۱۷۷ الفضل ان فی

مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱

ص ۱۷۷ کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی

(۳) کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۵۰

مطبوعہ طبع)

ۛ

ان کی شکل و صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی

⑨

بخاری شریف

عقبر بن حارث بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور فرما رہے تھے۔ میرا باپ! تم پر قربان! تم رسول کہم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔ علی کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ شکر ادا کیے۔

۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰

مناقب حسن حسین مطبوعہ کراچی

۲۔ کنز العمال جلد نمبر ۳ ص ۶۴۶

مطبوعہ ملب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ

⑩

دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی

بخاری شریف

ابو بکر کہتے ہیں۔ کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسرِ منبر یہ کہتے سنا۔ اس وقت امام حسن آپ کے ایک پہلو میں تشریف

فرماتے۔ اور آپ کبھی حاضرین کی عزت اور کبھی امام حسنؑ عزت دیکھتے۔
پھر فرمایا: میں جیسا سردار ہوں۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ
مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا سکے گا۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۳۰

مناقب حسین مطبوعہ کراچی

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۹۸

کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی

۳۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۶۵۳

مطبوعہ عربیہ طیب

۴

فصل دوم

فصل اول ام حسین



حضرت عمر بن الخطاب کے نزدیک احترام

حسین رضی اللہ عنہ

کثر العمل

ام حسین بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار جب غزوہ بدر میں پہنچے تو
 فرستے تو اس نے ان کے قریب جا کر کھڑے ہوئے۔ وہ اس کے منہ
 سے کہنے لگے۔ اور اپنے دل سے منہ پر دیکھئے۔ عمر بن الخطاب
 نے اس کو کہا۔ یہ ہے وہاں کا تو کوئی منہ نہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے
 مجھے منہ پر پہنچے پاس بٹھایا۔ یہ کہہ کر کہ۔ تم نے اپنے منہ کو
 گھر سے لے کر یہاں پہنچائیے۔ یہ کہہ کر اس نے منہ کو
 بٹھایا۔ اس نے اس کو یہ کہہ کر کہ۔ یہ کہہ کر کہ۔ عمر بن الخطاب
 نے مجھے فرمایا کہ تم یہ کہہ کر کہ۔ اس کو اس کی جگہ پر لے آئے۔

اور کچھ فراموش کیوں نہیں کرتے؟

امام حسین مزید فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد ایک دن میں عمر بن الخطاب کے گھر گیا۔ عمر بن الخطاب اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھے انہوں نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ لہذا میں واپس آگیا۔ اس کے بعد پھر مجھے عمر بن الخطاب ملے۔ اور کہا۔ اسے بیٹے! میں نے تمہیں اپنے ہاں آیا نہیں دیکھا؟

میں نے کہا۔ میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ کے بیٹے نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہ جو آپ اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے۔ اگر ایسے میں واپس آگیا۔ یہ سن کر عمر بن الخطاب کو بہت دکھ ہوا۔ اور فرماتے گئے۔ کہ عبداللہ بن عمر سے زیادہ تمہارا حق ہے۔ کہ کسی کو اجازت دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے سروں پر بال اگائے ہیں۔ لیکن تمہارا مقام و مرتبہ بالوں سے بھی بلند ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔

دکنز افعال جلد ۱۳ ص ۶۵۴

ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم روویئے

مجمع الزوائد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کے پاس وحی کے نزول کے وقت تشریف لائے۔ آپ

اس وقت غمغوم تھے۔ حسین پشتِ پیغمبر پر بیٹھ گئے۔ جبرئیل نے پوچھا۔
 یا رسول اللہ! آپ کو اس سے پیار ہے؟ فرمایا۔ میں اس سے پیار کیوں
 نہ کروں۔ جبرئیل نے پھر عرض کیا۔ کومت اس کو شہید کر دے گی۔
 یہ کہتے ہوئے جبرئیل نے ہاتھ لبا کرتے ہوئے سفید مٹی پھرائی۔
 اور عرض کیا۔ یہ اس مقام کی مٹی ہے۔ جہاں اس کو شہید کیا جائے گا
 اور اس جگہ کا نام طعن ہے۔ جبرئیل پلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 امام حسین کو پکڑ کر سینے سے لگایا۔ اور رونے لگے۔ پھر اپنے حضرت
 عائشہ کو فرمایا۔ اے عائشہ! جبرئیل نے حسین کے شہید ہونے کی بشارت
 دی تھی اور اس مقام کی مٹی لاکھ دی ہے۔ جہاں انہیں میری امت
 شہید کر دے گی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے
 باہر عمر فاروق، ابو بکر صدیق، علیؓ، زیدؓ، عمارؓ، یاسرؓ، ابوذرؓ
 غفاریؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم موجود تھے حضور ان کے
 سامنے رونے لگے۔ سب نے پوچھا۔ حضور! آپ کو کس چیز نے
 رولایا ہے۔ فرمایا۔ جبرئیل آئے تھے۔ اود کہہ گئے ہیں۔ کہ حسین کو
 میری امت مقام طعن میں شہید کر دے گی۔ اور اس مقام کی مٹی
 مجھے دے گئی ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۸۸ جزء ۱)

مطبوعہ بیروت

نوٹ:

حدیث مذکور سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ

سے گہری محبت تھی۔ اسی وجہ سے ان کی شہادت کی خبر سن کر آپ ردو دیئے۔ اس لیے جو لوگ امام حسین کو باغی قرار دے کر ان کے قتل کو درست قرار دیتے ہیں۔ وہ ایڑے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہیں۔ رشید ابن رشید کے معنی محمد بن بٹ فارچی نے ہی استدلال ذکر کیا کہ امام حسین کو نانا کے دین کی توار سے قتل کیا گیا۔ ایسے ہی لوگ کیلئے ارشاد باری ہے۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الذین یقیناً ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کا دل دکھاتے ہیں۔ دروناک عذاب مقرب ہے۔

ان کا شکم پیغمبر پر بول کرنا اور حضور کا انہیں
وہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا

مجمع الزوائد

زینب بنت جحش کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آرام فرما تھے۔ حسین آپ کے قریب ہی گھوم پھرتے تھے۔ جب سیدہ زینب بنت جحش ان سے کچھ غافل ہوئیں۔ تو یہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر جا چڑھے۔ اور بول کر ناشروع کر دیا۔ پھر جب حسین پیشاب کر چکے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا دھما مٹکا کر بول کی جگہ بہا دیا۔ اور فرمایا بچے کے پیشاب کو ہلکا دھویا جائے۔ اور بچی کے پیشاب کو زیادہ دھویا جائے۔ حضرت زینب کہتی ہیں۔ کہ پھر حضور غماز کے لیے اٹھے۔ اور حسین کو بغل میں لے لیا۔ جب سجدہ میں جاتے۔ تو انہیں زینب پر چھوڑ

دیتے۔ اور جب اٹھتے تو ان کو دوبارہ اٹھا لیتے۔ فراغت پر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کو آج وہ کام کرتے دیکھا جو آپ نے اس سے قبل کبھی نہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر مجھے یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ بیٹا شہید کر دیا جائے گا۔ اور میرے کہنے پر جبرئیل نے مقام شہادت کی سرخ مٹی مجھے لاکر دی۔

(مجمع الزوائد جلد ۷ جزء ۱ ص ۱۸۸ باب مناقب حسین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا

تھا کہ اے نہیں رو نہ مت دیا کرو۔

مجمع الزوائد

ابو امامہ بابلی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو یہ فرمایا تھا کہ حسین کو رو نہ دیا کرو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوس فرما تھے۔ نزل دل وحی شروع ہوا۔ اور آپ نے ام سلمہ سے فرمایا کہ کسی کو اندر مت آسنے دینا۔ اس پر عائشہ صابریہ نے نگرانی شروع کر دی۔ اتنے میں امام حسین آئے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر بیٹھے دیکھ لیا۔ اب وہ اندر جانا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انہیں پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہ رونے لگے۔ میں نے انہیں بھانسنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ چپ نہ ہوئے۔ جب ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ تو میں نے انہیں گود سے نکلنے دیا۔ حسین میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ جا کر آپ کی گود میں بیٹھ گئے۔

جبریل نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو شہید کر دے گی۔ حضور نے پوچھا۔ ان کے قاتل مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے۔ جبریل نے کہا۔ ہاں۔ پھر جبریل نے امام حسین کی شہادت کی مٹی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسین کو بغل میں لیے پریشان ہو کر باہر تشریف لائے۔ ام سلمہ کہتی ہیں مجھے خیال آیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس وجہ سے ناراض دکھائی دیتے ہیں۔ کہ میں نے امام حسین کو ان کی طرف کیوں آنے دیا۔ ام سلمہ عرض کرتی ہیں۔ حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے ہی تو فرمایا تھا۔ کہ میرے اس بیٹے کو روٹا یا نہ کرو۔ اور آپ ہی کا یہ بھی حکم تھا۔ کہ میرے پاس کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اچانک امام حسین آگئے۔ میں نے انہیں اندر آنے سے منع نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضور صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ میرے اس بیٹے

کو میری امت قتل کرنے لگی۔ اس خبر کے وقت محفل میں ابو بکر اور عمر بھی موجود تھے۔ اور لوگوں کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہونے کی انہیں ہی ہمت تھی۔ اس لیے ان دونوں نے پوچھا۔ حضور! جو لوگ امام حسین کو شہید کریں گے وہ مومن ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ ایمان دار ہوں گے۔ پھر آپ نے اس مقام کی مٹی دکھلائی۔ جہاں ان کی شہادت ہونا تھی۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۵ ص ۸۹ باب فضائل حسین)

مطہم پر رت طبع جدید

خوف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام حسین سے محبت، ان کی آسائش و آرام کا خیال اور اپنی پیٹ پر چشما کرنے سے منع نہ کرنا یہ وہ باتیں ہیں۔ جو ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ ازواجِ مطہرات کو ان کے رولانے سے منع فرمایا۔ ایک طرف یزید اور ابن زیاد کا امام حسین کو شہید کر دینا، اہل بیت کو قیدی بنالینا اور امام حسین کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر ازراہ مذاق طعنہ کرنا ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب خوش ہو سکتے ہیں۔ اور یہ لوگ حقیقی اور پرہیزگار بلکہ علیہ السلام، کے کب لائق ہو سکتے ہیں حسین کو عین کو معمولی تکلیف دینے والے کو حضور فرمائیں۔ میں اس سے بیزار ہوں۔ اور آپ کو شہید کر دینے والے کو لوگ ”علیہ السلام“، کہہ رہے ہیں؟ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

۵۔ گروں سے ٹخنوں تک ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت تھی

کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ جس آدمی کو یہ خواہش ہو کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جو گردن سے لے کر ٹخنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے سب سے زیادہ مشابہ ہو۔ تو وہ حسین کو دیکھے۔ (کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۹ باب فضل)

حسین۔ مطبوعہ عربیہ حلب

نوٹ

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم شریفین "حسین ترین" تھا
کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین ترین جسم کسی دوسرے کو عطا نہ ہوا۔ اور
جو آپ کے جسم اطہر کے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اس کا حسن و جمال بھی اسی قدر فزوں
ہوگا۔

۶۔ حضور کا ارشاد گرامی کہ حسین مجھ سے اور
میں حسین سے ہوں۔

مصنف ابن ابی شیبہ

صلی مامری کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت میں ایک
دعوت پر جا رہا تھا۔ راستہ میں "حسین" بچوں کے ساتھ کھیتے ہوئے
نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے، انہیں پکڑنے کے لیے
آگے بڑھے۔ امام حسین خوشی کے مارے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پہانے ان کو ہنساتا چاہا۔ وہ ہنس پڑا
اور اس پہانے آپ نے انہیں پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ ان کی
ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گدی پر رکھا۔ اور ان کے سر کو اٹھایا اور
اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ کر بوسہ لیا۔ اور فرماتے لگے۔ میں
حسین سے ہوں۔ اور حسین مجھ سے ہے۔ اور فرمایا۔ جو حسین سے

محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

(۱) - مصنف ابن ابی شیبہ

جلد ۱۰ ص ۱۰۷ کتاب غنائل

مطبوعہ کراچی

(۲) - کنز العمال جلد ۱۳

ص ۴۲۲ مطبوعہ عریہ حلب

طبع جدید

(فاعتبروایا اولی الابصار)

✽

فصل سیزدہم

امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشہور فضائل

۱۔ دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور

پر سوار ہونا

مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب سجدہ میں تشریف لے گئے۔ تو حسن حسین دونوں آپ کی پشت انور پر سوار ہو گئے۔

صحابہ کرام نے ان کو اتارنے کا ارادہ کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو منع کر دیا۔ نماز مکمل فرمانے کے بعد آپ نے دونوں کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور فرمایا۔ جس کو مجھ سے پیار ہے اُسے ان دونوں سے بھی پیار کرنا چاہیئے۔ بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اِنَّ اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے محبت کر جس نے ان دونوں سے محبت کی اُس نے گویا مجھ سے پیار کیا۔

مجمع الزوائد جلد نمبر ۵ جزء ۹ باب

ما اشترک فیہ الحسن و

الحسین مطبوعہ مکتبۃ المدینہ

ۛ

۲۔ ان دونوں کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔

مجمع الزوائد

حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جو حسن حسین سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا۔ اور
جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور
جس سے اللہ پیار کرے اُسے وہ جنت نعیم میں داخل فرماتا ہے
اور جو شخص حسن حسین سے غصہ ہوتا ہے۔ اس پر میں غضبناک ہوتا
ہوں۔ اور میرے غضب سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے
اور جس پر اللہ کا غضب ہو۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیے جہنمی ہو جاتا ہے
(مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۲ ص ۱۸۱)

(مطبوعہ بیروت)

۳۔ حالت نماز میں اپنی پشت انور سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں گرنے نہ دیا۔

مجمع الزوائد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ کہ حسین آپ کی پشت انور پر

marfat.com

دورانِ سجدہ چڑھ گئے۔ جب آپ سجدہ سے اُٹے۔ تو آرام سے ان دونوں کو پکڑ کر نیچے اتارا۔ جب آپ پھر سجدہ ریز ہوئے۔ تو یہ دونوں پھر پشتِ انور پر سوار ہو گئے۔ آپ نے پھر پیچھے سے بالکل آرام کے ساتھ پکڑ کر انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ اسی طرح آپ نے عشاء کی چادر کعت ادا کیں۔ پھر آپ نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ اب ہریرہ کہتے ہیں۔ میں اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آ گیا۔ اور عرض کیا۔ حضور! اگر ارشاد ہو تو ان دونوں صاحبزادوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجواؤں۔ بہر حال میں انہیں لے کر چل پڑا۔ تو ایسی روشنی ہوئی۔ کہ اس کی دم سے وہ دونوں چلتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لے آئے۔

مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۸۱

(مطبوعہ بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو پشتِ انور

پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے

۴-

مجمع الزوائد

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت دونوں گھٹنوں

اور دونوں بازوؤں سے اونٹ کی سی شکل میں چل رہے تھے آپ کی پشت اور پر حضرت حسنین کریمین سوار تھے۔ جاہر کہتے ہیں میں نے صاحبزادوں سے کہا۔ تمہارے اونٹ بہت ہی بہترین ہیں۔ اور اس کی دونوں کچاڑے کی اطراف بھی بہترین ہیں۔
(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۸)

خوٹ

مذکورہ احادیث میں حضرت حسنین کریمین کی ناز برداری اور ان سے محبت مصطفیٰ کی ایسی جھلک نظر آتی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ ان کی خاطر سجدے لگے کیے گئے۔ ان کی خاطر دوران سجدہ اتارنے کی مخالفت کر دی گئی۔ ان کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت بنا کر بنتی ہونے کی اس پر سند دی گئی۔ اور ان سے ناراضگی دراصل اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی ہونے کی وجہ سے جنہی ہونے کی علامت ہوئی۔ ان کی خاطر اللہ کے محبوب نے اونٹ کی سی شکل میں ان کو خوش کیا۔ لہذا ایسی ہی محبت ہم مسلمانوں کو ان سے روا رکھنی چاہیے۔ اور ان کی مخالفت اور ناراضگی سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو یہ دولت و نعمت عطا فرمائی۔



۵۔ [ان کے جنتیوں کے سردار کی خبر پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے]

مجمع الزوائد

حضرت خدیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غلافِ توقعِ خوش و خرم پایا۔ ہم نے عرض کی۔۔۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش دکھائی دے رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا آج میں خوش کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ ابھی جبریل علیہ السلام اُسے تھے۔ اور مجھے یہ بشارت دے گئے ہیں۔ کہ حسن حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ اور ان کے والدان دونوں سے افضل ہیں۔

مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۳۳

مطبوعہ بیروت طبع جدید

۴۔ [ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے]

مجمع الزوائد

سلمان فارسی بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ام امین آئیں اور حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حسین گم ہو گئے ہیں اس وقت سورج کافی اوپر اچکا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ ابھیو اور میرے بیٹوں کو تلاش کرو یہ سنتے ہی تمام صحابہ کرام اور ہر آدمی حیران کی تلاش میں نکل پڑے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا۔ ہم پھرتے پھرتے ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کو کلائی میں لیے سو رہے ہیں۔ ان کے قریب ایک سانپ کھڑا تھا جس کے منہ سے آگ کے سے شعلے نکل رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سانپ کی طرف جلدی سے بڑھے۔ لیکن وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسین کو یمن کے پاس تشریف لائے۔ اور ان دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ دونوں کے چہرے سے مٹی صاف فرمائی۔ اور فرمایا۔ تم دونوں پر میرے ماں باپ قربان! تم اللہ تعالیٰ کے حضور کس قدر عزت ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک کو اپنے دائیں کندھے اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل پڑے۔ یہ دیکھ کر سلمان فارسی کہتے ہیں میں حسین کو یمن سے عرض کیا۔ صاحبزادو! تمہیں مبارک ہو تمہاری سواری بہترین سواری ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے سواری بھی بہترین میں۔ اور ان دونوں کا باپ ان سے بھی بہتر ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۸۲)

مطبوعہ بیروت

قابل غور

حسین کریمین کے پاس سانپ کھڑا تھا۔ جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کرایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے اسے بھیجا تھا۔ یا وہ نہ جانے کب سے ان کے دیدار کا مشتاق تھا۔ کربا موقتہ ہاتھ آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حسین کریمین کا اشتیاق نہیں۔ وہ سانپ سے بھی بدتر ہے۔

۷۔ یہ دونوں جنت کے زیور ہیں۔

مجمع الزوائد

عقبہ بن عامر کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسین رضی اللہ عنہما عرض مطلق کی زینت ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ متعلق نہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں پلے جائیں گے۔ تو جنت عرض کرے گی۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ میں تجھے دو رکعتوں کے ساتھ مزین کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیے گا کہ کیا حسن حسین کے دروید میں نے تجھے مزین نہیں کر دیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۸۲)

۸۔ [دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے۔]

مجمع الزوائد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوئی۔ یہ بیماری وہی تھی جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ میں نے مرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایچونوں آپ کے بیٹے ہیں۔ انہیں اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیکھتے۔ فرمایا۔ میرے رعب اور شری کا وارث حسن ہے۔ اور میری جرات و سخاوت کا وارث حسین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵)

جزء ثمینیہ صفحہ نمبر ۱۸۵

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ۛ

ان کی نسب بڑائی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۰

بیان فرمائی

مجمع الزوائد

ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر اور افرا رہے تھے۔ جب چوتھی رکعت پر پہنچے تو حسین کو عین تشریف لائے۔ اور مسجد کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر چڑھ گئے سلام پھیرنے کے بعد آپ نے ان دونوں کو گود میں لیا چہرین کو دائیں اور حسین کو بائیں کندھے پر بٹھالیا۔ اور فرمایا: لوگو! میں تمہیں ایسے آدمی کے متعلق نہ بتاؤں جو داد دے، دادی، چچا، بھئی، خالو، خالو اور باپ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر ہے وہ ہیں بنو حسین۔ ان کے نانا رسول خدا ہیں۔ ان کی مانی خدا کی نسبت خور ملدیں۔ والدہ حضرت فاطمہ والد حضرت علی اور چچا جعفر بن ابی طالب ان کے خالو قاسم ابن رسول خدا، ان کی خالو زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے دادا جنتی، والد جنتی اور ان کی والدہ جنتی ہیں۔ ان کے چچا، بھو بھئی جنتی ہیں۔ ان کی خالائیں جنتی ہیں۔ وہ دونوں خود جنتی ہیں۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ وہ بھی جنتی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۹ ص ۱۸۴)

marfat.com

حسنین کریمین کا فیض تا قیامت جاری ہے

۹

در الثمین

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ حسنین کریمین کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ میرے گھر تشریف فرما ہیں۔ امام حسن کے ہاتھ میں قلم ہے۔ کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر مجھے وہ قلم عنایت فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میرے نانا جان کا قلم ہے۔ اچانک آپ نے ہاتھ روک لیا۔ اور اپنے برادر حسین کو فرمایا۔ یہ قلم لو۔ اور اسے درست کر دو۔ درستی پر مجھے عطا فرمایا۔ پھر ایک چادر نکلی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ چادر میرے نانا جان کی ہے۔ اس کے بعد وہ مجھے اوڑھادی بس اس خواب کے بعد میرا سینہ کھل گیا۔ اور علوم شریعت میں کامل ہو گیا

(در الثمین تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی)

(ص ۲۸ حدیث ۷۲)

نوٹ

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین کی برکت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں جامعیت آئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بزرگان دین بعد از انتقال اپنے نام ہوائوں کے کام آتے ہیں۔ اور ان کی خواب میں عطا کردہ اشیاء بھی باعث نفع و برکت ہوتی ہیں۔

فصل چہارم

فضائل سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

۱۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار میں
مسلسلہ شریف

ابو کمال محمد بن یزید ابو نذر فرماں اور عام و مسروق و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ پھر حضرت فاطمہ شریفہ لائیں۔ ان کی
چال سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی تھی۔ آپ نے دیکھتے ہی
انہیں مرجھا کہا۔ اور بیٹی کہہ کر انہیں اپنی دائیں جانب یا بائیں
طرف بٹھا لیا۔ ان کے کان میں چپکے سے کچھ فرمایا۔
وہ خوب روئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا
یہ حال دیکھا تو دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ تو
آپ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ کہ میں نے
فاطمہ الزہرا سے پوچھا۔

ایک مرتبہ تم رو پڑیں۔ آخر کیا بات تھی۔ کہنے لگیں۔ میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی راز کی باتیں ظاہر نہیں کروں گی۔ جب سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کا دھال شریف ہوا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے اس حق کی

قسم دے کر پوچھا۔ جو ان پر میرا تھا۔ آج وہ باتیں بتلا دو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائی تھیں۔ اب سیدہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبریل امین ہر سال ایک یا دو مرتبہ قرآن کریم کا میرے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا وقت قریب ان پہنچا ہے۔ لہذا فاطمہ! تم اللہ کا خوف رکھنا۔ اور صبر کرنا۔ میں تیرا اچھا چیش خیمہ ہوں گا۔ آپ کے یہ الفاظ سن کر مجھے رونا آ گیا۔ جیسا کہ تم نے دیکھا بھی تھا۔ پھر اپنے دوبارہ سرگوشی کرتے ہوئے مجھے فرمایا تھا۔ اسے فاطمہ! تو اس بات پر راضی نہیں۔ کہ مومنوں کی عورتوں یا اس امت کی عورتوں کی (جنت میں) سردار ہو۔ یسٹن کر میں ہنس پڑی تھی۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا تھا۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۰ فضائل فاطمہ مطہرہ علیہا السلام)

جائون جنت کو اپنی موت کا پہلے سے

علم تھا

ترمذی شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت خصال حسن خلق، وقار، طور طریقہ اور روش نہ گئی میں کوئی دوسرا آپ کا مشابہ نہ پایا۔ مزید فرماتی ہیں۔ کہ سیدہ کی آمد پر حضور کھڑے ہو جاتے

اور بوسہ دے کر انہیں اپنے پاس بٹھالیتے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ جاتیں۔ اور اپنے والد گرامی کا پیار لے کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ تو سیدہ تشریف لائیں۔ اور سر جھکا کر آپ کا بوسہ لیا۔ پھر سر اٹھایا اور رو پڑیں۔ پھر سر جھکا کر بوسہ لیا۔ اور سر اٹھا کر خوش دیں۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ میں تو فاطمہ کو سب عورتوں سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار جانتی تھی۔ لیکن آج معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی عام عورتوں کی طرح ہی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا۔ وہ اپنے ہنسنے اور رونے کا واقعہ بتائیں۔ فرماتے لگیں۔ میں نے اُس وقت اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ درنا سی وقت بتا دیتی۔ بات یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ کہ میرا وصال اسی بیماری میں ہو جائے گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے اہل خانہ سے تم سب سے پہلے مجھ کو ملے گی۔ میں یہ سن کر خوش پڑی

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷)

باب ما جاء في فضل فاطمة

مطبوعہ اردو بازار دہلی



گھر کی تمام عورتوں سے حضور کو خاتونِ جنت

زیادہ محبوب تھیں

-۳

ترمذی شریف

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ الزہرا تھیں۔ اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حضور کے اہل بیت کے افراد ہیں۔ (یعنی آپ کو اپنے اہل بیت کے مردوں میں سے علی اور عورتوں میں سے سیدہ فاطمہ محبوب ترین تھیں) یہ حدیث حسنِ غریب ہے

ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷

مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی۔

خاتونِ جنت کے میدانِ حشر سے گزرتے

وقتِ اہلِ محشر نگاہیں جھکالیں گے

-۴

صواعقِ محرقہ

ابو ایوب راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایک منادی کہنے والا عرش کے نیچے سے یہ منادی کرے گا۔

اسے اہل محشر اپنے سر جھکا لو۔ اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ یہاں تک کہ فاطمہ بنت رسول پطرسط سے گزر جائے۔ اس وقت سیدہ فاطمہ ستر ہزار ہفتی حوروں کی محبت میں پطرسط سے بجلی کی طرح گزر جائے گی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۹۰ / فصل الثالث
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

عزت حضرت علی المرتضیٰ کی لیکن محبت

سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی

-۵-

مجمع الزوائد

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ اور علی المرتضیٰ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت یہ دونوں ہنس رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی۔ جلدی سے سیدہ فاطمہ بولی پڑیں۔ حضور! بات یہ تھی کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ حضور کو میں زیادہ محبوب ہوں۔ اور میں کہتی تھی کہ نہیں بلکہ میں زیادہ محبوب ہوں۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ اے بیٹی! محبوب تو تو زیادہ ہے۔ لیکن عزت زیادہ میرے نزدیک علی کی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۶۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سیدہ خاتون جنت بہت اوصاف

میں حضور کی مثل تھیں

-۶

مسلم شریف

ابو بکر ابن ابی شیبہ، عہد اشد بن غیر، زکریا ابن نمیر بواسطہ اپنے والد زکریا۔ فراس، عامر، مسروق حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات تشریف فرما تھیں اتنے میں سیدہ فاطمہ تشریف لائیں۔ ان کی چال بالکل حضور کے مشابہ تھی۔ آپ نے خوش آمدید فرما کر اپنی دائیں جانب بٹھایا۔ پھر دوسرے سرگوشی فرمائی۔ ایک مرتبہ سیدہ رو پڑیں۔ دوسری مرتبہ ہنس پڑیں۔ ۱۰۱۰ روایت فضیلت: بحوالہ ترمذی شریف سے ملتی ملتی ہے۔ اس لیے بقیہ مضمون وہی ہونے کی وجہ سے ترک کیا جا رہا ہے۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۱)
(مطبوعہ رشیدیہ دہلی)

نوٹ ۱

ان دونوں ایک ہی مضمون کی احادیث کی روایت چوبیس سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو خاتون جنت سے گہری حقیرت اور محبت تھی۔ ان کے درمیان حسد و بغض

کے قصہ جات بعض خرافات و اہیات ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ کے حق

میں مخصوص دُعا

-۷-

مجمع الزوائد

عمران بن حصین کہتے ہیں۔ کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ سیدہ فاطمہ بنت قیس لائیں۔ اور آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں آپ نے اُگے بڑھتے کافر یا۔ تو کچھ اُگے بڑھیں۔ پھر فرمایا۔ اور اُگے آجاؤ۔ تودہ مزید اُگے ہو گئیں۔ حتیٰ کہ بالکل آپ کے قریب آ گئیں۔ رادی کہتے ہیں۔ کہ میں نے سیدہ کے چہرہ پر زردی دیکھی اور خون بالکل چہرہ پر نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی پانچواں انگلیاں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! بھوکوں کو سیر کرنے والے، حاجتوں کے پورا کرنے والے، کمزوروں کو اٹھانے والے فاطمہ کی بھوک دور کر دے۔ میں نے دیکھا۔ کہ سیدہ کے چہرے کی زردی ختم ہو گئی اور خون بالکل چہرہ نظر آنے لگا۔ میں نے بعد میں سیدہ سے پوچھا تو فرمایا گئیں۔ اس واقعہ کے بعد آج تک مجھے بھوک نہیں لگی۔

مجمع الزوائد جلد نہم جزو ۱ ص ۲۰۲

ۛ

نوٹ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمران بن حصین کے سامنے آنایہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب آیات پر وہ ابھی نہیں نازل ہوئی تھیں۔ لہذا اس روایت کو موجب طعن یا اعتراض نہیں بنایا جاسکتا۔

ۛ

فصل پانزدہم

فضائل سید امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ

۱۔ تعارف امام موصوف

صواعق محرقہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا کے زہد، تقویٰ اور علم میں غیث ہیں۔ جب وضو فرماتے۔ تو زرد رنگ ہو جاتا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ بتیں معلوم نہیں کہیں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۱۰۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

شواہد النبوة

حضرت علی بن حسین (زین العابدین) آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابی بکر ہے۔ اور سجاد لقب ہے۔ اور زین العابدین مشہور لقب ہے۔ ہجرت کے ۳۳ ویں سال

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا سن
پیدائش ۳۶ یا ۳۸ ہجری مذکور ہے۔ والدہ کا نام شہربانو ہے۔ آپ
کی بہت سی کرامات ہیں۔ اور بہت سے خرقہ عادت کام
سرزد ہوئے۔

(شواہد النبوة تصنیف علامہ عبد الرحمن
جاتی ص ۳۰۹ تذکرہ علی ابن حسین)

۲۔۔۔۔۔ ان کی چند کرامات

اول: صواعق محرقہ

ابن حمدون نے زہری سے روایت کی ہے۔ عبد الملک بن مهران
خلیفہ نے کسی شکایت کی بنا پر امام زین العابدین کو مدینہ منورہ سے
گرفتار کر دیا۔ اور سخت نگرانی میں رکھا۔ جب انہیں گرفتار کر کے
سے جا رہے تھے۔ تو امام زہری آئے۔ اور ان کے قریب آ
کر دوتے ہوئے کہنے لگے۔ کاش! میں آپ کی جگہ ہوتا۔
آپ کو چھوڑ کر مجھے گرفتار کر لیا جاتا۔ امام نے فرمایا۔ تم کیا سوچتے
ہو۔ کہ یہ قید و بند کی زنجیری مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں
اگر چاہتا تو یہ زنجیریں مجھے نہ پہنائی جاسکتیں۔ میں نے یہ اس
لیے قبول کی ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ مجھے اللہ تعالیٰ کا عذاب یاد آ
رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اور پاؤں زنجیر سے
نکال کر فرمایا۔ میں ان گرفتار کرنے والوں کے ساتھ دو دن سے

زیادہ عرصہ نہیں رہوں گا۔ خدا کی قسم! ان گرفتار کرنے والوں کو ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے۔ کہ بوقت صبح انہوں نے امام زین العابدین کو گم پایہ بہت تلاش کیا گیا۔ لیکن آپ نہ مل سکے۔ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ میں خلیفہ عبد الملک کے پاس گیا۔ تو اس نے ام زین العابدین کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا۔ کہ جس دن آپ کے کارندوں نے انہیں گم پایا۔ وہ سیدھے میرے پاس آئے۔ اور فرمانے لگے۔ تیرا اور میرا اب کیا ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ میرے پاس قیام فرمائیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ اور یہ کہہ کر چل دیئے۔ لیکن بعد امیر اول ان کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا۔ عبد الملک خلیفہ نے جب امام موصوف کی یہ کرامت سنی۔ تو اپنے گودنر حجاج بن یوسف کو حکم دیا۔ کہ بنی عبد المطلب کے خون سے ہاتھ اٹھالیا جائے۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ امام زین العابدین کو کہتا۔ کہ اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ امام موصوف نے فوراً بصیرت سے خلیفہ کے اس خط کو جان لیا۔ اسی وقت ایک خط عبد الملک کی طرف تحریر فرمایا۔ لکھا کہ تم نے جو بنی عبد المطلب کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ جب یہ خط امام عبد الملک کے پاس پہنچا۔ تو اس نے تاریخ تحریر کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس نے جو خط حجاج بن یوسف کو اس مضمون کا خط لکھا تھا۔ امام موصوف کا خط بھی اسی تاریخ کا لکھا ہوا تھا اور امام موصوف کے قاصد اور عبد الملک کے قاصد کی روانگی بھی ایک تاریخ کی تھی۔

یہ دیکھ کر جبرائیل علیہ السلام کو معلوم ہو گیا۔ کہ امام زین العابدین صاحب کشف و کرامات ہیں۔ لہذا اپنے غلام کے ہاتھ بہت سے درہم اور کپڑے امام موصوف کی خدمت میں اس نے ارسال کیے۔ اور کہا۔ کہ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھا کیجئے۔

(۱۔ سوانح محرقہ ص ۲۰۰ تذکرہ زین العابدین

مطبوعہ قاہرہ بدید)

(۲۔ شواہد النبوة ص ۳۰۹ تذکرہ علی

بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش

روڈ لاہور)

دوم: شواہد النبوة

ایک دن آپ کی اوشنی راستہ میں کچھ سست روی اور کاہلی پر اتر آئی۔ آپ نے اسے بٹھا کر خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ دیکھو میرا عصا اور تازیانہ اگر تم نے اپنی سست روی اور کاہلی کی روش ترک نہ کی۔ تو ان سے تمہاری مرمت کی جائے گی۔ یہ سن کر اوشنی نے تیز رفتاری اپنالی۔ اور پہلی روش ترک کر دی۔ (شواہد النبوة ص ۳۱۳ تذکرہ علی

بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

سوم: شواہد النبوة

آپ ایک دن اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک صحرا میں

تشریف فرما تھے۔ کہ اسنے میں ایک ہرنی آگئی۔ اور آپ کے سامنے
کھڑے ہو کر زمین پر کھڑا کر دے سے چینی لگی۔ حاضرین نے پوچھا۔
اے رسول اللہ کے فرزند! یہ کیا کہتی ہے؟ فرمایا۔ اس کی فریاد یہ ہے
کہ فلاں قریشی اس کے بچے کو اٹھا کر لے آیا۔ چونکہ اٹھانے سے پہلے
اُس نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا تھا۔

۔ اس لیے بھوکا تھا۔ اور یہ اس کی ماں کہہ رہی ہے۔ کہ وہ بچہ
واپس لایا جائے۔ تاکہ میں اس کو دودھ پلاؤں۔ جب دودھ پنی لے
تو یہ قریشی اُسے بے جا سکنا ہے۔ حاضرین کے دل میں اس بات
کا کچھ شک گزرا۔ امام نے اس قریشی کو بلایا۔ اور واقعہ پوچھا۔ اُس
نے من و عن بیان کر دیا۔ قریشی نے وہ بچہ حاضر کیا۔ ہرنی نے دودھ
پلایا۔ امام نے اُس قریشی سے درخواست کی۔ کہ اس بچے کو آزاد
کر دو۔ لہذا اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ دونوں ماں بیٹا جو کڑیاں بھرتے
ہوئے دوڑ نکل گئے۔ جاتے ہوئے ہرنی نے پھر شور مچایا۔ حاضرین
کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا۔ وہ جزاک اللہ خیر! کہتی ہوئی
چلی گئی۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۳ مکتبہ نبویہ لاہور)

چہارم: شواہد النبوة

جس رات آپ کا انتقال ہوا تھا۔ اُس رات اپنے بیٹے جناب
محمد باقر سے فرمایا۔ بیٹا! پانی لاؤ۔ میں وضو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ
پانی لائے۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرا پانی لاؤ۔ کیونکہ اس پانی میں

کوئی مرد و چیز تھی۔ جناب امام باقر نے دیا بلا کو خور سے دیکھا۔ کیونکہ انھیں
تھا۔ تو آپ کو اس پانی میں مرا ہوا ایک چوہا نظر آیا۔ آپ نے دوسرے
پاک پانی سے وضو فرمایا۔ اور پھر بیٹے کو ارشاد فرمایا۔ مینا! اب میرا کوئی کام
وقت ہے۔ اس کے بعد چند وصیتیں کیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۴)

تہجم: شواہد النبوة

آپ کی ایک اونٹنی تھی۔ جب آپ اس پر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔
تو اپنا تازیانہ اس کے پالان کے اگے لٹکادیتے۔ اس وجہ سے سارا
راستہ اسے مارنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ حتیٰ کہ وہیسی پر اسی طرح ہوتا
جب امام زین العابدین وصال فرما گئے۔ تو یہی اونٹنی آپ کی قبر پر آکر
اپنا سینہ قبر سے لگا کر آہ دزاری کرتی۔ امام باقر نے اگر دیکھا۔ تو
فرمایا۔ اے اونٹنی! اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے لیکن مرنے
اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جاری ہے
اس کے تین دن بعد وہ بھی چل بسی۔

ششم: صواعق محرقہ

ابونعیم اور سفی بیان کرتے ہیں کہ شام بن عبد الملک نے اپنے باپ یا
بھائی ولید کی زندگی میں حج کیا۔ دوران حج بھیڑ کی وجہ سے وہ حجر اسود
مکے پہنچ سکا۔ لہذا اس کے لیے آب زمزم کی ایک جانب منبر رکھ
دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ کر حجر اسود کو دیکھتا رہا۔ امن کے بارو گرد

شامی جاسوسوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی دوران امام زین العابدین
کعبہ میں تشریف لائے۔ جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے۔ تو مجھ
اور دوسرے مشرک ہو گیا۔ اور امام نے تسبی سے اس کا استلام کیا۔ یہ
دیکھ کر شامیوں نے اپنے غیظ سے عرض کیا۔ یہ کون ہے ہشام
نے اس وجہ سے کہ کہیں لوگ امام کے شیعہ بن جائیں۔ کہہ
دیا۔ میں نہیں جانتا کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں موجود تھا
بولائیں اس کو جانتا ہوں۔ فرزدق نے امام زین العابدین کا ان
اشعار کے ذریعہ تعارف کرایا۔

فَإِنَّ الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِفَهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِجْلُ وَالْحَرَامُ — (۱)

هَذَا ابْنُ خَيْرِ عِيَادِ اللَّهِ كَلْبِهِمْ
هَذَا الثَّقِيُّ الْكُنْزِيُّ الظَّاهِرُ الْعَلَمُ — (۲)

ترجمہ:

یہ وہ شخص ہے جسے سرزمین بطحہ جانتی ہے۔ اور اسے غلام کہہ
اور علی و حرم سب پہچانتے ہیں۔
یہ اس شخصیت کا فرزند ہے۔ جو تمام اشک کے بندوں سے بہتر ہے
یہ نہایت متقی، پاکیزہ، ظاہر اور عالم ہے۔

(۳)

إِذَا رَأَتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
إِلَى مَكَّارِمٍ هَذَا يَنْتَهَى الْكُرَمُ

بَيِّنَعِي إِلَى ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِي قَصُرَتْ
عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْإِسْلَامِ وَالْعَجَمُ
(صواعق مرقومہ ص ۲۸ فصل ۲)

-۴

ترجمہ:

جب اسے قریش نے دیکھا۔ تو ایک کہنے والا بول اٹھا۔ یہ وہ
شخص ہے۔ کہ جس پر اچھے اخلاق اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ عزت کی اس
بلندی تک اسے رسائی ہو گئی جس کے حصول سے عرب و عجم کے
مسلمان قاصر رہے۔

ہفتم: نور الابصار

ان کے صاحبزادے جناب زید نے ان سے خروج کا مشورہ
لیا۔ تو آپ نے اُسے منع کر دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم خروج
میں کہیں قتل نہ کر دیئے جاؤ۔ سولی پر نہ چڑھا دیئے جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم
ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ماسوائے سفیانی کے
جو بھی خروج کرے گا۔ وہ قتل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا
آپ نے فرمایا تھا۔

(نور الابصار ص ۹ تصنیف شیخ مومن
بن حسن مومن سبیلانی)

✽

۳۔ امام زین العابدین کے اخلاقِ حسنہ

نور الابرار

دارالاصدات میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ تو ایک شخص نے آپؑ کا زیبا الفاظ کہے۔ اس پر آپؑ کے بھائی اور غلام نے جوابی کارروائی کا ارادہ کیا۔ آپؑ نے انہیں منع فرمایا اور خود اس بد زبان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ دیکھو ہمارے حالات تم سے پرشیدہ نہیں ہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا دھڑک بتا دو۔ ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اور امام موصوف نے اُسے پانچ ہزار درہم اور ایک کبیل عنایت فرمایا۔ اُس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپؑ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص نے آپؑ سے گستاخانہ کلام کیا۔ آپؑ نے اُسے فرمایا۔ دیکھو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان جہنم کی گھاٹی ہے۔ اگر میں اس سے گزر گیا تو تمہارے ان گستاخانہ کلمات کی مجھے پرواہ نہیں۔ اور اگر نہ گزر سکا۔ تو میں ان کلمات سے بڑھ کر سخت کلمات کا مستحق ہوں۔

(نور الابرار ص ۱۰۱)

فصل شش دہم

فضائل امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۱۔۔۔۔۔ تعارف

شواہد النبوة

ان کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ مختلف علوم میں یدِ طولیٰ اور مہارتِ کاملہ کے مالک تھے۔ ان کی تشریح و تفسیر پر مکمل و سترس تھی۔ آپ کی والدہ فاطمہ ثانیہ ہیں جو حسن بن علی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز جمعہ صفر کی تیرہ تاریخ ۵ شہرہ ہجری میں ہوئی۔ یعنی امام عالی مقام امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے ۶۱۱ھ ہجری میں ستاون برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں اپنے والد محترم کے پہلو میں مدفون ہیں۔ خوب بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ جب ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور میرے پاؤں چومنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میں ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے

کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور صلہ و سلام ہوں۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ اسے جابر! حضور کے سلام پہننے کا واقعہ کس طرح ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے جابر! شاید تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو جسے محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے انوارِ حکمت عطا فرمائے گا۔ تم اسے میرا سلام کہہ دینا۔

رشدواہذا النبوة ص ۱۷۲ تذکرہ محمد بن علی بن حسین

صواعق محرقہ

ابن مہر بنی جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے محمد باقر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ اس وقت وہ کم سن تھے۔ اس سلام کا واقعہ مجھ سے پوچھا گیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور حسین آپ کی گود میں تھے۔ آپ میں سے خوشی طبعی فرار ہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے جابر! حسین کے ہاں ایک سیڑھا ہوگا۔ جس کا نام علی ہوگا۔ قیامت کے دن منادی کہنے والا آواز دے گا۔ کہ ”سید العابدین“ کھڑا ہو جائے۔ یہ سن کر علی بن حسین کھڑے ہوں گے۔ پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ علی بن حسین کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اسے جابر! جب تمہاری اس سے ملاقات ہو۔ تو میرا سلام کہہ دینا۔

(صواعق محرقة ص ۲۰۱ تذکرہ ابو جعفر محمد باقر
مطبوعہ مآثر طبع جدید)

۲۔۔۔۔۔ ان کی کرامات

اول: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ہم امام محمد باقر کے ہمراہ ہشام بن عبد الملک کے پاس سے گزرے۔ وہ اس وقت اپنے ایک مکان کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ امام نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ مکان خراب و خستہ ہو جائے گا۔ لوگ اس کی مٹی تک نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس کی بنیادوں میں رکھا گیا پتھر کھنڈرات میں تبدیل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے۔ مجھے آپ کی ان باتوں پر بڑا تعجب ہوا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا گھر کون تباہ کر سکتا ہے۔ بہر حال جب ہشام نے انتقال کیا تو اس کے بیٹے ولید بن ہشام کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا۔ اور اس کی مٹی اس قدر کھودی گئی۔ کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

شواہد النبوة اول تا یازہم حوالہ جات

(ص ۳۱۹ تا ۳۲۲)

دوم: شواہد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ واقعہ کے راوی نے امام باقر سے طاقات کی اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا۔ جلدی نہ کرو۔ کیونکہ اس وقت امام کے پاس تمہارے ہی بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی

دیر بعد بارہ آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ہر ایک نے تنگ قبائیں، اقلیٰ
میں دستاں اور موزے چڑھائے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ
کون ہیں؟ ان کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں؟ امام نے فرمایا۔ یہ
تمہارے بھائی جنات اسقے۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ انہیں دیکھ
لیتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ جس طرح تم حلال و حرام کے بارے میں پوچھتے
ہو۔ وہ بھی اس بارے میں سوال کرنے آتے ہیں۔

سوم: شواہد النبوة

امام موصوف کے فرزند جناب امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں۔ کہ
ایک مرتبہ میرے والد گرامی نے مجھے فرمایا۔ دیکھو۔ میری عمر کے صرف
پانچ سال باقی ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ہم نے بیسے اور سال
شمار کیے۔ بالکل اتنے ہی نکلے۔ جتنے آپ نے مجھ سے فرمائے تھے

چہارم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ہمراہ مدینہ منورہ کی ایک
درمیانی وادی میں سفر کر رہا تھا۔ آپ ایک فخر پر سوار تھے۔ اور میں
گدھے پر سوار تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ پہاڑی سے ایک شخص
اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ اور آپ کی چڑکی جگہائی کرتا رہا۔ اور
ایک بھیڑ یا اپنے ہنوں کو خچر کے زین کے ساتھ لگا کر ان سے گفتگو
کرتا رہا۔ آپ سنتے رہے۔ بالآخر کافی دیر بعد آپ نے بیڑیے
سے فرمایا۔ اب چلے جاؤ۔ تمہارا جو مقصد تھا۔ میں نے پورا کر

دیا ہے۔ وہ چلا گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تم جانتے ہو کہ بھیلر یا کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ بلکہ اللہ، اس کا رسول اور اس کے رسول کا بیٹا زیادہ جانتے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری جنت دیوی اس وقت بچہ بچی جنت کی کیفیت میں مبتلا ہے دعا کیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل حل فرما دے۔ اور میری نسل میں سے کسی کو بھی آپ کے ارادت مندوں پر مستطو نہ کرے۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کر دی۔

پانچم: شواہد النبوة

بزرگانِ سلف میں سے ایک فرماتے ہیں۔ کہ مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھے شوق ہوا۔ کہ میں امام محمد باقر کی زیارت کروں۔ لہذا میں ان کی زیارت کے لیے بالخصوص مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات میں مدینہ شریف پہنچا۔ اس رات سخت بارش ہوئی۔ جس کے باعث سردی میں شدت آگئی تھی۔ اُدھی رات کے بعد میں آپ کے درِ دولت پر پہنچا۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ اب آپ کا دروازہ کھٹکشاؤں۔ یا صبح تک صبر کروں۔ کہ آپ خود باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اپنی لونڈی سے فرمایا۔ اٹھو اور فلاں جہان کے لیے دروازہ کھول دو۔ کیونکہ آج رات اُسے سخت سردی نے سستایا ہے۔ دروازہ کھلا۔ اور میں اندر چلا گیا۔

۵

ششم: شواہد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں آپ کے در و دولت پر حاضر ہوا لیکن آپ نے میرے سوا تمام لوگوں کو ملاقات کی اجازت عطا فرمادی میں ٹلگین اور پریشان ہو کر گھر آگیا۔ ساری رات مجھے نیند نہ آئی میں نے سوچا کہ واپس مکہ شریف چلا جاؤں۔ لیکن معاملہ یہ تھا۔ کہ اگر میں مرجعہ قدریہ یا زیدریہ اور حروریہ میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ اپنی اپنی بولیاں بولیں گے۔ دوران کی باتیں تخریب و فساد سے خالی نہیں۔ اسی ذہنی کشمکش کے دوران اذان فجر ہو گئی۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہو؟ جواب آیا۔ میں محمد بن علی بن حسین کا قاصد ہوں۔ جب میں باہر آیا۔ تو قاصد نے کہا تمہیں امام محمد باقر یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر حاضر ہوا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہ مرجعہ، نہ قدریہ، نہ زیدریہ، نہ حروریہ کسی کے ساتھ نہ رہو۔ بلکہ تم ہمارے ساتھ رہو۔

ہفتم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر بندے کا کیا حق ہے؟ انہوں نے اپنا چہرہ محمد سے پھیر لیا میں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ تیسری مرتبہ فرمانے لگے۔ میرا خدا پر یہ حق ہے۔ کہ وہ کھجوروں کے اس جھنڈ کو کہے کہ اس کی طرف آؤ تو وہ چلا آئے۔ آپ نے جو بھی اس جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔

تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کدوہ حرکت کرنے لگا۔ اور آپ کی طرف اُنے کا ارادہ کیا۔ لیکن امام نے اشارہ کر کے اُسے اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ نے اُسے اس طرح اُنے کا نہیں کہا تھا۔

ہشتم: شواہد النبوة

ایک راوی کا بیان ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ان دنوں کا قصہ ہے۔ جب امام زین العابدین انتقال کر چکے تھے۔ اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دوانقی آگئے داؤد تو امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن دوانقی کہیں اور جا بیٹھا آپ نے دوانقی کے اپنے پاس نہ اُنے کی وجہ پوچھی۔ دواؤد نے اس کی طرف سے معذرت کی۔ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد دوانقی حاکم وقت بن جائے گا۔ اور مشرق و مغرب پر اس کی حکومت ہوگی۔ اس کی عمر بھی طویل ہوگی۔ اور اس قدر خزانے جمع کرے گا۔ کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہ ملتی ہوگی۔ داؤد نے اٹھ کر دوانقی کو سب کچھ جاسٹنایا۔ پھر دوانقی خود آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ میرے نہ اُنے کی وجہ آپ کا جلال و اکرام تھا۔ پھر پوچھا۔ داؤد نے میرے ساتھ آپ کی طرف سے کچھ باتیں کی ہیں۔ فرمایا۔ وہ سچ کہتا ہے۔ پوچھا۔ آپ کی سلطنت کا زمانہ پہلے ہو گیا ہماری سلطنت کا؟ فرمایا۔ تمہاری سلطنت کا زمانہ پہلے ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ کیا ہماری سلطنت کا زمانہ طویل ہو گیا جو امیہ کا؟ فرمایا۔ تمہارا۔ لیکن تمہاری سلطنت بچوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ وہ اس سے گیند کی

شرح کیلئے رہیں گے۔ میں نے ایسے ہی اپنے والد گرامی سے سنا تھا
چنانچہ جب دو رات ہی برسرِ اقتدار آیا۔ تو اُسے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی
باتوں پر بہت تعجب ہوا۔ دیکھو وہ صرف بحرف سچی ہوئی۔

ہم: شواہد النبوة

ایک راوی کہتا ہے۔ کہ ہم پچاس آدمی امام باقر کی خدمت میں تھے
اتنے میں ایک آدمی اور آگیا۔ جو کھجوروں کا کاروبار کرتا تھا۔ اس
نے امام موصوف سے پوچھا۔ کہ ایک کوئی آپ کے بارے میں کہتا ہے
کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے۔ جو دشمن و دوست کا فرق
آپ کو بتاتا ہے۔ امام نے اس سے پوچھا۔ تم کیا کام کرتے ہو؟
کہنے لگا۔ کبھی کبھی جو بیع لیتا ہوں۔ فرمایا غلط کہتے ہو۔ تم کھجوروں
کا کام کرتے ہو۔ اس نے آپ سے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا
ہے۔ فرمانے لگے۔ مجھے فرشتہ اطلاع کر دیتا ہے۔ اور یہ بتا
دیتا ہے۔ کہ ہمارا کون دشمن ہے۔ اور کون دوست؟ دیکھو۔ تم
فلاں بیماری میں انتقال کرو گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں جب کو فر
واپس گیا۔ اور اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ
اسی بیماری میں وہ فوت ہو گیا۔ جو امام موصوف نے بتائی تھی۔

دہم: شواہد النبوة

ایک شخص کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ امام باقر گھوڑے پر سوار
نہیں جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر رہا۔

تھے۔ کہ دو آدمی نظر آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں چور ہیں انہیں پکڑ
لو۔ اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے ایسے ہی کیا۔ پھر
آپ نے اپنے ایک تابعی اعتماد آدمی سے فرمایا۔ اس پہاڑ میں ایک
غار ہے۔ وہاں جاؤ اور جو اس میں ملے اؤ۔ وہ لے لیا۔ وہاں اسے
سامان سے بھرے ہوئے دو صندوق ملے۔ واپسی پر اس نے تیس صندوق اپنی
طرف سامان کا بھر لیا۔ جب وہ آدمی صندوق لے کر آیا تو آپ نے فرمایا۔ ان صندوقوں
کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے۔ اور دوسرا موجود نہیں
ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ تو وہاں ایک شخص نے دوسرے
پر استحقاق کا دعویٰ کر لیا تھا۔ اور مدینہ کا گورنر اسے ڈانٹ ڈپٹ رہا
تھا۔ امام نے فرمایا۔ انہیں سزائے نہ کرو۔ اپنے دونوں صندوق اُن کے
مالکوں کے سپرد کر دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے
جائیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل پر اُن کے ہاتھ کاٹ گئے۔ اُن میں سے
ایک نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے فرزند کی موجودگی میں کاٹا گیا۔ اور ان کے دستِ حق پرست
پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو پھر کچھ توبہ کا جہد
کو۔ ایک سال بعد تمہارا اس دنیا سے کوچ ہو جائے گا۔ اس نے
توبہ کی۔ اور ایک سال زندہ رہا۔ اس کے انتقال کے تین دن بعد
اس صندوق کا ایک اور مالک آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں ایک ہزار
دینار تو تمہارا ہے۔ لیکن دوسرا ہزار کسی اور کا ہے۔ اور کپڑوں کا
معاوضہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ معلوم
ہے۔ تو اس کا نام بھی بتا دیجئے۔ فرمایا۔ اس کا نام عبد بن عبد الرحمن

ہے۔ جو بہت نیک اور صالح شخص ہے۔ اور صدقہ و خیرات کرنے والا ہے۔ اور پابندی سے نماز ادا کرنے والا ہے۔ اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے جس شخص سے امام موصوف باتیں کر رہے تھے۔ وہ نصرانی تھا۔ یہ باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔ بے شک انڈیہی دامدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ہیں اس کے بندے ہیں یعنی وہ اس تصدیق و اقرار کے ساتھ حلقہ بیگوش اسلام ہو گیا۔

یازدھسر

ایک دن مدینہ منورہ میں امام صاحب کا چند آدمیوں کے ساتھ قیام تھا۔ دورانِ نشست آپ نے کچھ دیر سر جھکانے کے بعد پھر اٹھایا اور فرمانے لگے۔ کہ لوگو! ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ ایک شخص چار ہزار کا شکر کرے کہ تمہارا قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے تقاضا کو بھی قتل کرے گا۔ تمہارے لیے مہیشیں کھڑی کرے گا۔ جنہیں تم دوزخ کو سکھائے۔ سنو! یہ واقعہ اگلے سال ہو گا۔ لہذا اس سے بچاؤ کی کوشش کرو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اور چند کو چھوڑ سبھی کہنے لگے۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بنو ہاشم کو یقین تھا۔ کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ درست ہو گا۔ چنانچہ اگلے سال امام محمد باقر بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے پھر نافع الارزق مدینہ میں آیا۔ اور اس نے وہی کچھ کہا۔ جو امام ایک سال پہلے بتلا چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے

یہ طے کر لیا۔ کہ اب امام محمد باقر جو کچھ فرمائیں گے۔ ہم اس سے ہرگز انکار نہ کریں گے۔ کیونکہ آپ اہل بیت نبوت ہیں۔ اور جو فرماتے ہیں حق و پختہ ہوتا ہے۔

ارشاد النبوۃ ص ۳۱۸ تا ۳۲۴

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

دوازدہم:

نور الابصار

ابو بصیر کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ایک دن امام باقر سے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیائے کرام کے وارث تھے۔ امام موصوف نے فرمایا۔ میں اُن تمام کے علوم کا وارث ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ کیا آپ مردوں کو زندہ، بہرہوں اور کوڑھوں کو شفا دینے، لوگوں کے گھروں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کی خبر دیتے اور ان کے ہاں کھانے پینے کی دیگر اشیاء بتلانے پر قادر ہیں؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اسے ابو بصیر! ذرا قریب آؤ۔ ابو بصیر آنکھوں سے معذور تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں جب امام صاحب کے قریب ہوا۔ تو انہوں نے میرے چہرہ پر جو نہی ہاتھ پھیرا۔ مجھے زمین و آسمان کی تمام

اشیاء نظر آنے لگیں۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ کیا چاہتے ہو۔ کہ اسی طرح تم دیکھتے ہی رہو۔ لیکن تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔ اور اگر پہلی حالت چاہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تجھے جنت عطا کرے گا۔ میں نے کہا، مجھے تو جنت چاہیئے۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ چہرہ پر پھیرا۔ اور میری دعا پڑھ لی کیفیت لٹ اُٹی۔

دورالابصار ص ۲۲ تذکرہ امام محمد باقر
تصنیف شیخ مومن بن حسن

سینزدہم

جناب امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے والد نے ایک مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اپنا تک اپنا میر مبارک جھکایا۔ اور کچھ دیر بعد اوپر اٹھایا۔ اُسکے پوری وہی کرامت مذکور ہے۔ جو یانہ وہم نمبر میں درج ہو چکی ہے۔ لیکن وہ شواہد النبوة سے تھی۔ اور یہ دورالابصار ص ۲۳ پر سے نقل ہے۔

۲ آپ کی وفات حسرت آیات

دورالابصار

آپ کا ۱۱؎ میں انتقال ہوا۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۶۳؎ یا بقول بعض اٹھاون برس تھی۔ آپ نے وصیت

فرما رکھی تھی۔ کہ مجھے اسی قسم کا کفن پہنایا جائے۔ جو پہن کر میں نماز ادا کرتا تھا۔ دارالاصداق، "نامی کتاب میں مذکور ہے۔ کہ ان کو بھی ان کے والد گرامی کی طرح زہر دیا گیا تھا۔ آپ جنت البقیع میں "قبة العباس" میں مدفن ہوئے۔ "الفصول المهمة" میں بروایت امام جعفر صادقؑ یوں ہی مذکور ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ میں (جعفر صادقؑ) بوقت وصال ان کے قریب ہی تھا۔ آپ نے غسل، کفن و دفن کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! جب سے آپ بیمار ہوئے۔ میں آج آپ کے پہلے کی پابست تندرست دیکھ رہا ہوں۔ اور موت کے کوئی آثار مجھے نظر نہیں آتے۔ فرمایا۔ اسے نعت جگر کیا تمہیں علی بن حسین کی آوازیں سنائی نہیں دے رہیں؟ وہ دیوار کے پیچھے سے مجھے ملتا ہے۔ اور فرمادہ ہے میں۔ کہ "محمد" جلدی کرو۔

فصل ہفتم

فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۱۔ آپ کا تعارف

شواہد النبوة

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم آپ چھٹے امام ہیں۔ کینت ابو عبد اللہ اور بقول بعض ابو اسماعیل تھی۔ مشہور ترین لقب "صاحب الزمان" ہے۔ والد امام فروغ بنت قاسم

بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں۔ آپ کی نانی حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق ہیں۔ اسی دور ہرے نبی تعلق کی بنا پر امام جعفر کا قول ہے۔ کہ مجھے ابو بکر صدیق نے دو بار جہنم دیا۔ مدینہ منورہ میں سلسلہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں بروز سوموار پیدا ہوئے۔ اور سوموار کے دن ۱۱ سالہ "نصف رجب المرجب کو انتقال فرمایا۔ قبر انور جنت البقیع میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد امام محمد باقرؑ ان کے والد امام زین العابدینؑ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی قبور سے ہر نفع و شر کو دور رکھے۔ اور ان کی حکومت و تعلیم میں اضافہ ہو۔ (علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ یہ دعاء اپنے دور میں موجود ان قبور کے متعلق کر رہے ہیں لیکن چند سالوں سے وہی نفع اور شر ان کی قبور پر آن چڑھا۔ اور آج ان عظیم حضرات کے مقابر کا نشان تک ظالموں نے نہ چھوڑا۔

اور پھر اس پر مہر یہ کہ ان حضرات اور دیگر مدفونین جنت البقیع کے مقابر کو ہموار کرنے پر نازاں اور فرماں ہیں۔ کہ ہم نے صحیح اسلام زندہ کیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔) آپ اہل بیت کے عظیم دوست تھے۔ ان میں سے "اعلمتہ ان کے قلوب پر اتارنے والے علوم رفیعہ کا احاطہ و ادراک ناممکن ہے۔" (شواہد النبوة صفحہ نمبر ۲۲۷ مکتبہ نبویہ لاہور۔)

آپ کی چند کرامات

آپ کی کرامات چونکہ اس قدر بکثرت ہیں کہ صرف انہی کو اگر ذکر کیا جائے تو اچھی خاصی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم نے ان تمام کے ذکر کرنے سے احتراز اس بنا پر کیا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل سنت پر جو یہ الزام دھرا جاتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت کے محب نہیں ہیں۔ اس الزام کی تردید آپ کی کرامات کے ذکر کرنے سے کی جائے۔ جو ہماری کتب میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں۔

اول،

شواہد النبوة

”صفۃ الصفوة“ میں ابن جرزی نے باسناد ولایت بن سعد سے باسناد خود روایت کیا ہے کہ جب آپ کرمی حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ نراحت کے بعد کوہ ابوقیس کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں مجھ ایک شخص بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ قریب گیا۔ تو وہ یارب یارب کہہ کر دعا مانگ رہا ہے۔ دعا مانگتے مانگتے اس کا سانس

ٹوٹ گیا۔ پھر یا حقی یا حقی پڑ ہنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ پھر سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا رحیمو پھر یا رحیم الرحمن پڑھا۔ ہر مرتبہ اس کا سانس اکھڑ جاتا۔ سات مرتبہ اسی طرح کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے۔

اللھم ان اشلھتھنی من ہذا العیب اللھم وان بودی
قد اخلقتا۔ ابھی یہ دعا کیے کلمات ختم نہ ہوئے تھے۔ کہیں نے
دہاں انگوروں کا ایک گچھا اور دو نیچا دیے۔ پڑی دھکیں
اس موسم میں انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ اس شخص نے انگور
کھانے شروع کیے۔ تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی۔ پوچھا
تم کیوں شرکت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا وجہ یہ ہے
کہ آپ نے دعا فرمائی تھی۔ اور میں نے بھی نہ منی کھی تھی۔ فرمایا
اُد۔ اور کھاؤ۔ لیکن کوئی دانا باقی نہ بچے۔ میں نے اُن کا جو ذائقہ
پایا۔ وہ بے مثل تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر وہ کھائے۔ لیکن
حیران کن بات یہ کہ اُن میں سے ایک دانا بھی کم نہ ہوا۔ وہ شخص
پھر بچے کہنے لگا۔ اور کھاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اب عاجت نہیں
رہی۔ فرمایا۔ اچھا تو پھر ادھر ادھر ہو جاؤ۔ کیونکہ میں ان چادرؤں
کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ تو اس نے چادرؤں
میں سے ایک کا تہ بند بنالیا۔ اور دوسری کو اوپر اوڑھ لیا اور
پرانی چادرؤں کو ہاتھ میں پکڑ کر مل دیا۔ میں بھی ان کے پیچھے
پیچھے چل پڑا۔ جب صفامر وہ پر پہنچے تو اسے ایک اور شخص
پا۔ اس نے

مرض کیا۔ اسے رسول اللہ کے فرزند! میرا جسم ڈھانپئے۔ اٹھو تعالیٰ تمہارا آن ڈھانپئے گا۔ اس نے وہ دونوں چادریں اس مانگنے والے کو دے دیں۔ میں پھر اس سائل کے پیچھے ہو گیا۔ اس سے میں نے دریافت کیا۔ بھائی ذرا مجھے یہ تو بتلاؤ۔ کہ جس نے تمہیں یہ چادریں عطا کیں۔ وہ کون ہے؟ وہ بولا۔ وہ جعفر بن محمد ہیں۔ بعد ازاں میں نے اُن سے حدیث سننے کی بہت خواہش کی۔ لیکن وہ نہ مل سکے۔

(نور الابرار ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتبہ

نبویہ لاہور۔)

دوم: صواعق محرقہ

امام جعفر صادق کے چچا زاد بھائی عبد اللہ المحض جو بنی ہاشم کے سردار اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کے والد ہیں۔ بنی ہاشم نے ان کی بیعت کا ارادہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ بنی امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ بنی ہاشم نے ایک اجتماع کیا۔ اور اس میں یہ طے پایا کہ امام جعفر صادق کو بلایا جائے۔ لہذا جب انہیں دعوت دی گئی۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ بنی ہاشم اس سے یہ سمجھے۔ کہ امام جعفر کو نفس زکیہ اور ابراہیم سے حسد ہے۔ جب اس کا مسلم امام جعفر کو ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے کسی سے کوئی حسد نہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں۔ کہ حکومت نہ ان دونوں میں سے کسی کو اور نہ ہی مجھ مل سکتی ہے۔ بلکہ اس شخص کو ملے گی۔ جو پیلے رنگ

کی قبا و پہننے والا ہے۔ (یعنی منصور عباسی) امام جعفر کی یہ بات منصور عباسی کے دل میں سما گئی۔ حتیٰ کہ وہ بادشاہ بن گیا۔ اسی امر کی خبر امام جعفر کے والد جناب امام باقر بھی پہلے ہی سے دے چکے تھے لہذا امام جعفر نے منصور سے کہا۔ کہ تم شرق و غرب پر حکومت کر دو گے اور تمہاری حکومت دیر تک چلی گی۔ منصور دو انفتی نے پوچھا۔ اے جعفر! آپ کی حکومت پہلے ہو گی۔ یا ہماری؟ فرمایا۔ پہلے تمہاری حکومت ہو گی۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا میری اولاد میں سے بھی کوئی بادشاہ بنے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں بنے گا۔ پھر دو انفتی نے پوچھا۔ بنی امیہ اور ہماری حکومت میں سے کس کا زمانہ طویل ہو گا؟ فرمایا۔ تمہاری حکومت زیادہ دیر تک چلے گی۔ لیکن تمہاری مملکت کے ساتھ بچے گیند کی طرح کھیلیں گے۔ امام جعفر نے یہ سب کچھ بتا کر فرمایا۔ یہ باتیں مجھے میرے والد نے بتلائی تھیں پھر جب منصور بادشاہ بن گیا۔ تو امام جعفر کی ان باتوں پر بہت تعجب کیا کرتا تھا۔

(مواہق محرقہ ص ۲۰۲) مطبوعہ قاہرہ

(طبع جدید)

سوم اشواہد النبوة

ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میرے ایک دوست کو منصور نے جیل میں ڈال دیا۔ دوران حج میری ملاقات

امام جعفر سے ہوئی۔ میدانِ عرفات میں آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہارا دوست کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ وہ تو ابھی تک منصور کی قید میں پڑا ہوا ہے۔ اپنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! تمہارا دوست بری ہو گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہیں واپس گھر آیا۔ اور دوست سے ملاقات ہوئی۔ اس کی رہائی کے متعلق پوچھا۔ کہنے لگا۔ مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نماز عصر رہا کیا گیا تھا۔

(شواہد النبوة ص ۲۲ مطبوعہ لاہور)

چہارم: شواہد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے مکہ مکرمہ سے ایک چادر خریدی۔ اور پختہ ارادہ کیا۔ کہ کسی کو یہ نہ دوں گا۔ بلکہ اسے اپنے کفن کے لیے رکھ چھوڑوں گا۔ میں جب عرفات سے واپس مزدلفہ آیا۔ تو چادر کہیں گم ہو گئی۔ مجھے ہمت صدمہ ہوا۔ جب علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ آیا۔ تو مسجدِ نبیؐ میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو امام جعفر کے ساتھ تھا۔ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امام موصوتؑ تجھے بخار ہے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تم گم شدہ چادر حاصل کرنا چاہتے ہو جو تمہارے کفن کے کام آئے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! دیجئے۔ لیکن وہ تو گم ہو گئی ہے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو آواز دی۔ اور وہ وہی چادر لیے حاضر ہوا۔ جو میں گم کر

بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔
(شواہد النبوة ص ۲۳۲ مطبوعہ لاہور)

پنجم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر کی معیت میں مکہ شریف میں جا رہا تھا۔ ہمیں ایک عورت نظر آئی۔ اس کے پاس سے ہم گزے۔ اور اس کے پاس ایک مردہ لگائے پڑی تھی۔ وہ عورت اپنے بچوں سمیت رونے میں مشغول تھی۔ امام نے یہ دیکھ کر اس عورت سے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ مردہ لگائے زندہ کر دے؟ وہ بولی۔ آپ مذاق کیوں کر رہے ہیں۔ میں تو پہلے ہی بہت دکھی ہوں۔ آپ نے فرمایا میں مذاق نہیں کر رہا۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی۔ اور لگائے کے سر اور اور باؤں کو چھوا۔ اور اسے اُردا دی۔ لگائے فوراً زندہ ہو گئے۔ بعد میں آپ لوگوں میں اس طرح گھل ٹ گئے۔ کہ وہ عورت آپ کو نہ پاسکی۔

(شواہد النبوة ص ۲۳۲ مطبوعہ

لاہور۔)

ششم:

نور الابصار:

روایت ہے۔ کہ داؤد بن علی نے امام جعفر کے آزاد کردہ غلام معلیٰ بن حسین کو قتل کر دیا۔ اور اس کا تمام مال اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جب امام جعفر کو اس کا پتہ چلا۔ تو آپ گھر تشریف لائے اور وہ ساری رات صبح تک قیام فرمایا۔ سحری کے وقت آپ کی کسی نے خفیہ گفت گو سنی۔ جو یہ تھی۔ ”اے مضبوط قوت والے! اے عزت و غلبہ کے مالک کہ جس کی مخلوق دلیل ہے! اس مصیبت سے تو ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اُن ظالموں سے تو ہی انتقام لے گا آپ کا یہ الفاظ ادا کرنا تھا کہ اُدھر شور مچا۔ کہ داؤد بن علی اچانک انتقال کر گیا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۱)

ہفتم:

نور الابصار:

امام جعفر صادق کو جب حکم بن عباسی کبھی کا یہ پیغام پہنچا۔ ”ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی دے دی ہے۔ میں نے کسی ہمدی کو کھجور کے درخت پر پھانسی ہو متے نہیں دیکھا“ آپ نے یہ سن کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ اور یہ کہا ”اے اشد اکتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے“ پھر

ہوایوں۔ کہ بنی امیر نے اسے کوہ بھیجا۔ اور دوران سفر ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ دیا۔ جب آپ کو یہ خبر ملی۔ تو فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور کہنے لگے۔ سب تعزینیں اللہ ہی کو زیبا کر جس نے ہمارا وعدہ پورا کر دیا۔

(نور الابصار ص ۳۱)

۳۔ آپ کی وفات

نور الابصار

”ابن الصباغ“ کے بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۲۰ھ شوال کے مہینہ میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریفین ۷۸ سال تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کو منصور کے قور حکومت میں زہر سے شہید کیا گیا تھا۔ بعد از وفات جنت البقیع میں اپنے اباؤ اجداد کے ساتھ مدفون ہوئے۔ آپ کا قبرا نور ہمت عظمت و کرامت والا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۲)

ۛ

فصل ہشتم فضائل امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

۱۔ تعارف

شواہد النبوة

ساتویں امام ہیں۔ کنیت کاظم ہے۔ اسی لقب کی وجہ سے آپ بردبار تھے۔ اور اُن لوگوں کو معاف کرتے رہے۔ جو آپ پر زیادتیوں کا ارتکاب کرتے رہے۔ آپ کی والدہ ام ولد حمیدہ بربر تھیں۔ آپ کی ولادت مقام "الواد" پر ہوئی۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پڑتی ہے۔ صفر کی نو راتیں گزرنے پر روز اتوار مطابق ۱۲۸ھ آپ کا تولد ہوا۔ پہلی مرتبہ ہمدی بن منصور کے حکم سے آپ کو بندہ دلا کر قید کر دیا گیا۔ ہمدی نے ایک رات حضرت علی المرتضیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اپنے اسے فرمایا
فہل عسیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا الخ
یعنی کاہنا ہے۔ کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ ہمدی نے مجھے اپنے ہاں بوا بھیجا۔ وہ اس وقت اسی آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا۔ کہ جاؤ اور ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں لے آیا۔ ہمدی نے

ان سے معاملہ کیا۔ پھر اپنے پاس بٹھا کر خواب سنایا۔ اور پھر کہا۔
 کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف جنت
 توک کر دیں؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میرا تو ایسا کوئی ارادہ ہی
 نہیں۔ اور نہ ہی ایسی بات مجھے زیب دیتی ہے۔ ہمدی نے
 کہا۔ آپ صبح فرماتے ہیں۔ پھر ہمدی نے رین سے کہا کہ انہیں
 دس ہزار درہم اور سامان سفر سے دو۔ تاکہ آپ مدینہ منورہ تشریف
 لے جائیں۔ خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ سے بلا کر پھر قید کر دیا
 آپ جمعۃ المبارک ۲۵ رجب المرجب مطابق ۱۸۶۶ء اور ولایت
 کی تیسری فوت ہوئے۔ اور بغداد میں ہی آپ کی قبر ہے
 (شواہد قنۃ ص ۳۳۶)

۲۔ آپ کی علمی وسعت

صواعق محرقہ

آپ اہل عراق میں ”عند اقد قضاے حاجات کا دروازہ“ مشہور
 تھے۔ اپنے دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار
 عالم اور سخی تھے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ان سے پوچھا
 تم اپنے آپ کو آل رسول کہلاتے ہو۔ حالانکہ تم ارلاد حضرت
 علی المرتضیٰ کی ہو۔ آپ نے جواباً یہ آیت پڑھی۔
 ومن ذریتہ داؤد و سلیمان و عیسیٰ و ایوب۔

(یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان، عیسیٰ اور ایوب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو کوئی والد تھا نہیں تھا۔ اور سری آیت آپ نے یہ پڑھی۔ تعالوٰ اند ع انبأنا و ابناء کھو الخ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت مباہلہ حضرت علی، حسن اور حسین کے علاوہ کسی اور کو نہیں بلایا تھا۔ اور انہیں ہی آپ نے اپنے بیٹے کہا۔)

(صواعق محرقة ص ۲۰۲ مذكروہ موسیٰ)

۳۔ آپ کی کرامات کاظم

اول:

شواہد النبوة

کتب مستبرہ میں جناب شفیق یحییٰ سے روایت موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہیں دوران حج سفر کرتے کرتے سرزمین قادسیہ جانکلاؤ ہاں مجھے ایک خوبصورت اور بلند قامت شخص نظر آیا جس نے اونچی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور کندھے پر ایک شعلہ ڈالا ہوا تھا۔ اور پاؤں میں نعلین تھے۔ بھیڑ سے نکل کر وہ اکیلا بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی صوفی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس ہانیال یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔ لہذا میں نے اسے ادھ کیا کہ

اُسے کچھ تنبیہ کی جائے۔ تاکہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائے۔ جب
 میں اس کے نزدیک گیا۔ تو وہ بولا۔ اے شقیق! اجتنبوا کشیدہ
 من الظن ان بعض الظن اثم الخ۔ آیت پڑھی اور چٹا بنا۔ میں
 سوچ میں پڑ گیا۔ کہ اس کو میرا نام اور میرا مقصد معلوم تھا۔ کوئی نیک
 آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیئے۔ میں
 اس کے پیچھے تیزی سے چلا۔ لیکن اُسے نہ پایا سکا۔ جب دوسری
 منزل پر پہنچے۔ تو میں نے اسی نوجوان کو نماز میں مشغول دیکھا۔
 جسم پر کیچی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پھر معافی مانگنے کا ارادہ
 کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے دیکھ کر
 کہا۔ اے شقیق! انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا
 ثم اھتدٰی۔ یہ آیت پڑھی۔ اور چل دیا۔ میں نے خیال کیا۔
 کہ یہ نوجوان کوئی ابدالی ہے۔ جس نے دوبارہ میرے دل کی بہت
 جان لی۔ اسی طرح جب ایک اور مقام پر پہنچے۔ تو میں نے اُسی
 نوجوان کو ایک کنوئیں میں کھڑا پایا۔ ہاتھ میں چری ڈول تھا اور
 اس سے پانی نکالتا چاہا۔ لیکن ڈول کنوئیں میں گر گیا۔ اُس نے
 آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور یہ کلمات کہے۔ انت ربی انظمت
 السماء وقوتی اذا اردت الطعام اللهم سبیدی الخ غریق
 فلا تقدہ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں نے خدا کی قسم دیکھا کہ پانی
 اوپر آگیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈول اٹھایا۔ اس سے وضو کیا۔
 اور چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر ریت کے ایک ٹیلے پر گیا۔ اور تھوڑی
 سی مٹی ہاتھ میں لے کر اس ڈول میں ڈال دی۔ اُسے خوب ہلایا

اور پھر اُسے پی گیا۔ میں یہ دیکھ کر اُس کے قریب گیا۔ اور سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے کچھ کھانا کھلائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیست کچھ دے رکھا ہے۔ وہ نوجوان بولا۔ اے شفیق! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں۔ لہذا تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا اور نیک گمان رکھو۔ پھر مجھے وہی ڈول دیا۔ میں نے اس سے پانی پیا۔ اس میں ستور اور شکوٹے ہوئے تھے۔ وہ اس قدر لذیذ تھے کہ میں نے نڈنگی بھر ایسی میٹھی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ پی۔ میں اس سے ایسا سیراب ہوا کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ نوجوان مجھے نظر نہ آیا۔

جب ہم مکہ معظمہ پہنچے۔ تو میں نے اُسے نماز تہجد پڑھتے دیکھا خشوع و خضوع سے اور آنکھوں سے آنسو بہا کر نماز ادا کر رہا تھا رات گئے تک یہی سلسلہ رہا۔ صبح ہوئی۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد طواف کعبہ کیا۔ فراغت پر جب کعبہ سے باہر گیا۔ تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پاس بہت سے غلام اور خادم ہیں۔ اور اس کے ارد گرد لوگوں کا جمگٹھا ہے۔ تمام حاضرین کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو مجھے بتلایا گیا۔ کہ ان کا نام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہے۔ یہ سن کر میرے منہ سے برجستہ نکلا۔ کہ اس سید زادے سے اس قسم

کے واقعات کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اشواہد النبوة ص ۳۳۷ تذکرہ کوئی

بن جعفر۔ مکتبہ نبویہ لاہور

دوم:

صواعق محرقہ

بارون الرشید نے خواب میں حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھا۔
کہ ان کے ہاتھ میں برقی تھی۔ اور فرمایا۔ اے بارون! اگر تو
نے موسیٰ کاظم کو رہا نہ کیا۔ تو میں اس برقی سے تجھے ذبح کر
دوں گا۔ وہ سہا ہوا خواب اٹھا۔ اسی وقت پولیس افسر کو پیغام
دیا۔ کہ موسیٰ کاظم کو رہا کر دیا جائے۔ اور ساتھ ہی تین ہزار روپے
ان کے لیے روانہ کیے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ موسیٰ کاظم کو یہاں رہنے
یا کسی اور جگہ جہاں وہ چاہیں جانے کا اختیار ہے۔ امام موصوف
مدینہ تشریف لے آئے۔ اور پھر بارون الرشید نے آپ کو
خواب کا واقعہ سنایا۔ آپ نے اس سے عجیب تر واقعہ سنایا۔
کہ میں نے دوران خواب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔
انہوں نے مجھ چند کلمات سکھائے کہنے لگے۔ میں نے ابھی وہ
کلمات پورے ادا نہیں کیے تھے۔ کہ میری رہائی ہو گئی۔

صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ موسیٰ کاظم

مطبوعہ قاہرہ، مصر جدید

سوم :

نور الابصار

احمد علی محمد جناب البقنادہ اور یہ حضرت جناب ابو خالد زبانی سے
 ناقل کہ جناب امام موسیٰ کاظم مقام زبانی میں ہمارے ہاں تشریف لائے
 آپ کے ہمراہ ہمدی کے اصحاب کی ایک جماعت تھی۔ وہ انہیں
 عراق لے جانے کے لیے آئے تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ
 نے چند ضروری اشیاء خریدنے کا حکم دیا۔ میں تعمیل حکم کرتے ہوئے
 مطلوبہ اشیاء بازار سے لے آیا۔ آپ کے پاس رکھ دیں۔ جب
 آپ نے مجھے کچھ پریشان سادیکھا۔ تو فرمانے لگے۔ کیا وجہ ہے؟ میں
 نے عرض کیا حضور! آپ باغیوں کی طرف جارہے ہیں۔ مجھے آپ
 کے بارے میں پریشانی ہے۔ فرمایا۔ اے ابو خالد! میری وجہ سے
 تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور سنو! فلاں ہینہ
 کی فلاں تاریخ کو شام کے وقت میرا انتظار کرنا۔ میں انشاء اللہ تمہیں
 ملوں گا۔ ابو خالد کا کہنا ہے۔ کہ میں اس وقت کا شدید انتظار کرتا رہا
 آخر وہ مقرر دن آیا۔ غروب آفتاب کی وقت ہوا۔ تو میں اس مقام
 کی طرف جان نکلا۔ لیکن وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ رات کا کچھ حصہ
 گزرا۔ تو میں نے عراق کی جانب سے لوگوں کی ایک جماعت
 آتے دیکھی۔ میں ان کی طرف جب گیا۔ تو آپ سب اگے خچر پر
 سوار تشریف لا رہے تھے۔ میں نے اگے بڑھ کر سلام کیا۔ اور آپ

کی تشریعت آدمی پر بہت خوش ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! کیا تم شک میں پڑ گئے تھے۔؟ میں نے عرض کیا۔ خدا کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔ کہ جس نے آپ کو ان مشرکوں سے نجات عطا فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اسے ابو خالد! انہوں نے میری طرف لوٹنا تھا۔ جس سے میں نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

(نور الابصار ص ۴۳ مصنف شیخ مومن بن حسن بن شیبانی)

چہارم:

نور الابصار

یعنی ملائی راوی ہیں کہ میں ایک سال مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں کچھ دن مقیم رہا۔ پھر مدینہ منورہ کی حاضری کا خیال آیا۔ اور ارادہ کیا کہ ایک سال وہاں قیام کروں گا۔ اس طرح ثواب کافی حاصل ہو جائے گا۔ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب طرف مصطفیٰ میں اقامت اختیار کی۔ حضرت موسیٰ کاظم کی خدمت میں آمد و رفت رکھی۔ ایک رات ان کے پاس تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ بیٹا! اٹھو اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہارا مکان تمہارے سامان پر گر گیا ہے۔ میں گھر آیا۔ اور دیکھا کہ سامان پھیل گیا۔ اعدائے سامان نے مجھے کے نیچے سے ٹکرایا لیکن سامان میں

سے وضو کی چھاگل نہ ملی۔ جب میں دوسرے دن موسے کاظم کے ہاں حاضر ہوا۔ تو پوچھنے لگے۔ سامان میں سے کوئی چیز تو نہیں گئی۔ جو نہ ملی ہو۔ اگر ہو تو رام دعا کر دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وضو کی چھاگل نہیں ملی۔ آپ نے یسٹن کر کچھ لٹے کے لیے اپنا سر انور جھکایا۔ اور فرمایا۔ وہ تم مکان گزرنے سے قبل ہی کسی کے پاس بھول گئے تھے۔ جاؤ۔ اور مالک مکان کی باندی سے پوچھو۔ کہیں چھاگل بیت الخلا میں بھول گیا تھا۔ مجھے واپس کر دو۔ لونڈی یسٹن کر چھاگل لے آئی۔ اور مجھے واپس کر دی۔

(نورالابصار ص ۴۴ تصنیف شیخ

مومن بن حسن مومن)

۴۔ آپ کی شب و روز کی عبادت

تالیخ بغداد:

عمار ابن ابان سے روایت ہے۔ کہ جب موسیٰ کاظم سندھی کے ہاں گرفتار کیے گئے۔ تو سندھی کی ہمشیر نے اپنے بھائی کو کہا۔ موسیٰ کاظم کو میرے سپرد کر دے۔ وہ دیندار تھا۔ سندھی نے اس کی بات مانی۔ اور موسیٰ کاظم کو اس کے سپرد کر دیا۔ یہی بی بی بیان کرتی ہے۔ کہ جب موسے کاظم نماز عشاء پڑھتے تو پھر اٹھ کر تھلے کی حدود سبع و تھیل میں معصوم ہو جاتے جب رات ڈھل جاتی۔ تو آپ نوافل شریع فرماتے۔ صبح

تک نفل ادا کرتے رہتے۔ پھر تھوڑا سا ذکر کرتے۔ حتیٰ کہ جب سورج
 طلوع ہوتا۔ تو کچھ دیرو میں بیٹھے رہتے۔ صلوٰۃ پاشت ادا کرتے
 پھر سونے کی تیاری فرماتے۔ مسواک کرتے کھانا کھاتے اور آرام
 کرنے کے لیے سو جاتے۔ زوالی تک آرام فرماتے۔ پھر اٹھتے و نماز
 فرماتے قبل از فجر ہو کر اذان کا ذکر فرماتے۔ تسبیح و تہلیل اور نماز چڑھتے۔ پھر
 دوسری نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ مغرب کے بعد نوافل
 ادا فرما کر پھر عشاء کا عمل اسی طرح جیسا کہ گزرجکا شروع فرماتے۔ آپ
 کا یہ روزاد معمول تھا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۲۱ تذکرہ مدنی)

بن جعفر

۵۔ آپ کی سخاوت

تاریخ بغداد:

محمد بن عبداللہ بخاری کا کہنا ہے۔ کہ قرض کی خاطر میں مدینہ آیا۔ اس
 اُس نے جانے سے میں تھک گیا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ اگر میری
 کاظم کے پاس قرض مانگنے چلا جاتا۔ تو اس تکلیف سے چھوٹ
 جاتا۔ میں اس سوچ پر عمل کرتے ہوئے اُن کے پاس اُحد
 پہاڑ کے قریب واقع موضع فتمہ پہنچا۔ آپ میری طرف آئے
 آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ اس کے پاس گوشت تھا۔
 امام موسیٰ کاظم کے ہاں اس وقت کوئی بھان نہ تھا۔ ہندو

نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مجھ سے میری حاجت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے انہیں سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ اٹھے۔ مکان میں تشریف لے گئے۔ جلد ہی وہی واپس آئے۔ اور غلام سے فرمانے لگے۔ تم ذرا پیچھے جاؤ۔ غلام کے جانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف لمبا کیا۔ اور ایک تھیلی پھینکی۔ جس میں تین سو دینار تھے۔ پھر اٹھے۔ اور پشت پھیر کر تشریف لے گئے۔ میں بھی اٹھا۔ اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اور اپنے گھر واپس چل پڑا۔

تاریخ بغداد جلد ۱۷ ص ۲۸ تذکرہ موسیٰ

بن جعفر

فصل نوہم

فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ

تعارف

شواہد النبوة

آپ آٹھویں امام ہیں۔ اور ابراہیم کینیت ہے۔ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کینیت ”کاظم“ انہیں عطا کی ہے۔ رضا لقب ہے۔ ابو جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والد نے مامون الرضا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا تھے۔ اور زمین پر اس کے رسول کی رضا تھے۔ آپ کو پہلے ائمہ پر اس بارے میں فوجیت ہے۔ کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ ان کے والد گرامی کہا کرتے تھے کہ میرے بیٹے کو ”رضا“ کہہ کر بلایا کرو۔ اور جب خود انہیں بلاتے۔ تو اسے ابراہیم کہہ کرتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ ربيع الاول کی گیارہ تاریخ اور بعد کو پیدا ہوئے۔ یعنی آپ اپنے دادا اجنباب امام جعفر صادق کے وصال کے ۳۵ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال سنا بار کے مقام پر ہوا۔ جو طوس میں واقع ہے۔ آپ کا روضہ دارون الرشید کے قبہ کی مغربی

طرف واقع ہے۔ اسے ”سرائے حمید بن قحططہ الطائی“ کہتے ہیں۔
 جمعۃ المبارک ماہ رمضان میں ۱۲۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی والدہ
 اتم ولد ہیں۔ ان کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ اُردی انجمن شہانہ
 اور ام الشیعین وغیرہ۔

(شواہد النبوة ص ۴۲ تا تذکرہ علی بن

موسیٰ کا رقم)

۲۔ آپ کی بعض کرامات

اول:

شواہد النبوة

خلیفہ امون الرشید نے آپ کو اپنا ولی ہند مقرر کر دیا۔ اس
 کے بعد جب بھی آپ اُسے فتنے تشریف لائے۔ تو لازم سرکار
 آپ کی آمد ہند امون کے دروازہ پر لگے ہوئے پردے اٹھاتے
 تاکہ آپ اندر تشریف لے جائیں۔ یہ معاملہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ
 کو یہ جبرائلا۔ اور انہوں نے باہم صلاح و مشورہ کیا۔ کہ اگر اب آئیں۔
 تو ان کے استقبال کو نہ کوئی کھڑا ہو۔ اور نہ ہی پردہ اٹھایا جائے۔
 لیکن جب آپ تشریف لائے۔ تو انہوں نے استقبال بھی کیا۔
 اور پردہ بھی اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے۔ تو ایک
 دوسرے کو کہنے لگے۔ پھر باہم ملے کیا۔ کہ اگلی روز اپنے فیصلہ پر
 مضبوطی سے ڈٹے رہیں گے۔ آپ تشریف لائے۔ انہوں نے

کھڑے ہو کر آپ کو سلام تو کیا۔ لیکن پردہ اٹھانے میں سیت و
سئل کرنے لگے۔ قبل اس کے وہ پردہ اٹھاتے اللہ تعالیٰ نے فوراً
ہوا بھیجی۔ جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا۔ اور آپؐ اندر تشریف
لے گئے۔ ہوا بھی بند ہو گئی۔ جب آپؐ نے واپسی کا ارادہ فرمایا
تو پھر بھی ویسے ہی ہوا چلی۔ پردہ اٹھا۔ اور آپؐ باہر تشریف لے
اُئے۔ حاسد یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھے
اُسے کوئی بھی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ پھر سے وہ اپنی پہلی روش پر
خدمت کرنے لگے۔

ارشاد النبوۃ ص ۴۴ تذکرہ علی بن

موسیٰ بن جعفر

دوم: شواہد النبوة :

ایک کوئی کا بیان ہے۔ کہ میں جب کوفہ سے خراسان جانے کے
لیے روانہ ہوا۔ تو میری بچی نے مجھے ایک قیمتی کپڑا دیا۔ اور فرمایا
کی۔ کہ اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب پتے پتے
میں مرو بہنچا۔ تو علی رضا کے غلام میرے پاس آگئے۔ اور کہنے
لگے۔ کہ ہمارا ایک ساتھی انتقال کر گیا ہے۔ اس کے کفن کے لیے
یہ کپڑا ملے اللہ فروخت کر دو۔ میں نے انہیں ملتے ہوئے کہا
میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ وہ چلے گئے۔ کچھ دیر بعد پھر
آگئے۔ اور کہنے لگے۔ ہمارے آقا کہتے ہیں۔ کہ تمہارے پاس
کپڑا ہے۔ انہوں نے تجھے سلام بھی دیا ہے۔ اور کہا ہے۔

کہ تمہاری لڑکی نے جو کپڑا فیروزہ خریدنے کے لیے تجھے دیا تھا۔ اس کی قیمت لے لو۔ میں نے قیمت لے کر وہ کپڑا ان کے ہاں فروخت کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دل میں سوچا۔ کہ ان کے آقا سے چند مسائل دریافت کروں۔ دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے۔ اور علی الصبح اُن کے ہاں چلا گیا۔ وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ کسی کو ان سے باسائی ملنا ناممکن تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر کھڑا تھا۔ کہ ایک غلام باہر آیا۔ اور میرا نام لے کر ایک کھانا ہوا کاغذ مجھے اُس نے دیا۔ اور کہا۔ تیرے سوالات کے اس میں جواب درج ہیں۔ میں نے جب کھولا۔ تو واقعی میرے تمام سوالات کے جوابات موجود تھے۔

(شواہد النبوة ص ۴۷۳ تذکرہ علی بن موسیٰ)

سوم، صواعق محرقہ

امام علی رضا کے خدام میں سے جناب معروف کرخی بھی ہیں۔ یہ جناب سری سقطی کے استاد محترم ہیں۔ کیونکہ سری سقطی انہی کے دستِ اقدس پر اسلام میں شامل ہوئے تھے۔ امام علی رضا نے ایک آدمی سے فرمایا۔ ”اے عبد اللہ! اللہ کو راضی رکھ جیسا دُعا چاہتا ہے۔ اور تیاری کرو اس چیز کی جس کا انا یقینی ہے“ امام علی رضا نے یہ الفاظ جس شخص سے کہے تھے۔ وہ تین دن کے بعد انتقال کر گیا تھا۔

(صواعق محرقة ص ۴۰۲ تذکرہ علی بن موسیٰ)

چہارم:

صواعق معرقہ

ابو حبیب بیان کرتا ہے۔ کہ ہمارے شہر میں جس مقام پر حجاج بن یوسف آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ اسی مقام پر مجھے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ کے پاس دیکھا۔ کہ کھجوروں کا ایک ٹوکرا پڑا ہوا ہے۔ اپنے اُن میں سے اٹھارہ کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی۔ کہ میری زندگی صرف اٹھارہ دن رہ گئی ہے۔ اٹھارہ کی بجائے بیس دن گزر گئے۔ تعبیر سچی نہ ہوئی۔ بیس دن بعد مدینہ منورہ میں جناب علی رضا تشریف لائے۔ اور اُسی مسجد میں اترے۔ لوگ سلام عرض کرنے کے لیے دوڑ دوڑ کر آ رہے تھے۔ میں بھی نیاز حاصل کرنے کے لیے آیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ ایسی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ جہاں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور ان کے سامنے بھی کھجوروں کا ایک طباق بھرا پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کے جواب کے بعد مجھے اور قریب آنے کو کہا۔ جب میں آپ کے بالکل قریب ہوا۔ تو آپ نے طباق میں سے ایک منہی بھر کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انہیں گن۔ تو وہ پوری اٹھارہ تھیں۔ یعنی جتنی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے عنایت فرمائی تھیں۔ میں نے علی رضا سے عرض کیا۔ حضور! کچھ مزید عنایت فرمائیں۔ فرمانے لگے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اس سے زیادہ عطا فرمائیں۔ تو میں بھی زیادہ دینے کو تیار ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۲ تذکرہ علی بن موسیٰ)

پنجم:

صواعق محرقہ

بعض حفاظ سے منقول ہے۔ کہ ایک عورت نے خلیفہ متوکل کے حضور اپنی نسبت سادات سے ظاہر کی۔ متوکل نے ارد گرد بیٹھے لوگوں سے پوچھا۔ کوئی اس کے سید ہونے کی تحقیق کر سکتا ہے۔ تو حضرت امام علی رضا کی طرف لوگوں نے اشارہ کیا متوکل نے انہیں بُرا یا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو خلیفہ نے بہت احترام کیا۔ تخت پر بٹھایا۔ تو پھر اس عورت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امام حسین کی اولاد کو درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ لہذا کسی سید کو درندہ نہیں کھا سکتا۔ اس عورت کو بھی کسی درندے کے سامنے پیش کیا جائے۔ جب خلیفہ نے اس عورت کو درندے کے سامنے کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وہ بولی اٹھی۔ کہ میں جھوٹی ہوں

کسی نے متوکل سے کہا۔ کہ یہ تجربہ خود علی رضا پر بھی کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے یہ تجربہ بتائی۔ متوکل نے اس کی بات مانتے ہوئے تین درندے جو اسے۔ جب یہ تینوں محل کے صحن میں لائے گئے۔ اور وہاں کھلے چھوڑ دیئے گئے۔ اُدھر متوکل نے امام علی رضا کو بلایا۔ جب آپ صحن میں داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب امام علی رضا اور درندے ایک ہی جگہ تھے۔ لوگوں نے خاموشی سے شیر کی آواز سنی۔ وہ گرج رہا تھا۔ آپ صحن میں چلتے رہے۔ اور جب سیڑھیوں پر چڑھ کر متوکل کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ درندے بھی آپ کے ساتھ چل دیئے۔ ارد گرد گھومنے لگے۔ آپ اپنی استین سے اُن کو بہل پھلا رہے تھے۔ درندے دروازے کے قریب آکر ڈک گئے۔ اور امام علی رضا متوکل کے پاس تشریف لے گئے۔ کچھ دیر اُس سے گفتگو فرما کر واپس تشریف لائے۔ اور سیڑھیوں سے اترنے پر وہی درندے پہلے کی طرح آپ کے کپڑوں کے ساتھ چاٹوسی کرنے لگے۔ اُدھر اُدھر گھومنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ دروازے سے باہر تشریف لائے۔ بعد میں خلیفہ نے آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر بہت بڑا انعام پیش خدمت کیا۔ بعد میں متوکل سے کہا گیا۔ کہ جس طرح تمہارے چچا زاد بھائی علی رضا نے کر کے دکھایا ہے۔ تم بھی ایسا کر کے دکھاؤ۔ اُسے یہ جرأت نہ ہوئی۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ میرے قتل کا ارادہ کیے ہوئے ہو۔ پھر لوگوں سے کہا۔ کہ اس واقعہ کو

زیادہ اچھا بننے کی ضرورت نہیں۔ (کیونکہ شاید کچھ کم عقل یہ نہ سمجھیں۔ کہ متوکل نے یہ سب کچھ امام علی رضا کو شہید کروانے کے لیے کیا تھا) (صواعق محرقہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

ششم:

نورالابصار

مسافر سے روایت ہے۔ کہ میں امام علی رضا کے پاس تھا۔ وہاں سے یحییٰ برمکی گزرا۔ اور اس نے غبار کی وجہ سے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا۔ امام علی رضا نے دیکھ فرمایا۔ یہ بیچارے کیا جانے کہ ان پر اس سال کیا کچھ گزرنے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی گزرا جیسا امام نے کہا تھا۔ آپ نے یہ کہا تھا۔ کہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ میں اور ہارون ان دونوں کی طرح ہیں۔ آپ نے بڑی انگلی اور شہادت کی انگلی ملا کر فرمایا۔

کہ میں نے

ہارون کے متعلق امام علی رضا کے اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ کیونکہ انتقال کے بعد ان کو ہارون کے متصل دفنایا گیا۔

(نورالابصار ص ۷۵)

ہفتم:

نور الابصار:

حسین بن یسار جناب علی رضا سے روایت کرتے ہیں کہ امام موصوف نے ایک دن فرمایا کہ عبد اللہؑ کو قتل کر دے گا۔ میں نے پوچھا کیا عبد اللہ بن ہارون اپنے بھائی محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ فرمایا عبد اللہ بن ہارونؑ کو قتل کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(نور البصار ص ۶۶)

ہشتم:

نور الابصار:

حسین بن موسیٰ راوی ہیں کہ ہم بنی ہاشم کے نوجوان امام علی رضا کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ہمارے قریب جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا۔ وہ شکستہ حالت میں تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اتنے میں علی رضا بڑے کراس کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ مدینہ کا حاکم مقرر ہو گیا۔ اس کی حالت اچھی ہو گئی۔ وہ اکثر ہمارے قریب سے گزرا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ نوکر چاکر آگے پیچھے ہوا کرتے تھے۔ ہم اس کے احترام کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے اس کی تعظیم کرتے اور اس کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔

(نور البصار ص ۷۷)

نہم:

فورا لا بصارا

جعفر بن صالح کا بیان ہے۔ کہ میں علی رضا کے پاس آیا۔ اور کہا۔
 کہ میری بیوی محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے۔ یہ علی رضا کے خاص
 آدمی تھے۔ عرض کیا۔ میری بیوی امید سے ہے۔ دعا فرمائیں۔
 اللہ تعالیٰ بڑا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ ڈوب کے اکٹھے پیدا
 ہوں گے۔ میں واپس آگیا۔ اور راستہ میں سوچا۔ کہ ایک کا
 نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھوں گا۔ اپنے مجھے بلوایا۔ اور
 فرمایا۔ ایک کا نام علی اور دوسری کا نام ام عمرو ہے۔ میں واپس
 کو فرمایا۔ میرے ہاں دو بچے ایک بڑا ایک بڑی پیدا ہوئے
 میں نے بڑے کا نام علی اور بڑی کا نام ام عمرو رکھا۔ جیسا کہ اپنے
 فرمایا تھا۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے پوچھا۔ ام عمرو کا کیا معنی
 ہے۔ فرمائے کہیں۔ یہ تمہاری دادی کا نام تھا۔

(فورا لا بصارا میں ۷ تا ۷۷)

۳۔ آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک

آپ ایک مرتبہ نیشاپور میں گئے۔ اور اس کی گلیوں میں پھرے
 تھے۔ لوگوں نے ایک سونے کے کپڑے سے آپ پر سایہ کیا ہوا
 تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ کی زیارت نہ کر سکتے تھے۔ اتنے

میں دو حافظ ایک ابو زرعمہ لازمی اور دوسرے محمد بن اہم طوسی
 مع اپنے بہت سے شاگردوں کے آئے۔ اور آپ کی زیارت
 کے لیے بڑی منت سماجت کی۔ اور ان کی دلی تمنا تھی کہ آپ
 سے کوئی ایسی ایک حدیث سماعت کریں۔ جو ان کے اباؤ اجداد
 سے ان تک پہنچی ہو۔ بہر حال آپ نے اپنے خچر کو روکا۔ اور سایہ
 کوٹنے والا کپڑا ہٹا دیا۔ لوگوں نے جی بھر کر زیارت کی۔ آپ کی
 زلفیں شانوں پر تلک رہی تھیں۔ کچھ لوگ چیخ رہے تھے۔ کچھ
 رو رہے تھے۔ کچھ مٹی میں لوٹ پوٹ اور کچھ آپ کے خچر کے
 پاؤں چوم رہے تھے۔ علماء نے زور و آواز سے کہا۔ لوگو!
 خاموش ہو جاؤ۔ تاکہ دونوں حافظ آپ سے کوئی حدیث کھو
 سکیں۔ خاموشی پر امام علی رضائے فرمایا۔ مجھے میرے والد موسیٰ
 کاظم انہیں ان کے والد جعفر صادق انہیں ان کے والد محمد باقر
 انہیں ان کے والد زین العابدین انہیں ان کے والد امام حسین
 انہیں ان کے والد علی المرتضیٰ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لے اور آپ کو جبرئیل امین نے اور جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے
 ارشاد فرمایا۔ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو بھی ان کلمات کو
 پڑھے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور جو میرے
 قلعہ میں آگیا۔ وہ عذاب سے امن میں ہو گیا۔ اس حدیث قدسی
 کی روایت کرنے کے بعد آپ نے پھر سے پردہ ڈال لیا۔
 اور چل پڑے۔ آپ سے اس حدیث پاک کو گھنے والوں
 کی تعداد کی گئی۔ تو بیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ ایک اور

حدیث کی روایت یوں بھی آپ سے آتی ہے ”ایمان“ قلب کے لیے معرفت، ”اقرار“ زبان کے لیے اور ”عمل“ ارکان کے لیے معرفت ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ دونوں احادیث الگ الگ واقعہ کے پیش نظر ہوں۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ اگر میں اس حدیث کی اسناد کو پڑھوں۔ تو اسے ”مُن کو“ ”مصابِ جنون“ تندرست ہو جائے۔

(مواہق محرقہ ص ۲۰۵ مذکرہ امام علی رضا)

ۛ

فصل ہستم

فضائل امام محمد بن علی بن

بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی

۱۔ تعارف

شواہد النبیۃ

آپ فاضل امام ہیں۔ آپ کا نام اور کنیت امام محمد باقر سے ملتا ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ لقب تقی اور جواد ہے۔ والدہ کا نام ام ولد تھا۔ انہیں خیران بھی کہا گیا ہے بعض رجحانہ کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ ان کا تعلق حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھا۔ امام محمد بن علی کی ولادت رجب شریف مطابق ۱۹۵ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ اور وفات بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ معتم کے دور خلافت میں ہوئی۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی رحلت زہر دینے ہانے کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ان کی قبر انہی کے دادا جناب موسیٰ کاظم کی قبر کی پچھلی طرف بغداد میں ہے۔ یا مومن الرشید آپ کے

فضل و کم کا معرفت تھا۔ جو آپ کو بچپن سے حاصل تھا۔ اسی لیے
 مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل ان کے نکاح میں دے دی۔
 دونوں مدینہ منورہ آ گئے۔ اور ہر سال ہزار ہزار روپے بھجوا رہے۔
 (شواہد النبوة ص ۲۵۴ ذکرہ امام تقی)

ان کے بچپن کا ایک عظیم واقعہ

۲

شواہد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ امام تقی کے والد جناب امام رضا کا جب
 انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ ایک مرتبہ بغداد
 کے کوچوں میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتفاق
 سے مامون الرشید کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ شکار کھیلنے جا رہا
 تھا۔ اسے دیکھ کر مامون نے امام تقی کے سب لڑکے بھاگ
 گئے۔ مامون قریب آیا۔ اور پوچھا۔ اے لڑکے! تو بھی دوسرے
 لڑکوں کی طرح ادھر ادھر کیوں نہ ہوا؟ جواب دیا۔ اے امیر
 راستہ تنگ نہیں کہیں ادھر ادھر ہو کر تمہارے لیے کشادہ
 کرتا۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا۔ کہ بھاگ جاتا مجھے آپ
 کے بارے میں حسن ظن بھی ہے۔ کہ آپ کسی کو بلاوجہ تنگ نہیں
 کرتے۔ مامون کو یہ گفت گو بہت بھائی۔ اس نے نام پوچھا
 فرمایا۔ مجھے محمد کہتے ہیں۔ پوچھا۔ کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا۔

علی رضا میرے والد کا نام ہے۔ یہ سن کر مامون بہت خوش ہوا۔ اور اپنا راستہ لیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلا۔ تو اس نے ایک باز ایکسچو پر چھوڑا۔ باز نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔ تو اس کی چونچ میں نیم مردہ مچھلی سی تھی۔ یہ دیکھ کر مامون متعجب ہوا۔ اُسے ہاتھ میں لیے واپس آیا۔ جب اسی جگہ پہنچا۔ جہاں رط کے کھڑے تھے۔ تو اس دفعہ بھی امام تقی کے سوا دوسرے تمام رط کے ایک طرف ہٹ گئے۔ مامون نزدیک آیا۔ اور کہا۔ اے محمد! آپ نے بییک کہی۔ پوچھا۔ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کہ وہ سمندر کی چھوٹی سی مچھلی کو غلام اور بادشاہوں کے ہاتھ تک جانے سے روک لیتا ہے۔ اور اہل نبوت اس سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مامون الزمیدیر بات سن کر حیران رہ گیا۔ بہت دیر تک آپ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر کہا۔ آپ حقیقتاً ابنِ رضا ہیں۔ اس کے بعد مامون نے آپ کا مقررہ انعام دو گنا کر دیا۔

دشواہ النبوة ص ۲۵۵، مواہی

معرقہ ص ۲۰۶

۲۔ آپ کی کچھ کرامات

ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں شکر میں تھا۔ اور مجھے یہ خبر ملی۔ کہ یہاں ایک ایسا قیدی ہے۔ جسے شام سے زنجیریں پہنا کر لایا گیا

لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ نبی بنا ہوا تھا۔ میں اس کو ملنے قید خانہ گیا۔ واروڑ کو کچھ دینے کے بعد میں اس سے ملا۔ وہ مجھے بہت مقلند اور سنجیدہ شخص معلوم ہوا۔ میں نے اُسے اصل واقعہ بتلائے کو کہا۔ اُس نے یوں بیان کیا۔

میں مکہ شلم میں ایک ایسی جگہ عبادت کرتا تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ یہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے۔ کہ میں اپنے عبادت خانہ میں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص آیا۔ اور اس نے مجھے کھڑے ہونے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑا سا ہم چلے۔ کہ ہمارے سامنے کوفہ کی مسجد آگئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ اس مسجد کو پہنچا ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ کوفہ کی مسجد ہے۔ اس نے کہا نماز پڑھو۔ ہم نے نماز پڑھی پھر وہ چلا گیا۔ اور میں بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ہم مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے اندر موجود تھے۔ ہم دونوں نے طواف کعبہ کیا۔ وہ پھر چل پڑا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں واپس اُسی جگہ پر آ گیا۔ جہاں کھڑے ہو کر میں اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ منظر سال بھر میرے سامنے گھومتا اور مجھے خوش کرتا رہا۔ جب دوسرا سال آیا۔ تو پھر وہی شخص نمودار ہوا۔ میں خوش ہوا۔ اور پھر وہی واقعہ جو گزشتہ سال ہوا۔ پیش آیا۔ اب جبکہ وہ مجھ سے علیحدہ ہونے لگا۔ تو میں نے اُسے خدا کی قسم دے کر کہ جس نے تمہیں یہ قدرت عطا کی۔ پوچھا۔ مجھے اپنے بارے میں بتلاؤ؟ اس

نے کہا۔ میں محمد بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ میں نے یہ واقعہ اپنے پاس آنے والے ایک شخص کو بتایا اس نے یہی واقعہ محمد بن عبد الملک زریات کو جاسنایا۔ اس زریات نے ایک شخص میری گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وہ آیا۔ اور وہی کی زنجیروں میں جوڑ کے مجھے عراق لے آیا۔ اور قید کر دیا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر ایک بہتان باندھا گیا۔ جس کی پاداش میں مجھے یہ سب کچھ دیکھنا پڑا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام تقی سے کہا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صبح صوبت حال محمد بن عبد الملک کے گوش گزار کروں۔ چنانچہ میں نے سارا واقعہ قلمبند کیا۔ اور محمد بن عبد الملک کے پاس لے گیا۔ دیکھا تو اس رقعہ کی پشت پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

قل للذی اجرتک من الشام الی هذه الموضع
التي ذکورتها یخرجک من السجن۔ یعنی اس شخص سے
کہو۔ کہ جس نے تجھے شام سے ان مقامات کی طرف نکالا۔ وہ
تہماری قید ختم کر دے۔ ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں بہت غلگن
ہوا۔ وہ رقعہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ خیال کیا۔ کہ کل پھر اس قیدی
کے پاس جا کر صبر کی تلقین کروں گا۔ مختصر یہ کہ جب میں دوسرے
دن علی البصع جیل خانہ پہنچا۔ تو وہاں کے سپاہی اور محافظ
حیران کھڑے تھے۔

میں نے وجہ پوچھی۔ کہنے لگے۔ وہ شامی شخص جس نے نبوت کا
دعویٰ کیا تھا۔ گزشتہ رات سے غائب ہے۔ اور اس کی
زنجیروں اور ہتھکڑی۔ ہیں جیل میں ہی پڑی ہوئی ہیں۔ بہت

تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ معلوم نہیں کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین
 اسے کھا گئی۔ میں سُن کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا۔ کہ محمد بن عبد اللہ ملک
 نبات کا اس واقعہ کی تحقیق نہ کرنا، اور اس کا مذاق اڑانا یہ وجہ نبی کہ
 وہ شخص رہا ہو گیا۔ ابن صباغ نے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

دور الالبصار ص ۸۵ تصنیف شیخ

مومن جی بن حسن مومن



فصل یکم بست

امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ المعروف

امام نقی کے فضائل

۱۔ تعارف

شواہد النبوة

آپ دسویں امام ہیں۔ کنیت ابراہیم بن حسن ہے۔ آپ حادی اور مکاری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں۔ جن کا نام ثمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ائمہ فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت ۱۲ رجب ۲۱۱ھ کو مدینہ میں ہوئی مستقر کے دور میں بمقام سرمن رائے بروز دوشنبہ جمادی الاخریٰ ۱۱۱ھ میں مطابق ۲۵ فرست ہوئے۔ آپ کی قبر سرمن رائے کی اس سرسے میں ہے۔ جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ (شواہد نبویہ ص ۳۵۸)

آپ کی بعض کرامات

۲۔

اول:

شواہد النبوة

محوکل نے ایک مرتبہ آپ کو مدینہ سے عراق طلب کیا۔ آپ سرمن سرمنے میں خان الصعایک میں نیام پذیر ہوئے۔ یہ کوئی اچھٹی قیام گاہ نہ تھی۔ صالح بن سعید جو آپ کا معتقد تھا حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے فرزند رسول! یہ گروہ آپ کا قدر و منزلت کو پوشیدہ رکھنے اور آپ کی آب و تاب کو مٹانے کے درپے ہے۔ اسی لیے ایسے مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا۔ امام نقی نے فرمایا۔ تو بھی اسی جگہ مقیم ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ حسین و جمیل باغات ان میں نہریں اور ندیاں رواں اور عجیب و غریب محلات ہیں۔ ان محلات میں صاحبان حسن و جمال غلام اور غور تمیں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر صالح بن سعید کہتا ہے۔ کہ میں حیرت میں ڈوب گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ یہ چیزیں ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ یاد رکھو۔ ہم خان الصعایک میں نہیں ہیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۶۱)

دوم:

شواہد النبوة

متوکل کے پاس ہندوستان سے ایک شہیدہ باز آیا ہوا تھا۔ ایک دن متوکل نے اُسے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنے فن سے امام ہادی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرو۔ اگر ایسا کر سکو۔ تو ایک ہزار دینار انعام ملے گا۔ اس نے کہا۔ منظور ہے چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں لائیں جائیں۔ وہ دسترخوان پر رکھی جائیں اور امام تہی کو اس دسترخوان پر جہاں بٹھایا جائے۔ مجھے ان کے پہلو میں جگہ دی جائے۔ پھر دیکھنا کیا تماشا بنتا ہے۔ متوکل نے یہ سب کچھ ہمایا کر دیا۔ دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔ جب امام روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو روٹی ان سے دُور ہو جاتی۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اور حاضرینِ خوب ہنسے۔ اتفاق سے اسی جگہ ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ اس پر شیر کی تصویر بنائی گئی تھی۔ امام ہادی نے اس تصویر کو حکم دیا۔ کہ اس شہیدہ باز کو بچھو۔ وہ تصویر صبح شیر بن کر شہید باز پر پڑی۔ اور پکڑ کر اُسے زمین میں گاڑ دیا۔ پھر وہ اسی قالین پر واپس کندہ ہو گئی۔ متوکل نے ہر چند درخواست کی۔ کہ حضور! اس کو زمین سے نکال دیں۔ مگر آپ نے نہ مانی۔ بلکہ فرمایا۔ بخدا! تم اس شہیدہ باز کو کبھی بھی نہ دیکھو گے۔ وہ مجلس

سے باہر آیا۔ اور آئندہ وہ شعبہ باز کسی نظر نہ آیا۔

(شواہد النبوة ص ۳۶۲ - تذکرہ نام

علی قلی۔)

سوم

فودالابصار

اسبا علی کہتا ہے۔ کہ میں عراق سے مدینہ منورہ جناب ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔ واثقی کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خیر دعائیت کھی۔ کیونکہ میں سب سے آخر میں آیا تھا۔ اور میرے اتنے وقت واثقی بالکل خوش و خرم تھا فرمانے لگے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ لوگوں سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ پھر حال میں خاموش ہو گیا۔ پھر پوچھا۔ ابن زیات کا کیا حال ہے۔؟ میں نے کہا۔ عوام اس کے ساتھ ہیں۔ اس کا حکم جاری و ساری ہے۔ فرمانے لگے۔ اس پر نحوست آگئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تعدادیرا اور احکام نافذ ہو کر رہتے ہیں۔ دیکھو۔ واثقی مر گیا ہے۔ اور جعفر متوکل نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اور ابن زیات قتل ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ سب کچھ کب ہوا ہے۔ فرمانے لگے۔ تمہارے وہاں سے آنے کے چھ روز بعد۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد متوکل کا

ایک قاصد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے وہی خبر دی۔ جو انہیں پہلے ہی سے دے چکی تھی۔ (الصار ۹۵)

۴۔ آپ کا اشار

شواہد النبوة

ایک مرتبہ سرمن راستے کے کسی گاؤں میں آپ قیام پذیر تھے۔ ایک اعرابی وہیں چلا گیا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ اُنے کی وجہ پوچھی کہنے لگا۔ میں آپ کے جد امجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قبلی لگاؤ رکھتا ہوں۔ میں بہت بڑے قرضے کے نیچے دب کر رہ گیا ہوں۔ آپ کے سوا میری یہ مشکل کوئی دوسرا حل نہیں کر سکتا۔ ہذا کچھ کیجئے۔ فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ صبح ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں کچھ باتیں کہتا ہوں۔ ان کو غور سے سنو۔ اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ میں آپ کے ارشادات کی کیسے مخالفت کر سکتا ہوں۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ایک تحریر لکھی۔ مضمون یہ تھا۔ کہ اس اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ یہ مفروضہ ہے۔ یہ رقم دے کر فرمایا۔ اسے لے جاؤ۔ اور میں جب سرمن راستے میں واپس آؤں۔ تو میرے پاس آنا۔ اور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا۔ بلکہ کچھ گرم سرو باتیں بھی کہہ دینا۔ دیکھو۔ میری نصیحت کی مخالفت نہ ہونے پائے۔ اعرابی نے وعدہ کیا۔ اور خط ہاتھ میں لیے واپس آگیا۔ جب امام واپس سرمن راستے تشریف لائے۔ آپ کے ارد گرد آپ کے جانثاروں اور دوستوں کا مجمع تھا۔ یہ اعرابی بھی

اگیا۔ اور اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔ ساتھ ہی وہ رقبہ بھی ان کے حوالہ کر دیا۔ آپ اس کے مطالبہ کے جواب میں نرم نرم گفتگو فرماتے۔ اور اظہار معذوری بھی کرتے۔ اور ادائیگی کا وعدہ بھی فرماتے۔ جب اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو ملی۔ تو اس نے تمیں ہزار درہم بھیجے۔ اپنے یہ تمام درہم اس اعرابی کو دیئے۔ اور فرمایا ان میں سے جو قرض ہے۔ وہ ادا کر دو۔ اور باقی سنبھال کر رکھو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ اور مجھے معذرت ہی خیال کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ اسے فرزند رسول! خدا کی قسم! آپ نے جو رحمت فرمایا۔ مجھے تو اس سے تین حصے کم کی امید تھی۔ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ فلاں چیز کہاں جانی ہے۔

دشواہا غنہ م ۳۵۹ تذکرہ امام

علی نقی

فصل دوم بست

امام حسن بن علی المعروف

ہادی اور حسن عسکری کے فضائل

تعارف

۱

شواہد النبوة

آپ گیارہویں امام ہیں۔ لقب زکی اور کنیت ابو محمد ہے۔
 فاضل اور سراج بھی آپ کے لقب ہیں۔ اپنے والد محترم
 کی طرح ”عسکری“ لقب بھی شہور ہے۔ ان کی والدہ ام ولد
 تھیں۔ ان کا نام سوسن تھا۔ اس کے ملاوہ دیگر ناموں سے بھی
 انہیں پکارا جاتا تھا۔ حضرت ہادی نے اپنی زوجہ کا نام حدیثاً
 رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۲ھ یا ۲۳۳ھ میں پیدائش ہوئی
 اور سرمن رائے میں ۲۶۶ھ کو انتقال ہو گیا۔ اپنے والد کے

پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق عادت کا صدور ہوا۔

(شواہد النبوة ص ۴۲ تذکرہ حسن عسکری)

۲۔ آپ کی کرامات کا تذکرہ

اول: شواہد النبوة

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بہت تنگ دست تھا۔ میرے والد نے مجھے ان کی خدمت میں بھیجا۔ کیونکہ آپ سخاوت میں مشہور زمانہ تھے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہ جانتا ہوں۔ اور نہ ہی آج تک انہیں دیکھنے کی سعادت میسر آئی۔ چنانچہ ہم سفر ہو گئے۔ میرے والد نے راستہ میں مجھ سے کہا۔ اگر امام نے ہمیں پانچ صد درہم عطا کیے۔ تو میں دو قند درہم کے کپڑے دو قند کا کھانے پینے کا سامان اور ایک سو کی دوسری اشیائے خوردنی لوں گا۔

میں نے کہا۔ اگر انہوں نے مجھے تین سو درہم دیئے۔ تو ایک سو کا کپڑا، ایک سو کا آٹا وانا اور ایک سو کا گدھا خرید کر کوہستان کی طرف نکل جاؤں گا۔ بہر حال ہم آپ کے دردمست پر حاضر ہوئے۔ ابھی اپنی ضرورت کے متعلق کوئی بات بھی نہ کی تھی۔ کہ آپ کا ایک

غلام آیا۔ اور کہنے لگا۔ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا اندرا جائیں۔
 ہم اندرا گئے۔ امام مسکری کو سلام کیا۔ اپنے پوچھا۔ اے علی!
 اب تک تم میرے پاس آنے سے کیوں رُکے رہے۔ میرے
 والد نے کہا۔ حضور مجھے شرم آتی تھی۔ کہ میں اس غربت و غلگشتی
 کی حالت میں آپ کے پاس آؤں۔ ہم باہر آئے۔ تو آپ کا
 ایک غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اور اس نے ایک تھیلی جس
 میں پانچ سو درہم تھے۔ میرے والد کو دی۔ اور کہا۔ کہ امام
 نے فرمایا ہے۔ اس میں سے دو صد کے کپڑے دو سو کا آٹا
 دانا اور ایک سو کی دوسری خوردنی اشیاء خریدیں۔ پھر اس
 غلام نے ایک اور تھیلی مجھے دی۔ اس میں تین سو درہم تھے۔
 اور کہا۔ کہ ایک سو کا آٹا، ایک سو کے کپڑے اور تیس سو کا
 گدھا خرید لینا۔ لیکن کوہستان کا سفر نہ کرنا۔ کہیں اور چلے جانا
 اس جگہ کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ میں وہاں گیا۔ شادی کر لی۔
 اور اسی دن مجھے دو ہزار درہم ملے۔

در شواہد النبوة ص ۳۶۳ تذکرہ

امام حسن مسکری

دوم: شواہد النبوة

یہ کرامت ”جامع انکرامات“ میں ہے۔ ابو ہاشم داؤد بن قادم
 جعفری بیان کرتا ہے۔ کہ میں، حسن بن محمد، محمد بن ابراہیم اور
 پانچ چھ افراد قادی تھے۔ ہمارے درمیان ”جو سق“ بھی

marfat.com

تھا۔ اچانک ابو محمد حسن بن علی مسکری اور ان کے بھائی جعفر شریف
 لائے۔ ہم نے امام حسن مسکری کو گھیرے میں لے لیا۔ قید خانہ کا
 کاردار و ذمہ دار بن کر دست عاجب تھا۔ ہمارے ساتھ ایک انبی
 بھی قیدی تھا۔ امام حسن مسکری ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔
 اگر یہ شخص تمہارے درمیان نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں بتلا دیتا۔ کہ تم کب
 رہائی پاؤ گے۔ اس شخص نے تمہارے بارے میں شکایت کی
 ہے۔ اور تمہاری گستاخوں نے اوپر پہنچائی ہے۔ وہ تحریر
 ابھی اس کے کپڑے میں پیٹی ہوئی ہے۔ تمہیں علم نہیں۔ لہذا
 محتاط رہنا۔ ابو ہاشم نے کہا۔ کہ ہم نے اس شخص پر حملہ کیا۔ اور
 اس کی جامہ تلاشی لی۔ وہ تحریر بھی مل گئی۔ وہ اس سے چھین
 لی۔ اور آئندہ احتیاط برتنی شروع کر دی۔ سیدنا حضرت حسن
 قید خانہ میں روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے وقت ہم ان کے ساتھ
 کھانا کھاتے۔ اور پانی پیتے۔ اور ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں بھی
 ان کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ میں روزہ رکھنے کی وجہ کمزور ہو گیا
 ایک دن غلام میرے لیے میٹھی روٹی لایا۔ میں قید خانہ میں
 علیحدہ چلا گیا۔ وہاں کھانا پیا۔ پھر واپس لوگوں میں آ گیا۔ اس
 بات کا کسی کو بھی علم نہ ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا۔ تو مسکرائے
 اور فرمایا۔ روزہ افطار کر کے شرمندہ ہو رہے ہو۔ اور ساتھ ہی
 فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ دیکھو جب کمزور ہو رہے ہو۔ تو قوت
 کے حصول کے لیے گوشت کھا کر۔ میٹھی روٹی میں اتنی طاقت
 نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کا کہنا ہے۔ کہ میں نے آپ کو قسم دی۔

کہ تیس دن روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ جسم کی کمزوری تین دن سے کم عرصہ میں ختم نہیں ہوتی۔ اب ہاشم کہتا ہے۔ کہ چونکہ سرمن رائے میں قحط پڑ گیا تھا۔ اس لیے ابو محمد حسن کی قید مختصر رہی۔ کیونکہ خلیفہ معتز بن متوکل نے نماز استسقاء کے لیے لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ تین دن تک نماز پڑھی گئی۔ لیکن بارش نہ ہوئی چوتھے دن یہودی پوپ جنگل کی طرف گیا۔ اس کے ساتھ نصاریٰ اور دیگر ادھمب بھی تھے۔ ان میں ایک طربس ایسا تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا۔ تو موسلا دار بارش پڑنے لگتی۔ دوسرے دن بھی جب وہ باہر نکلتے۔ تو موسلا دار بارش ہوئی۔ لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو حیرت زدہ ہو کر شکوک و شبہات میں پڑ گئے۔ اور کچھ لوگوں نے تو عیسائیت قبول بھی کر لی تھی۔ یہ بات خلیفہ کے لیے مشکل بن گئی۔ اور گھبراہٹ کے عالم میں قید خانہ کے داروغہ صالح بن ابراہیم کو پیغام بھیجا۔ کہ امام حسن عسکری کو رہا کر کے میرے پاس لاؤ۔ جب امام حسن عسکری آئے۔ تو خلیفہ نے کہا۔ خدا را امت کو بپاسیجے۔ اس پر عظیم معصیت آن پڑی ہے۔ کیونکہ لوگ عیسائیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ ان لوگوں کو اب تیسرے روز بھی باہر نکلنے کا حکم دو۔ خلیفہ نے کہا۔ اب بارش کی ضرورت نہیں رہی۔ لہذا لوگوں کے باہر نکلنے کا کیا فائدہ؟ امام نے فرمایا۔ یہ اس لیے تاکہ میں لوگوں کے شکوک و شبہات دور کر دوں۔ اس پر خلیفہ نے انہیں اور دوسرے لوگ بھی چلیں۔ دیا کہ اب تیسرے روز بھی آئیں۔ اور دوسرے لوگ بھی چلیں۔ ہمسائی جنگل کی طرف نکلے۔ ان کے ساتھ امام حسن عسکری بھی تشریف لے

ے گئے۔ آپ کے ساتھ بھی کافی لوگ تھے۔ عیسائی حسب سابق بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا راہب بھی تھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ راہبوں نے بھی اسی طرح کیا۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور بارش ہو گئی۔ سیدی ابو محمد حسن عسکری نے اس راہب کا ہاتھ پکڑ لینے کا حکم دیا۔ اور اس کے ہاتھ میں جو کچھ تھا۔ وہ بھی لے لینے کا حکم دیا۔ اس کی انگلیوں میں کسی آدمی کی ہڈی تھی۔ امام نے اُسے پکڑے میں پیٹ دیا۔ پھر فرمایا: اب پادشہ کی دعا کرو مگر کچھ نہ ہوا۔ اور بادل بھر گئے۔ سو بج نکل آیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ خلیفہ نے حیرانی سے امام حسن عسکری سے پوچھا یہ کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک پیغمبر کی ہڈی ہے۔ جسے یہ لوگ قبر سے نکال کر لائے ہیں۔ آسمان کے نیچے جس نبی کی ہڈی نکل کر دی جاگہ فرزا بارش نازل ہوئی ہے۔ لوگ خوش ہوئے اور اس ہڈی کا استعلا کیا۔ تو واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد امام ابو الحسن سرمن رائے میں اپنے گھر تشریف لے آئے۔ خلیفہ اور اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے امام نے ان سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا پوچھا۔ خلیفہ نے امام کے طفیل ان کی تمام رہائی کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کی طرف سے امام کو تحفہ ہات اور ہدایا گھر بیٹھے لکھے۔ یہ واقعہ بہت سے تاریخ نویسوں نے نقل کیا ہے۔

نوٹ: یہ آخری روایت درایتاً صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ منفق علیہ ہے کہ ایماء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس میں نبی کی ہڈی کا ذکر اس کے خلاف ہے۔

سوم

نحوہ الابدان

اسماعیل بن محمد بن علی بن جعفر ثوری عباس کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ سیدی حسن کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ تو میں کھڑا ہو گیا۔ اور قسم کھا کر کہا۔ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں۔ آپ میری ضرورت پوری فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم کھاتے ہو۔ اور وہ دوسرا دینار جو تم نے زمین میں دفن کر رکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں یہ اس لیے نہیں کہہ رہا۔ کہ تجھے نہ دینے کا بہانہ بنا رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے غلام سے فرمایا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے دوے دو۔ اس نے مجھے ایک سو دینار دیئے۔ میں شکر کر کے ہوسٹے واپس پلٹ آیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ مجھے خطر ہے۔ کہ تمہارے وہ دو سو دفن کردہ دینار گم نہ ہو جائیں۔ حالانکہ تو ان کا بہت محتاج ہے۔ وہاں گیا۔ دینار تلاش کیے۔ وہ مل گئے۔ میں نے جس جگہ وہ پہلے تھے۔ وہاں سے نکال کر دوسری جگہ انہیں دفن کر دیا۔ جس کی کسی کو خبر تک نہ تھی عرصہ گزر گیا۔ میں نے ان کا خیال تک نہ کیا۔ اچانک جب مجھے ضرورت پیش آئی۔ تو میں نے ان کی تلاش کی۔ لیکن وہ اس جگہ مجھے نہ ملے۔ اور میں اس پر بہت غمگین ہوا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے لڑکے کو اس جگہ کا پتہ چل گیا تھا۔ اور اس نے وہ دینار غریب کو ڈالے تھے۔ اس طرح امام حسن مکرئی کی وہ بات سچی ہوئی۔ جو آپ نے کافی عرصہ پہلے ارشاد

فرمانی تھی۔

(نور الابرار ص ۱۰۳ تذکرہ احسن عسکری)

چہارم:

نور الابرار

محمد بن حمزہ دُوری سے مروی ہے۔ کہ میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ ایک خط امام حسن عسکری کو بھیجا۔ ابو ہاشم آپ کا گہرا دوست تھا۔ میں نے لکھا تھا۔ کہ میرے حق میں دعا گرائی جائے۔ کہ میں امیر ہو جاؤں کیونکہ میری حالت بڑی تنگ تھی۔ اور سوائی کا خطرہ تھا۔ اپنے ابو ہاشم کے ہاتھ ہی جواب دیا۔ اور لکھا۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے غنا کھودی ہے۔ تمہارا چچا زاد بھائی یحییٰ بن حمزہ فوت ہو گیا ہے اس نے ایک لاکھ درہم بطور ترکہ چھوڑا ہے۔ اور تمہارے بغیر اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ یہ مال عنقریب تمہیں مل جائے گا۔ اس لیے اللہ کا شکر بجالاؤ۔ ضرورت کے مطابق خرچ کرنا۔ اور سرافند سے بچنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس سے ادا کرنا۔ جب وہ رقم مجھے ملی۔ تو میں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اور باقی رقم محفوظ رکھ لی اور فضول خرچی چھوڑ دی۔

(نور الابرار ص ۱۰۳)

ۛ

فصل سوم بابت

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۔ تعارف:

یہ بارہویں امام ہیں۔ ان کے متعلق ہم عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۱۵۵ پر تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ آپ قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ اور تیس چالیس سال کی عمر شریف میں حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان سے ظہور فرمائیں گے۔ جیسا کہ علامہ السید علی نے فتاویٰ حاروی میں کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ امام حاکم نے جناب جہاد شریعت عارث سے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ یوں نظر لائیں گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا کوئی زوجہ ان ہے۔

۲۔ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ میں ہزار

فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجے گا۔ یہ فرشتے ان کے مخالفوں کی پشت اور ان کے منہ پر چوٹیں ماریں گے۔ امام ہمدی کی عمر بوقت بعثت چالیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔

(فتاویٰ مادی جلد دوم ص ۷۲)

نوٹ:

اہل سنت و جماعت کا امام ہمدی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جب تشریف لائیں گے۔ ان کی پیدائش اسی وقت ہوگی۔ وہ اپنے ہمدی ہونے کا اعلان تیس چالیس سال کی عمر میں کریں گے۔ اور چالیس برس تک حکومت کریں گے۔ گویا مجموعی طور پر ان کی عمر ستر اسی برس ہوگی۔ لیکن اہل تشیع کے نزدیک وہ پیدا ہو کر ایک اٹھارہ برس چھپے ہوئے ہیں۔ اور مناسب وقت پر وہاں سے نکلیں گے۔ ان کے اہل غیبت صفحہ اور کبریٰ کے نام سے افسانے بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا تفصیلی ذکر عقائد جعفریہ جلد دوم از ص ۱۹۵ تا ۲۵۶ پر کیا ہے۔

۲۔ ان کے مختصر فضائل و مناقب:

شواہد النبوة

حضرت عہد الشہد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جامع الاصول میں روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر دنیا کی عمر صرف ایک دن باقی رہ جائے۔ اور میری اہل بیت میں سے میرا ہم نام پیدا نہ ہوا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس

ایک دن کو اتنا طویل کر دے گا۔ کہ میرے اہل بیت سے میرا ہمنام
 شخص پیدا ہوگا۔ اور وہ تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا
 اور اس کی آمد سے پہلے زمین پر ہر طرف ظلم و جور کا دور دورہ ہوگا۔
 ایک اور روایت میں ہے۔ کہ دین اس وقت تک ختم نہ ہوگا۔
 جب تک کہ میرے اہل بیت کا ایک میرا ہمنام شخص پوری مملکت
 عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے۔ یہ روایت ابو داؤد نے ذکر کی
 ہے۔ جامع الاصول میں ابو اسحاق سے مروی کہ حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ میرا یہ
 بیٹا سسرار ہوگا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔
 اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا۔ جو تمہارے نبی کا
 ہم نام ہوگا۔ وہ خلیفہ میرے مشابہ نہ ہوگا۔ لیکن اخلاق اس کے
 میرے مشابہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد درج ذیل الفاظ دہرائے
 وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ فتوحات مکہ
 نے امام ہدی کے بارے میں لکھا۔ کہ وہ تین سو ساٹھ کاٹھن میں
 سے ہوگا۔ جنہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نائب کو
 اس وقت پیدا فرمائے گا۔ جب ساری زمین ظلم و جور کا نمونہ بن چکی
 ہوگی۔ یہ اللہ کا نائب اسی زمین میں عدل و انصاف کا بول بالا کرے
 گا۔ بالغرض اگر دنیا کا ایک دن باقی رہ گیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو
 اس قدر طویل کر دے گا۔ اور اس نے والایہ خلیفہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام حضور
 کے نام پر ہوگا۔ اس کی کیفیت حسن بن علی کے ساتھ متی ہوگی۔

وہ مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان لوگوں سے بیعت لے گا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلعت میں مشابہت رکھتا ہوگا۔ لیکن اخلاق میں مشابہت رکھتا ہوگا۔ لیکن اخلاق میں آپ کا کم تر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص اخلاق میں پیغمبر سلام کا ثانی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انک لعلى خلق عظیم۔

(شواہد النبوت ص ۲۷۲)

۲۔ آپ کی شان میں چند احادیث

اول: نور الابصار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض دنیا کا ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک شخص ایسا بھیجے گا۔ جو دنیا کو دہلی سے بھر دے گا۔ جبکہ اس کی آمد سے پہلے دنیا ظلم کا منورہ بنی ہو گی۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے ذکر کیا ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ امام ہمدانی مجھ سے ہے۔ اس کا چہرہ خوبصورت ناک اونچی ہوگی۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ ابو داؤد نے مزید کہا۔ کہ وہ سات سال تک دنیا کا مالک رہے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۰)

دوم: خود الابصار

ترمذی نے کہا کثابت کی حدیث صحیح ہے۔ طبرانی نے اسے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے۔ ابن شیرین نے کتاب الفردوس میں الف و لام کے باب میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہدی اہل جنت کا طاؤس ہے۔

(نور الابرار ص ۱۱۱)

سوم: خود الابصار

مذہب بن یمان سے روایت ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا۔ مہدی میرا بچہ ہے۔ اس کا چہرہ روشن ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم لمبا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے پہلے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ وہ اپنی خلافت کی وجہ سے آسمان و زمین و غلادلوں کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ دس سال تک زمین کا مالک رہے گا۔

(نور الابرار ص ۱۱۱)

چہارم: خود الابصار

ابو نعیم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا جب خراسان سے اُسے ہونے سیماہ جہنم سے دیکھو۔ تو ان کی طرف جاؤ۔ اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ کیونکہ میں

میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہو گا۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

پہنجم: نورالابصار

ابونعیم نے جعفر بن عباس سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں سے باہر تشریف لائیں گے۔ جس کا نام "کریم" ہو گا۔ ابن ماجہ نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں ایک طویل حدیث ابو امامہ باہلی سے ذکر فرمائی۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں دہائی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ میری نذر چٹپک غیبت لوگوں سے پاک کرے گا۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ اس دن کو "یوم القلاص" کہا جائے گا۔ ام شریک نے حرفی کیا۔ عرب اس دن کہاں ہوں گے حضور نے فرمایا۔ وہ اس وقت تھوڑے ہوں گے۔ ان سے بڑے لوگ بیت المقدس میں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ تمہیں صبح کی نماز پڑھا رہے ہوں گے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ تمہارا امام پیچھے ہونے کا ارادہ کرے گا۔ تاکہ عیسیٰ بن مریم نماز پڑھائیں۔ تو عیسیٰ بن مریم ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے۔ آپ ہی نماز پڑھائیں۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

ششم: نور الابصار

حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم کس قدر خوش نصیب ہو گے۔ جبکہ تم میں یحییٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے۔ اور نماز میں تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔ یہ روایت صحیحین نے روایت کی۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

ہفتم: نور الابصار

جابر بن عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت سے ایک جماعت حق پر لڑائی کرے گی۔ وہ قیامت تک غالب رہے گی۔ یحییٰ بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوں گے۔ ان کا امیر بنے گا۔ آپؐ نماز پڑھائیں۔ دعائے امت کا احترام کرتے ہوئے فرمائیں گے۔ تم ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نیز انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخر زمانہ میں خلیفہ ہوگا۔ جو مال تقسیم تو کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

ہشتم: نورالابصار

امام احمد نے اپنی مسند میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں۔ کہ ایک ایسا شخص آئے گا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیکہ وہ اس سے پہلے ظلم و جور کا خود بخود بنی ہو گی۔ زمین و آسمان اس سے رضی ہوں گے۔ لوگوں میں برابر مال میں طود پر وہ تقسیم کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دل غنا سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ منادی سے ندا کر دے گا کہ جس کو مال کی ضرورت ہو۔ وہ آکرے بلے۔ لوگوں میں سے مرنے والا ایک شخص کھڑا ہو کہے گا۔ کہ میں محتاج ہوں آپ اسے کہیں گے۔ جاؤ میرے خازن سے کہو۔ کہ ہمدی تجھے حکم دیتا ہے۔ کہ مجھے مال دو۔ وہ اس سائل کے کپڑے مال سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ نادم ہو کر کہے گا۔ میرا نفس تمام امت محمدیہ سے زیادہ حریص ہے۔ اور ان کی طاقت و وسعت سے عاجز تر ہے یہ کہہ کر وہ مال واپس کر دے گا۔ خازن واپس قبول نہ کرے گا۔ اور کہے گا۔ جو ہم دے دیتے ہیں۔ وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ ہمدی مات، آٹھ یا نو برس اسی طرح رہیں گے۔ پھر اس کے بعد زندگی اچھی نہ رہے گی۔ یا فرمایا۔ اس کے بعد موت اچھی ہو جائے گی۔

(نورالابصار ص ۱۱۲)

نہم:

فورا الابصار

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمانہ ختم ہونے اور فتنوں کے ظاہر ہونے کے وقت ایک شخص ہمدی نامی ظاہر ہوگا۔ اس کی بخشش بہت ہوگی۔

(فورا الابصار ص ۱۱۳)

دہم:

فورا الابصار

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہمدی آئے گا۔ تو اس کے سر پر بادل ہوگا۔ اور اُس میں سے فرشتہ آواز دے گا۔ یہ اللہ کا غلیظ ہمدی ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔ یہ روایت عبد بن نعیم اور طبرانی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص پوری زمین کا مالک نہ ہوگا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ وہ غطفانیہ اور مدینہ کو فتح کرے گا۔ اگر بالخرق قیامت میں ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا۔

طویل کر دے گا۔ کہ وہ قسطنطنیہ وغیرہ کو فتح کر لے گا۔ یہ عبارت حافظ ابو نعیم کی ہے۔ انہوں نے کہا کسی شک و شبہ کے بغیر یہی ہمدی ہے۔ تاکہ روایت متفق ہوں۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ امراء کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے۔ پھر میرے خاندان سے ہمدی ہو گا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ پہلے ظلم سے معمور ہو گی۔

(نور الابصار ص ۱۱۳)

یازدہم :

نور الابصار

ابو نعیم نے فائدہ میں اور طبرانی نے معجم میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم سے روایت کرتے ہیں۔ ہمدی کے زمانہ میں میری امت مال و دولت سے خوب سیر ہو گی۔ اسی خستیں میں گی۔ جو کہ انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ آسمان ان پر خوب بارش برساتے گا۔ زمین اپنی ساری برکتیں باہر نکالے گی۔

(نور الابصار ص ۱۱۳)

دوازدہم :

ابوداؤد نے زر بن عبد العزیز سے روایت کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی۔ جب تک میرے

اہل بیت سے ایک شخص تمام زمین کا مالک نہ ہو جائے۔ اس کا نام میرے
نام جیسا ہوگا۔

(نورالابصار ص ۱۱۴)

نوٹ:

فضائل اہل بیت کا باب ہم نے اس لیے تحریر کیا کہ اہل تشیع کی طرف
سے اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ کہ اہل بیت کے ساتھ اہل سنت کو کوئی
محبت نہیں۔ حقیقی اور اصلی حب اہل بیت ہم ہی ہیں۔ ہم نے اہل سنت کی مقبر کتب
سے صرف چند باتیں اہل بیت کے فضائل میں ذکر کیں۔ یوں سمجھئے کہ روپے میں
سے ایک پیسہ ذکر کیا گیا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ جو شخص ان چند حوالہ جات کو ملاحظہ
کرے گا۔ وہ کبھی بھی اس قریب میں نہ کٹے گا۔ کہ شیعوں کو اہل بیت والی رسول
سے کوئی محبت نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کی کتب میں جو اہل بیت
کے فضائل ملتے ہیں۔ وہ دراصل ہماری ہی کتب سے لیے گئے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی
ہیں۔ جو ان کے گمراہ ہوئے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل چہارم بیت

فضائل اہل بیت علی الاطلاق

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح

کی مانند ہے

۱۔ صواعقِ محرقہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت حضرت نوح علیہ السلام کشتی کی مانند ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا۔ وہ نجات پا گیا۔ اہل بیت رسول ”بابِ حطہ“ کی مثل ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔

(صواعقِ محرقہ ص ۱۵۰)

ب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ضمن میں ابنِ سعد نے ذکر کیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میری اہل بیت سے بہتر سلوک کرو۔ میں ان کے بارے میں گلِ قیامت کو جھگڑا کروں گا۔ اور جس سے

میر جگمگا ہو گیا۔ وہ دوزخی ہو گا۔ اور جس نے میری ہیبت کی ابتداء کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رحمت کا زورے لیا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۰۵)

ج۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جنت میں میں اور میری اہل بیت ایک ایسے درخت کی مانند ہیں۔ جس کی شاخیں دنیا میں موجود ہیں اب جس کی مرضی ہے۔ انہیں تھام لے۔ اور اپنے رب کی طرف چلنے کا ذریعہ بنالے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۰۵)

د۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ نے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو سات نجیب اور رفیق عطا فرمائے ہیں۔ اور مجھے بالخصوص چودہ عطا فرمائے۔ عرض کیا گیا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ علی، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم یہ حدیث حسن ہے۔ اور ایک طریقہ سے فریاد حضرت علی المرتضیٰ سے یہ موقوف بھی مروی ہے۔

درتذی شریف مترجم جلد دوم

ص ۲۸۸ مناقب اہل بیت نبی۔

مطبوعہ ربانی بک ڈپریوٹی۔

۴۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اللہ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ میری اہل بیت سے محبت رکھو۔

(درتذی شریف جلد ۲ ص ۳۸۸)

۲۔ اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو
[بروزِ حشر شفاعتِ مصطفیٰ حاصل ہوگی۔]

۱۔ مجمع الزوائد

حسن بن علی کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت سے محبت کو اپنے لیے لازم کر لو۔ کیونکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ (یعنی وہ انتقال کر گیا) اور یہ ملاقات اس حالت میں ہوئی۔ کوئسے ہم سے پیار تھا۔ تو ہماری شفاعت کے ساتھ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی شخص کو اس کا کوئی ادبیک عمل اس وقت تک نفع نہ دے گا۔ جب تک وہ ہمارے حق کو نہ پہنچائے۔

درمجم الزوائد جلد ۱۰، باب ۹ ص ۱۱۶۲

ب: کنز العمال

زید بن ارقم کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہ اور حسن و حسین کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں اُس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان کو کچھ نہیں بے گا میں بھی اُسے کچھ نہیں کہوں گا۔ وکنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۱۶۲ مطبوعہ مطبعہ جدید

ج: کنز العمال:

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ملاقات کی خاطر تشریف لائے۔ رات آپ نے ہمارے ہاں ہی بسر فرمائی۔ حسن و حسین دونوں سو رہے تھے۔ رات کو امام حسن نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کے پاس گئے۔ اور پیالہ میں پانی ڈالا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اور پیالہ میں اس کا دودھ نکالا۔ جب آپ پیالہ سے کرائے۔ تو حسین نے بھی اس کو پکڑ لیا۔ آپ نے حسین کو پیسنے سے روک دیا۔ (ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اپنا ہاتھ حسین کی طرف جھکایا) اس طرح آپ نے امام حسن سے ابتداء فرمائی۔ یہ دیکھ کر سیدہ فاطمہ بولیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حسن زیادہ پیارے ہیں۔ اپنے فریاد بات یہ نہیں۔ بلکہ معاملہ یہ ہے۔ کہ پانی مانگنے والا حسن تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بیٹی! تم میں ایہ دونوں بیٹے اور یہ سونے والا (حضرت علی المرتضیٰ) قیامت میں ایک ہی صلی میں ہوں گے۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۴۸۸ فصل فی

فصلہم مجملہ۔ مطبوعہ مطلب)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۹ جز ۹ ص ۱۷۱

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

د: کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کے ہاتھ پکڑے۔ اور فرمایا۔ جو شخص مجھ سے، ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کو ہمارے محل میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۶۳۹ مطبوعہ طبع)

ر: کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک مقام ہے۔ جسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اور جب تم دعا کرو۔ تو میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ حضرات صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اس مقام وسیلہ میں آپ کے ساتھ اور کون کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۳۹ مطبوعہ

طبع جدید)

نہ: کنز العمال

حذیفہ بن یمان کہتے ہیں۔ کہ میری والدہ نے مجھے پوچھا۔ کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ کتنا عرصہ ہو چکا ہے جسے جواب دیا کہ اتنا اتنا اور پھر والدہ سے عرض کی۔ آپ مجھے اس بات

کی اجازت دے دیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کروں۔ اور پھر آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں جب تک آپ میرے اور تمہارے لیے بخشش طلب نہ کریں۔
 والدہ نے اجازت دے دی، لہذا میں نے نماز مغرب آپ کی اقتداء میں ادا کی۔ پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔ بعد میں نوافل میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ صرف میں اور حضور موجود تھے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اور آپ سے مناجات کرنے لگا۔ پھر وہ چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز پہچان کر پوچھا خلیفہ ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! فرمایا۔ کیسے آنا ہوا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری والدہ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ موجود ہے۔ جو آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں آیا۔ آج اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ اسے مجھ پر سلام پڑھنے کا موقع عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اور مجھے اس امر کی بشارت بھی دی۔ کہ فاطمہ جنت میں عورتوں کی سردار اور زمین کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

دکنز العمال جلد ۳۱ ص ۶۴ مطبوعہ

مطبوعہ جدید

س ۱ کنز العمال

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک خادمہ حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! علی اور فاطمہ دروازہ پر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہٹ جا۔ میرے اہل بیت آئے ہیں۔ میں (ام سلمہ) ہٹ کر

ایک کونہ میں بیٹھ گئی۔ جب یہ حضرت امیر تشریف لائے۔ تو دونوں نے حسین کرمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے حضرت علی اور دوسرے سے حضرت فاطمہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا۔ اُن کا بوسہ لیا۔ پھر سیاہ کبلی کے ساتھ آپ نے سب کو ڈھانپ لیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ! میں اور میری اہل بیت تیری طرف لوٹنے والے ہیں نہ کہ جہنم کی طرف۔“ یہ سُن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی۔ یا رسول اللہ! میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں شمار ہے۔ (کنز العمال جلد ۳۳ ص ۴۴۷ بحوالہ بیہ)

ش: مجموع الزوائد

عمر ابن شعیب کہتے ہیں کہ میں زینب بنت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو سیدہ زینب نے انہیں یہ حدیث سنائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ ام سلمہ کے پاس تھے۔ ان کے پاس حضرت علی فاطمہ اور حسین کرمین تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کو ایک نفل اور حسین کو دوسری نفل میں لیا۔ اور سیدہ فاطمہ کو گود میں بٹھایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ بے شک وہ صفت و ثناء کا مالک ہے۔ میں اور ام سلمہ دونوں وہاں بیٹھی تھیں۔ یسین کرام سلمہ رونے لگیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ تو پوچھا۔ ام سلمہ! تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے ان حضرات کو اہل بیت کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ تو اور تیری بیٹی بھی اہل بیت میں سے ہے۔

۱۰۔ نزاع اہل بیت و اہل بیتہم مطبوعہ مطبوعہ مجمع الزوائد جلد ۱۲ ص ۱۴۲ مطبوعہ بیروت

نوٹ: مقام غور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل بیت
 ”اہل بیت نبی“ میں شمار نہیں کرتے۔ اور اسی قسم کی احادیث بطور سند
 لاتے ہیں۔ جن میں حضرت علی، فاطمہ اور حسین کو یمن کا ذکر ہے۔ حاکم و احادیث
 کے مضمون اس بات کا اشارہ کر رہے ہیں۔ کہ ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔ جبکہ یہ اہل بیت نہیں تھے۔ کیونکہ اہل بیتہ
 کا معنی گھر والے ہوتا ہے۔ اور اپنی بیوی سے بڑھ کر دوسرا گھر والا کون ہو
 سکتا ہے۔؟ اہبات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں شامل کرنے
 کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس لفظ کا مصداق حقیقی
 ہیں۔ اسم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں بھی آپ نے اسی امر کی طرف
 اشارہ فرمایا۔ اس گفتگو کی تفصیل تنقیح جعفریہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ ہم
 نے کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے۔ اور دلائل پیش کیے ہیں۔ کہ
 ازواج مطہرات ”اہل بیت“ میں شامل ہیں۔

ص، مجمع الزوائد

زید ابن ثابت کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
 تمہارے درمیان دو غینے چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ
 کی کتاب جو زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے اور
 دوسرا میرے اہل بیت۔ یہ دونوں برگزائیں میں جدا نہیں
 ہوں گے۔ یہاں تک کہ عرض کوثر پر مجھے آئیں گے۔

(مجمع الزوائد جلد ۱۲ ص ۱۴۲ مطبوعہ بیروت)

ض: مجمع الزوائد

ابوسعید خدری راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہوں۔ ان میں سے ایک مصری سے بڑی ہے۔ پہلی چیز کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ اور دوسری چیز میری اہل بیت سے۔ یہ دونوں باہم جدا نہیں ہوں گی حتیٰ کہ عرض کوثر پر مجھے آملیں گی۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ط: مجمع الزوائد

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام جحفہ میں تشریف فرماتے۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا۔ میں نے ہر نبی کی عمر اپنے سے پہلے نبی کی یہ نسبت نصبت پائی۔ اور ہمت جلد مجھے بلاوا آئے گا۔ اور میں اس بلا سے کو قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جنت و دوزخ حق ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر آپ نے اٹھ اٹھا کر سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پوچھا۔ تم نے سن لیا۔ سب نے کہاں۔ جی فرمایا۔ میں عرض کوثر پر بھاری خوشی کی خاطر پہلے سے موجود ہوں کہ پھر تم عرض کوثر پر آؤ گے وہ چوڑائی میں صفاد اور بھر لی جیسا ہے۔ اس کے پیالے میں پانی کے اور آسمانی ستاروں کے برابر ہوں گے۔ ہذا خور کرو۔ کہ تم تقنین کو میرا کیسے خلیفہ بناؤ گے۔ ایک نے آواز سے پوچھا۔ یا رسول اللہ

ثقلین کیا ہے؟ فرمایا۔ ایک کتاب اللہ کہ جس کی ایک طرف اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں اور دوسری طرف تمہارے ہاتھ میں ہے۔ لہذا اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ تاکہ اگر اسی سے بچ جاؤ۔ اور دوسرا ثقل میری اہل بیتؑ ہے۔ اور اللہ لطیف و خیر نے مجھے بتلایا ہے کہ یہ دونوں ثقل باہم جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے اُن میں گئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ نہ تو ان دونوں سے اُگے بڑھو اور نہ ان میں کمی کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کے لئے رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ من حنك اولی بہ من فسدہ فعلی ولید۔ یعنی میں جس شخص کی ذات سے زیادہ عزیز ہوں۔ اس کا علیؑ ولی ہے۔ اور دوست ہے اسے اللہ تو بھی اس سے محبت کرے۔ جو علیؑ سے محبت کرتا ہے۔ اور اس سے تو بھی عداوت رکھے۔ جو علیؑ کا دشمن ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۲، ۱۶۴ مطبوعہ بیروت)

نوٹ: یہ حدیث ”حدیث ثقلین“ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ جو حضرات صحیح سید اور آل رسولؐ ہیں۔ وہ کبھی بھی قرآن اور اس کی تعلیمات سے منہ نہیں پھیریں گے۔ بلکہ قرآنی تعلیمات پر سب زیادہ عامل ہوں گے۔ گویا چلتی پھرتی شریعت ہوں گے۔ اور ان کا یہی طریقہ قیامت تک رہے گا۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر وہ حضورؐ علیؑ شریفیہ وسلم کے ساتھ جائیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

روشنیہ میں ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ - ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی ندوی

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتاویٰ گرد گھومتے ہیں

مضامین جلد اول | مقدمہ - اس بارہ میں کہ مسٹر شیعہ موزعین کا اعتراف ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے - باب اول (مقدمہ) اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت جافصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ثبوت اور متفقانہ رو کیا گیا ہے - اس کے بعد غلط راستہ دین کی خلافت حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب و دینی دلائل درج کیے گئے ہیں - ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے - باب دوم - اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست مکتی بکبر پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئی تھی - اور فصل دوم میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے - کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں بہت بڑا بزدل ثابت کرتے ہیں - بار سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمال الایمان اور پختگی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نو عدد فوائد کی وضاحتیں ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جلیلہ صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے عقائد ثلاثہ کے مشترک فضائل (فصل سوم) میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ عقائد ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابو بکر صدیق اور آل کے اہل بیت کے نبی و آل نبی مائت رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح اکرم کرم کے بارے میں چار طویل و معرّض تحقیقی ابھاشاں ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسند بنات رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم۔ نبی علیہ السلام علی المرتضیٰ اور اہل بیت رسول سے عقائد ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ہوا میں اہل بیت رسول سے مذہبی تعلقات۔ فصل اول۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت و اہل تشیع سے (فصل دوم)۔

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے نفی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دست امیر معاویہ پر پسین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ تفاسل امہات المؤمنین از وای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں از وای رسول آپ کی اہمیت میں داخل ہیں فصل دوم۔ فضائل جملہ از وای از قرآن و کتب شیعہ فصل سوم۔ فضائل سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما۔

مضامین جلد سوم

باب اول۔ بحث فدک (اس میں آٹھ تفصیلات ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جزئیاتی حدود۔ فصل دوم۔ شمولی فدک در مال فنی اور فنی کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابو بکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیقی۔ فصل چہارم۔ بنت رسول کی ناراضگی استحقاق خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح فصل ششم۔ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم۔ سیدہ فاطمہ رضہ صدیق اکبر سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم۔ جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے طعن کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم۔ تک۔ ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعہوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور مندرجہ جواب ہے

مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی عنایت صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

میں ہے۔ مزد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ دسواں
میدان احد سے بھاگ گئے۔ مٹا ابوبکر صدیق سے سورہ برات کے اعلان کی
ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ مٹا
حدیث قرطاس۔ مٹا عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی
دی۔ مٹا اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل ضائع کر دیا۔ مٹا حضرت
عمر فاروق کو مدینہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی
رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں
مٹا مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان سنے واپس بلایا۔ مٹا عثمان
نے بنیہ رسول ام کلثومؓ کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ)
مٹا ابو ذر غفاریؓ کو جیسے جلیل القدر صحابی کو جلا وطن کر دیا۔ مٹا عبداللہ بن مسعود کا
وفیقہ بند کر دیا۔ مٹا مقتدر صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں
دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے
شیوہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ مٹا اپنے رشتہ داروں کو بڑے
بڑے عطیات دیے۔ مٹا نتیجہ لوگ مخالفت ہو گئے اور عثمان غنی کو تنک
ہونا پڑا۔ مٹا تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑھا رہی۔ اسی طرح
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید
ہے۔ بعض یہ ہیں مٹا پردہ کے احکامات کی مخالفت کی مٹا خلیفہ برحق سے
بنادوت کی مٹا ام حسن کو روہہ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر
پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت
کا قابل مطالعہ ازادہ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

فحشہ فریہ کی جہاد کا تعارف

جلد اول میں مختلف موضوعات پر گفت گو کی گئی ہے۔ جہاد، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق اور طلال و حرام کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان موضوعات میں بہت سے مسائل اہل تشیع نے ایسے درج کر دیئے ہیں۔ جو ان کے خانہ ساز ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”فقہ جعفریہ“ ان کی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ اجمالی طور پر ہم نے ان مسائل کے تعارف کے لیے یہ متن فصول باندھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اول

”فقہ جعفریہ“ کی بنیاد اور ماخذ چار کتابیں ہیں۔ اصول کافی، تہذیب الاحکام من لایخضرہ الفقیہ اور الاتبصار۔ صاحب التنبیہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی وجہ سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے۔ ان کے مابین تقریباً تین صدیوں کا فاصلہ ہے۔ امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی سے جن لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ وہ ان ائمہ کی زبانی موعول اور مردود ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کی روایت احادیث سند کے اعتبار سے ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل سنت سے ان ملک کے واسطے صیغہ نہیں ہیں۔ یہ بات ”فقہ صفہ“ نے نہایت جامعہ طور پر واضح دہل ہے۔

فصل دوم

اس میں اہل تشیع کے ایسے عقائد زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جو توحید کے خلاف ہیں۔ اور مشرکانہ نظریات ہیں۔

فصل سوم

فصل حضرات ائمہ اہل بیت کے اُن ارشادات میں ہے جن میں انہوں نے ”دین چھپانے“ کی تاکید کی۔ اور اس پر نہ عمل کرنے والے کو اپنا قاتل قرار دیا ہے

مسائل طہارت کے ضمن میں درج ذیل بحث
مذکور ہوئیں

فصل اول

- ① پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے ٹکے میں خواہ کتنی ہی نجاست گر پڑے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ② استنجاء کے لیے جو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ پاک ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کپڑا وغیرہ گر پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ③ گدھے اور خچر کا جیناب، ودی اور مری اور علی جنابت کے لیے استعمال کیا گیا پانی پاک ہے۔
- ④ باغداد نے سوسے وضو میں کوئی غل نہیں پڑتا۔

(۵) پردہ صرف قبل اور دبر کا ہے۔ ان میں سے دُبر خود جوتڑوں میں چھپی ہوئے کی وجہ سے پردہ میں ہے۔ اور اگلی شہزگاہ پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ یا بیری کا ہاتھ رکھ لے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی چیز لپیپ دی جائے تو بھی پردہ ہو جاتا ہے۔ دُبر میں دلی کرنے سے عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اُسے نہانے کی ضرورت ہے۔

(۶) بول و براز پھرتے وقت قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔

(۷) گناہ یا چوہا اگر گھیا یا ہڈیاں گر جائے تو اس سے طہارت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۸) سوراور کتا، زندہ یا مردہ دونوں مانتوں میں پاک ہے۔

فصل دوم

(۱) تیمم میں منہ میں سے صرف ماتھے کا مسح اور ہاتھوں میں سے صرف ہتھیلی کا مسح کرنا کافی ہے۔

(۲) دھو دیں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا شیعہ عقیدہ اور اس کی تردید۔ پاؤں دھونے پر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا۔ نیز وضو میں ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ نے اختیار فرمائی اسی پر اہل سنت کا عمل ہے۔

فصل سوم

اس میں اذان کے مسائل میں سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اذان میں ”علی ولی اللہ“ بڑھانے والا معون، گنہگار اور بدعتی ہے۔ نیز غیبی کے اذان کے جو ان پر حوالہ جات مذکور ہیں

کتاب الصلوٰۃ

اس موضوع کے ضمن چند مسائل بطور خاص یہ ہیں

فصل اول

- ۱۔ دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی نماز نہیں ٹوٹتی۔
- ۲۔ لونڈی اور جوئی کو اگر نمازی دوران نماز جھاتی سے لگے تو نماز بدستور قائم رہتی ہے۔ اسی طرح اگر متاسل سے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۳۔ پلید لڑپی یا کون نماز پڑھا جائز ہے۔
- ۴۔ دوران نماز لعنت یا بھیجتا سنت ائمہ ہے۔

فصل دوم

- ۱۔ بے نماز کی سزا۔ ستر دفعہ حقیقی ماں سے زنا کرنا، ستر بیمبروں کو شہید کر دینا، ستر قرآن جلد دینا اور سات دفعہ بیت المعمور کو گرانا، نماز نہ پڑھنے سے چھوٹے جرم ہیں۔
- ۲۔ بے نماز کتے، خنزیر اور کافر سے بدتر ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین نہیں کرنی چاہیئے۔
- ۳۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت
- ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنے کا ثبوت۔
- چیلنج، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو نمازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں ادا کیں مگر کوئی شہید نہ ثابت کر دیکھائے گا اپنے وہ نمازیں

ہاتھ کھٹے چھو کر ادا کیں۔ تو اسے دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ نیز اتنا ہی انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ان نماز کو دوبارہ پڑھا۔ جو ابو بکر صدیق کی اقتدار میں آپ نے ادا فرمایا۔

فصل سوم

”انتہیات اللہ والصلوات والطیبات“ کے الفاظ کا ثبوت کتب شیعہ سے۔

نماز تراویح شیعہ لوگوں کے نزدیک اگر جمعہ عمری ہے۔ تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اسے ختم کیوں نہ کیا۔ حضرت علی عیسیٰ اس کی تعریف کرتے رہے۔ ائمہ اہل بیت ہمیشہ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

فصل چہارم

۱۔ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہونے چاہئیں۔

۲۔ مرنے کے فوراً بعد مرنے والے (شیعہ) کے منہ یا آنکھ و حنجر سے منی نکلتی ہے۔

۳۔ جو بھی میت کو ہاتھ لگا دے۔ اس پر غسل واجب ہے۔

۴۔ غسل دیتے وقت میت کی انگوٹوں میں کلڑی رکھی جائے اور اس کی ناگیں مقبوضہ باندھ لی جائیں۔

۵۔ مٹی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے شہ مگاہ ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔

۶۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں اور رفع یدین کی تردید

۷۔ قبر کو چوکور شکل بنانا خلاف شرع ہے۔

کتاب الزکوۃ

۱۔ مرد جسکے کے بغیر سونے یا ندی پر زکوۃ نہیں۔

کتاب الصوم

۱۔ بیوی یا بیٹی کا متھوک ننگے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۲۔ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کتاب الحج

۱۔ جس کا فتنہ نہ ہو۔ اس کا حج باطل ہے۔

۲۔ عورت کو حج کرنے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔

کتاب النکاح

۱۔ عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا، اس میں انگلی پھیرنا، اس کی دُور میں وطی کرنا سب جائز ہیں۔

۲۔ خوبصورت سے بلیغ ختم ہو جاتی ہے۔

۳۔ معصوم اگر مسجد میں وطی کرے تو جائز ہے۔

۴۔ پیغمبروں کی خصوصیات حُرغ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

۵۔ ریشمی کپڑا اگر تناسل پر پھیٹ کر محرم عورتوں سے بھی وطی جائز ہے۔

۶۔ ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک طرح جائز اور دوسری

طرح ناجائز ہے۔

۷۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کر میں تو اس سے حرمت نہیں آتی۔

۸۔ بید زادی کے ساتھ چوڑے چھاڑ تک کا نکاح جائز ہے۔

۹۔ کتب شیعہ میں نکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔

۱۰۔ اہل سنت کے ساتھ اہل تشیع نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیعہ لوگوں کے

نزدیک اہل سنت و ہود و نصاریٰ حرام زادے اور کتے سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا انہوں کو بھی شیعوں سے رشتہ ناظر ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

کتاب الحدود

۱۔ رضا مندی سے زنا پر کوئی حد نہیں لگ سکتی۔

۲۔ بھول کر نکاح چھوڑ دینے کی صورت میں بھول کر وطی کر لینے سے بھی کوئی حد نہیں لگے گی۔

۳۔ چوری کی حد میں صرف ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

”فقہ جعفریہ“ — جلد دوم

”فقہ حنفی“ پر لگائے گئے اعتراضات، امام اعظم کی شخصیت پر دھرے گئے الزامات کا تفصیلی تذکرہ، خاص کر غلام حسین نجفی شیعہ کی۔ کتاب و حقیقت فقہ حنفیہ، کاترکی برتری جواب اس جلد کی مخصوص بحثیں ہیں۔

ان اعتراضات و الزامات کا ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقہ حنفی کے ماخذ ثنائی یعنی احادیث کو راوی مجروح ہونے کی بنا پر

یہ فقہ بے اصل ہے

۲۔ تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کو کافر لکھا گیا۔ اور ان کا ایمان و اسلام کو سب سے زیادہ

نقصان پہنچانا۔

۳۔ ابو حنیفہ کا فقہ ابلیس اور دجال کے فتنے سے بھی بڑا ہے۔ اس فقہ

نے اسلامی مضبوطی کو ختم کر دیا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حنیفہ کی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے

۵۔ ان کی کتاب "کتاب الجمل" نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دکھایا۔

۶۔ ابو حنیفہ کی مجلس درود و سلام سے خالی ہوتی تھی۔ اور ان کے فتاویٰ

حق کے خلاف ہیں۔

۷۔ ابو بکر صدیق کی گواہی کو ابو حنیفہ نے وحی کو بدل ڈالا ہے۔

۸۔ امام اعظم کے جنازے پر پاؤں کیوں کا اجتماع

۹۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (ابو حنیفہ)

۱۰۔ باپ کا قاتل اور ماں سے نکاح کرنے والا مومن ہے۔

۱۱۔ ایمان ابو بکر صدیق اور ایمان ابلیس ایک ہی ہے۔ (معاذ اللہ)

ان اعتراضات و الزامات کے علاوہ بیچاس کے قریب ایسے ہی لغویات

کا جواب اس حصہ میں مذکور ہے۔ سارے تاریخ بغداد کے حوالہ دات سے ہم

اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور کتب شیعہ سے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی منزلت

بیان کی گئی ہے۔

فقہ جعفریہ جلد سوم

بحث ہائم کو شرح و بسط کے ساتھ اس جلد میں ذکر کیا گیا جس کا

اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

فصل اول

اہل سنت کے نزدیک حضرات اہل بیت کی تعزیریت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

فصل دوم

مروجہ ماتم کے ثبوت پر اہل تشیع کے گیارہ دلائل کا سکت جواب۔

فصل سوم

قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مروجہ ماتم کی تسخ کئی۔

فصل چہارم

ماتم کس کی ایجاد ہے؟ اس کا فہمی حکم اور انجام کیا ہے؟ مروجہ ماتم پر شیخ قمی کی بحث اور مروجہ ماتم کی تردید۔

فصل پنجم

ماتم کرنے والوں کی نشانیاں۔ دداڑمی چٹ، مونچھیں لمبی، لباس سیاہ اور لوہے کے کڑے) ان علامات کی کتب شیعہ سے تردید

فصل ششم

تغزیہ نکالنے کی تاریخ، اس کی شرعی حیثیت اور ذوالجناح برآمد کرنے اور لباس کی حقیقت کی تفصیلی بحث۔

نوٹ:

غلام حسین نجفی شعبی نے ثبوت ماتم پر ایک کتاب بنام دو ماتم اور صحابہ، لکھی جس میں اس نے کمال عیاری اور مکاری سے گندی زبان کا سہارا لے کر مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً ستاسی ہدایات ذکر کیے ہم نے اُن کا پورا محاکمہ کیا۔ اس تفصیلی بحث کے بعد جو ازاماتم، کا قول بالکل پاکلانہ بات نظر آئے گی۔

فقہ جعفریہ جلد چہارم = متعہ کی بحث

بحث متعہ کو کمال خرابی کے ساتھ درج ذیل فصول میں مکمل کیا گیا ہے

فصل اول: متعہ کا رواج زمانہ جاہلیت تھا۔

فصل دوم: کتب اہل سنت سے متعہ کی حقیقت۔

فصل سوم: تعارف متد از کتب شیوہ

فصل چہارم: متعہ کے جواز پر اہل تشیع کے چار دلائل اور ان کا دندان شکن جواب

فصل پنجم:

متعہ کے حرام ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیوہ سے اٹھ دلائل قاہرہ۔

فصل ششم: اہل تشیع کے ہاں بے حیائی کے عجیب و غریب طریقے۔

فصل ہفتم:

”جواز متعہ“ نامی کتاب میں پچیس کے قریب مذکور اُن مغالطوں اور دھوکے بازوں

کا بے مثل جواب جو جواز متعہ پر دیئے گئے۔ جن کے مطالعہ کے بعد حرمت میں ہر دم

انتم ہو جاتا ہے

تحفہ جعفریہ جلد پنجم: اہل طہ میں دو باب ہیں

باب اول میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطاعن کے دندان شکن جوابات طعن: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں خطیب حضرات کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کیا کریں (معاذ اللہ)

طعن: حضرت امیر معاویہؓ نے عہد شکنی کی اور حضرت امام حسنؓ کی بجائے یزید کو ولی عہد بنایا طعن: حضرت امیر معاویہؓ نے اس شرط کی مخالفت کی کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت شوریٰ پر چھوڑ دیں گے طعن چہارم: حضرت امیر معاویہؓ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلا کر شہید کر دیا۔

طعن پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں طعن ششم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد بنا کر مسافروں کی خون ریزی کی بنیاد رکھی۔

طعن ہفتم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول جناب محمدؐ کی مولا و قتل کیا۔ باب دوم: اہل تشیع کے مشہور مطاعن و اعتراضات کے چند اور تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی ایک اور جھلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہم الفت کا تذکرہ اس باب میں بھی چند فصول ہیں۔ فصل بیکر بلائے علیؑ میں جانے والی ام کلثومؓ جو امام مسلم کی زوجہ تھیں۔ وہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادی تھیں اور وہ ام کلثومؓ جو حضرت فاروقؓ کی زوجہ تھیں۔ وہ قانون جنت کے بطن اقدس سے تھیں۔

فصل: ام کلثومؓ جنت علیؑ کا عقد عمر فاروقؓ سے باہمی رضامندی سے ہوا۔ فصل: اس میں درج ذیل مطاعن اور ان کے جوابات درج کیے گئے ہیں۔

طعن: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنسینؓ کو اچھا نہ سمجھتی تھیں۔

طعن: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علیؑ سے نفقہ و عناد تھا۔

داسن سوم: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علیؓ پر گالی گلوچ کیے جانے کو پسند کرتی تھیں۔

طعن چہارم: سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایت رہتی تھی!

طعن پنجم: سیدہ عائشہ نے حضرت فاطمہ زہراءؓ کی وفات پر اظہارِ افسوس تک نہ کیا
طعن ششم: سیدہ زہراءؓ کے جنازہ پر آنے سے سیدہ عائشہ کو زبردستی روکا گیا۔ اور
ابو بکر صدیقؓ کی سفارش بھی ٹھکرا دی گئی۔

طعن ہفتم: حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں جناب طلحہؓ اور زبیرؓ کے علاوہ ام المومنین سیدہ
عائشہؓ بھی قوت تھیں۔

طعن ہشتم: سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے قتل عثمانؓ کی کوشش کی۔

طعن نہم: حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ رضی اللہ عنہما ہی حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں۔
طعن دہم: حضرت عائشہ صدیقہؓ کا گھر فتنوں کی جگہ تھا۔

طعن یازدہم: حضرت طلحہؓ نے یہ تمنا کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
ہے کہ شیعہ فرقہ ہی امام حسینؓ و آل نبیؐ کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدینؓ سے لے کر امام
مہدیؓ تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور
گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب ۱۰: حرم امامت اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق
میں ان کی بددعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی
باب سوم: بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم افضل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتب شیعہ سے مٹوس دلائل و فصل ۱۱
چار عدد بنات رسول دلی بطل شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مادیوں کی
ناجائز تنقید کا ماجرکن محاسبہ فصل سوم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو دیکھ

بعد ان کی زوجہ عائشہ صدیقہ سے شادی کروں گا۔

طعن دوازدھم: مکرمہ صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کیا تھا
فصل چہارم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں اس پر چند تحقیقی حوالہ جات
فصل پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتب شیعہ سے
مزید جھلکیاں۔

فصل ششم: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
کے مابین مثالی محبت و الفت۔

دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

محب مبین جلد اول:

باب اول: شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں

شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جلالِ انبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم)

شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ اہل بیت

المومنین رضی اللہ عنہم کی جساتیں (فصل پنجم) شانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں

شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مملکت میں بے باکیاں

و فصل ہفتم: شانِ امام حسنؑ میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں

گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتب شیعہ سے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ثبات کیا گیا

یعنی معض پروردہ بیشیاں ثابت کر۔ نہ پریشیوں کے دلائل کائنات ترن علی ہی سہ۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ بحکمت امامت (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق
سنی عقائد کا خلاصہ ماحذیہ شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت
کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعوای امامت کرنے والا یا اسے امام ماننے والا کافر و
مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے مخصوص ہیں و فصل دوم شیعوں کے ہاں
امامت کی شرط اول مخصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دیں۔ (دلیل اول)۔
آل رسول میں سے مستند شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا
چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد
بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت
زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں طلحہ بن زکریا آل امام حسن نے
اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آل رسول
کی بزرگ تر شخصیات دعوای امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے
لیے امامت و خلافت کے مخصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار کتب شیعہ و فصل سوم شیعوں کے
نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید
اقوال ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب
باب سوم۔ اس میں مزید گواہی سنت کا کام قرار دینے پر شیعوں کے
دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں مزید کہی گئی حقیقت کا
بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ مزید سننے

قتل حسین پر مرنے پڑا۔ سب پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا عجب، اہل بیت کا کوئی نہ قتل نہ ہوا۔

۱۔ کفر اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں

۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمار سے زائد

ہدایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔

۳۔ بحث تیسرے تیسرے شیعہ کی ہے شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے اور اس کے بطلان کے دلائل۔

عقائد جعفریہ۔۔۔۔۔ جلد چہارم

یہ جلد چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس بارے میں چار مطاعن کا جواب اس باب میں مذکور ہوئے۔

طعن اول: صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

طعن دوم:

اگر صحابہ کرام میں محبت رسول فقی تو آپ کی تدفین سے قبل خلافت کے لیے دوڑ و دوپ کیوں کی؟

طعن سوم:

صحابہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنازہ رسول میں تاخیر ہوئی۔

طعن چہارم:

ابوبکر، عمر اس وقت لوٹے جب آپ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔

ان مطاعن کے علاوہ ایک الزامی چیز ہے کہ کوئی شیعہ کسی مسند مرفوعہ اور

صحیح حدیث سے یہ ثابت کر دکھائے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کی نماز جنازہ

میں موجود تھے۔ تو منہ مانگا انعام پاسے۔

باب دوم فضائل اہلبیت میں

اس باب میں بارہ ائمہ اہل بیت کے فضائل و مناقب کتب اہلسنت سے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ اہل بیت کے حقیقی محبت اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔

باب سوم

بحث تقیہ۔ اس بحث کو چند فصول میں بیان کیا گیا۔
فصل اول تقیہ کے تعلق شیعہ سنی نظریات۔

فصل دوم

اثبات تقیہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔

فصل سوم

اہل تشیع کے ہاں تقیہ کے فضائل اور اس کے ترک پر وعیدات۔

فصل چہارم

وسعت تقیہ۔

فصل پنجم:

تردید تقیہ میں قرآن کریم اور کتب شیعہ سے دلائل

فصل ششم:

دعا اور بخشش طلب کرتے وقت لعنت۔

فصل ہفتم:

تقیہ کی شکل میں ائمہ اہل بیت پر لعنت جائز ہے۔

باب چہارم: لفظ شیعہ اور سنی کی بحث۔ مذہب شیعہ کے حق ہونے کے رکن ارکان اور ان کا جواب۔
رکن اول: لفظ شیعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن لفظ سنی نہیں۔
رکن دوم: ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔
رکن سوم: کتب اہل سنت کہتی ہے کہ شیعہ منت میں جائیں گے۔

جلد پنجم عقائد جعفریہ۔ جمعہ ضمیمہ

یہ جلد دو ابواب اور چند فصول پر مشتمل ہے

باب اول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق گفتگو۔
 اس میں چند فصول درج ذیل ہیں

فصل اول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کی ہر دور میں افضلیت

فصل دوم: آپ ان لوگوں میں منتقل ہوتے رہے۔ جو مساجد میں تھے۔

فصل سوم: آپ کے آباؤ اجداد زائد فطرت میں صاحبان ایمان اور توحید کے معتقد تھے

فصل چہارم: آپ نے اپنے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اپنا کلمہ پڑھوایا۔

فصل پنجم: ان احادیث و روایات کے جوامع جن میں آپ والدین کا دوزخی ہونا آیا ہے

فصل ششم: امام اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا اس کی تردید۔ اور طاعی تاری کی توبہ۔

باب دوم:

اس باب میں ایک تحقیقی بحث ہے یعنی جب شیعوہ لوگ اہل سنت و جماعت پر کوئی الزام قائم کرتے ہیں۔ یا اپنے مسلک کی توثیق پیش کرتے ہیں۔ تو لکھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ تو اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ مذکورہ کتب کیا اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی؟ اگر اہل سنت کی ہیں تو کیا معتبر ہیں یا نہیں۔

ان کتب کا تذکرہ جو اہل تشیع دھوکہ دینے کے لیے ہم

اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان پیش کرتے ہیں

مثلاً ۱۔ شرح ابن ابی حدیدہ ۲۔ رد منہ لا جواب ۳۔ جیب السیر ۴۔ تاریخ یعقوبی ۵۔ الصغوة الصفوة ۶۔ مروج الذهب ۷۔ تذکرۃ الخواص ۸۔ زیارۃ المودۃ ۹۔ قرأید السطین ۱۰۔ مقتل ابن ابی مننف ۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ۱۲۔ اخبار الطوال ۱۳۔ روضۃ الشہداء ۱۴۔ مقاتل الطالبین ۱۵۔ مودۃ القربی ۱۶۔ الملل والنحل ۱۷۔ عقد الفرید ۱۸۔ تاریخ طبری ۱۹۔ الامامة والسیاسة ۲۰۔ خصائص نائی

۲۱۔ معارج النبرۃ ۲۲۔ کتاب الفتوح اعظم کو فی ۲۳۔ روضۃ العقاد ۲۴۔

تاریخ ابوالفداء ۲۵۔ مستدرک حاکم وغیرہ

عقائد جعفریہ جلد ششم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر لعن طعن کرنے والے سنی غلاموں و بندگان
مورد دیوں، بریوں اور بیروں کا معتبر کتب اہل سنت سے محاسبہ۔
اسی جلد میں ایک باب اور چند مندرجہ ذیل فصول ہیں۔

فصل اول: شان صحابہ: فصل دوم: صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والوں کا انجام

فصل سوم: امیر معاویہ کے صحابی ہونے پر مدلل ثبوت

فصل چہارم: امیر معاویہ کے فضائل و مناقب

فصل پنجم: امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے کس زمرہ میں۔

فصل ششم: موردی محدث ہزاروی وغیرہ سنی غلاموں و بندگان

کے امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کے دلائل شکن جوابات

فصل ہفتم: امیر معاویہ کے بارہ میں اکابرین امت کے عقائد۔



ماخذ و جامع کتب اہل سنت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طبع
۱	بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	۱۲۵۵ھ مطبوعہ ۱۹۳۸ھ
۲	ریاض النضرہ	احمد بن عبد اللہ محمد بن الدین طبری	۴۹۳ھ	۱۱۹۸ھ مطبوعہ ۱۴۰۵ھ
۳	مجمع الزوائد	الحافظ نور الدین علی بن ابی بحر	۸۰۶ھ	۱۴۰۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ
۴	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۴۵ھ	۱۹۸۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ
۵	صواعق محرقة	ابن حجر مکی	۸۵۰ھ	۱۴۰۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ
۶	مصنف ابن ابی شیبہ	عاصم ابو جعفر محمد بن ابی شیبہ عسی	۲۴۵ھ	۱۹۸۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ
۷	البدایہ والنہایہ	ابن کثیر عماد الدین ابو الفداء شافعی	۷۴۴ھ	۱۹۸۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ
۸	ترمذی شریف مترجم	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۴۹ھ	۱۹۸۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ
۹	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۴۹ھ	۱۹۸۲ھ مطبوعہ ۱۹۸۲ھ

ردیف	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طبع
۱۰	اسد الدین فی فہم القرآن	عزالدین ابی الحسن علی ایشبانی	۱۱۹۰ھ	بیروت طبع جدید ۱۹۶۹ء
۱۱	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ	دعویٰ
۱۲	شواہد النبوة	علامہ عبدالرحمن جاتی		مکتبہ نبویہ لاہور
۱۳	نور الابصار	شیخ الحدیث علامہ غلام رسول فیصل آباد		
۱۴	تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی خلیل بغدادی	۴۶۳ھ	مکتبہ السلفیہ
	فتاویٰ عاوی	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	مدینہ منورہ مکتبہ نور فیصل آباد

ماخذ و مراجع کتب اہل تشیع

ردیف	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طبع
۱	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران طبع جدید
۲	مجمع البیان	ابو علی الفضل بن الحسن طبرسی		" " "
۳	تفسیر منہج الصادقین	علامہ فتح اللہ کاشانی		تہران ۱۳۳۲ھ
۴	تفسیر قمی	ابو الحسن علی بن ابی ابراہیم ہاشمی		ایران طبع قدیم
۵	تفسیر صافی	محمد بن ابی القاسم فیض کاشانی		تہران طبع جدید
۶	ترجمہ مقبول	مقبول احمد دہلوی		اسلام آباد لاہور
۷	جامع الاخبار	ابو جعفر الصادق محمد بن علی بن حسین		نجف اشرف

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن فات	مطبوعہ و سن فات
۸	آثار جدیدی ترجمہ تفسیر عم	سید شریف حسین بھٹوی		ایک تہ فائدہ لاہور
۹	من لایحضرہ الفقیہ	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن اسحاق بن ابی		لکھنؤ طبع قدیم
۱۰	اعتقادات و عقائد بحسب تفسیر		تہران
۱۱	وامع السنن	سید علی ہارثی رضوی لاہوری		طبع قدیم لاہور
۱۲	امالی شیخ طوسی	ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی	۱۳۶۰ھ	تم ایران طبع جدید
۱۳	فروع کافی	محمد یعقوب کلینی رازی		تہران طبع جدید
۱۴	کتاب الروضہ	محمد بن یعقوب کلینی رازی		لکھنؤ طبع قدیم
۱۵	روضہ کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران جدید
۱۶	تہذیب المتین فی تاریخ	سید مظہر حسین بہار نپوری	۱۳۴۹ھ	طبع قدیم دہلی
۱۷	تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	۱۳۶۰ھ	لکھنؤ طبع قدیم
۱۸	تحفۃ العوام	مفتی سید احمد علی	۱۳۴۵ھ	لکھنؤ طبع قدیم
۱۹	فتح البلاغہ	سید شریف ابوالحسن محمد رضا بن الحسن	۱۳۰۳ھ	بریل طبع جدید
۲۰	رجال کشی	محمد بن عمر الکشی		کرمان طبع جدید
۲۱	احتجاج طبری	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبری	۵۲۸ھ	تم طبع جدید
۲۲	جلد العیون	علاء الدین محمد بن علی	۱۱۱۱ھ	تہران جدید
۲۳	معانی الاخبار	ابن بابویہ قمی		بریل طبع جدید
۲۴	تفسیر فرات کوفی	فرات بن ابی اسیم		نجد شریف طبع قدیم
۲۵	کشف الغر فی معرفۃ	ابوالحسن علی بن عسکری بن ابی العزیز اربلی	۲۸۷ھ	بریل طبع جدید
۲۶	مجمع المعارف	علاء الدین محمد بن علی	۱۲۷۳ھ	تہران
۲۷	ناسخ التواریخ	مردا تقی سپہ سالار الملک	۱۲۹۷ھ	تہران طبع جدید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن فوت	محل ولادت
۲۸	مقتل ابی مخنف	لوط بن یحییٰ	۲۹۰ھ	نجف
۲۹	بصائر الدرجات	ابو جعفر محمد بن حسن	۲۹۰ھ	کربلا
۳۰	روضة الصفاء	محمد بن طاووس شاہ	۲۹۳ھ	کربلا
۳۱	مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب	۵۸۸ھ	قم
۳۲	احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی	۵۲۸ھ	کربلا
۳۳	اخبار ماتم	محمد بن حسین ابن محمد علی	۵۸۸ھ	کربلا
۳۴	اعلام الوری	افضل ابی علی ابن الحسن طبرسی	۵۸۸ھ	کربلا
۳۵	کتاب سلیم بن قیس ہلالی العامی	ہلالی العامری	۵۸۸ھ	کربلا
۳۶	حیات القلوب	علاء باقر مجلسی	۵۸۸ھ	کربلا
۳۷	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابوعقوب	۵۸۸ھ	کربلا
۳۸	اشافی ترجمہ اصول کافی	سید ظفر حسن امروہی	۵۸۸ھ	کربلا
۳۹	انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	۵۸۸ھ	کربلا
۴۰	مجالس المؤمنین	سید نور اللہ تشوشتری	۵۸۸ھ	کربلا
۴۱	ارشاد شیخ المفید	محمد بن نعمان بغدادی	۵۸۸ھ	کربلا
۴۲	قول مقبول فی اثبات	غلام حسین نجفی	۵۸۸ھ	کربلا
۴۳	وحدة بنت الرسول	ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی	۵۸۸ھ	کربلا
۴۴	قرب الاسناد	ابو الفرج الاصفہانی	۵۸۸ھ	کربلا

معاونین کا شکریہ

میری ان پندرہ بلددوں پر مشتمل تصنیف میں میرے چمن شاگردوں نے تعاون کیا۔ میں تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان میں سے جنہوں نے سب سے زیادہ تعاون کیا۔ وہ میرے برخوردار حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب، مولانا صابر علی صاحب، مولانا صوفی ولایت علی، مزید برآں ان شاگردوں نے گاہے بگاہے میسر ادا تھے جیسا، مولانا محمد اکرم شاگر، صوفی محمد رمضان عطشی جگر والے اور قاری حفیظ الرحمن پاکپتن والے شامل ہیں۔

ان کے علاوہ میں خطاط خورشید عالم گوہر ظلم اور ماسٹر محمد اکرم جاوید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اپنی اس تصنیف میں حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب صدر مدرس جامعہ رولہ شیرازیہ رضویہ کا نہایت ممنون اور شکر گزار ہوں جن کی انتہائی محنت اور جانفشانی سے میں نے اپنے مقصد جلیل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس تعاون کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت اعلیٰ میں جگر عطا فرمائے۔ دعا گو

محمد علی عفی عنہ

ناظم جامعہ رولہ شیرازیہ رضویہ

جلال پور لاہور

marfat.com

شانِ صحابہؓ رو شیعہ پر عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محققِ بلامِ شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
محکم علی نقشبندی

تالیفات

- ☆ ردِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتبِ شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے اہم و خزانہ اور گستاخانِ صحابہ کیلئے تازیانہِ عبرت ہے۔

فہم جعفریہ
جلد ۳

محکم جعفریہ
جلد ۵

میزان الکتب

عقائد جعفریہ
جلد ۳

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنجہ لاہورہ پاکستان فون 7227228